۷۸۶
الٰہی غنچۂ امید بکشا
ایں کتاب مسمّٰے بہ
تارِیخ اِسلام
سستی کتابیں ملنے کا پتہ
ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب
کشمیری بازار لاہور

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض

# تاریخ اسلام

## حصہ دوم

سنہ ۱۱ھ تا سنہ ۴۰ھ

مطابق سنہ ۶۳۲ء تا سنہ ۶۶۲ عیسوی

مع

# مکمل تاریخ خلفاء راشدین

مؤلفہ
شوق - امرتسری

جسے باخذ حقوق
ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب بازار کشمیری لاہور نے چھپایا

باہتمام بابو عبدالحمید پرنٹر فیروز پرنٹنگ ورکس بیرون دروازہ شیرانوالہ میں طبع کرا کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تاریخ اسلام

## جلد دوم

## خلفائے راشدین

سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۴۰ھ تک

مطابق

سنہ ۶۳۲ء تا سنہ ۶۶۲ء



**خلافت** آجکل مسئلہ خلافت میں بہت کچھ اختلاف ہو گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض مصنفین سیاسیات نے اس مسئلہ میں اپنے اپنے استبدال کے مطابق کھینچ تان کی ہے لیکن بعض غیر مذاہب مصنفین نے تو اپنے عقائد کی تائید میں اسقدر متعصبانہ رائیں قائم کی ہیں۔ جسکو پڑھکر ایسے متعصب مصنفین کی مورخانہ قابلیت اور صداقت پر ماتم کرنا پڑتا ہے۔

اسی اثنا میں حکومت کے محکمہ اشاعت کی طرف سے جو رسالہ الموسوم "مسئلہ خلافت پر دیانت دارانہ گفتگو" شائع ہوا ہے اس نے بھی فن تاریخ کے ہر ایک متعلم کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ مذکور میں لکھا ہے۔

"مسلمانان ہند کا سلطان ٹرکی کو خلیفہ ماننا ایک نئی چیز ہے۔ اور گذشتہ

نصف صدی کی ایک جدت ہے، یہ سیاسی پان اسلامی تحریک کی ترقی کا نتیجہ ہے، اور اس دعوےٰ کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے کہ مسلمان ہند کے لئے خلافت میں سلطان ٹرکی کی دنیوی اطاعت کا مفہوم پوشیدہ ہے؟

یہ فقرات ایک مشہور پروفیسر کے قلم سے نکلے ہیں اور ہمیں افسوس ہے کہ فاضل پروفیسر نے مذہبی تعصب سے تاریخی واقعات پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے لئے ایک ضروری مسئلہ ہے۔ اس لئے عقل سلیم رکھنے والے ہر شخص کی توجہ نہایت سنجیدگی سے اس مسئلہ کے متعلق منعطف ہونی چاہیئے۔

کیونکہ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو مسلمانوں کے روحانی تعلقات سے وابستہ ہے خلافت کا حقیقی آغاز شامی النسل قوموں کے خصائل و قوانین سے معلوم ہو سکتا ہے جو مذہبی تقدس اور حکمرانی لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ انفرادیت کا غلبہ سامی النسل قوموں میں بہت زیادہ ہے لیکن حسیات مذہبی کے سامنے انفرادیت ہمیشہ سر تسلیم خم کرتی رہی ہے۔ شامی النسل قوموں کے درمیان اصول انتخاب کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور جبکہ یہ انتخاب خلافت اس انتخاب کے ساتھ ہمیشہ ایک قسم کا مذہبی اقتدار بھی شامل رہا ہے۔

قدیم ایام میں بھی اس منصب خلافت کا پتہ چلتا ہے۔ اہالی فنشیا (جن میں اہل قرطاجنہ بھی شامل ہیں) میں بھی ضوابط سیاسیہ کے کثیر اقسام موجود تھے جنکو دیکھ کر قدیم یونان کی یاد تازہ ہوتی ہے ان لوگوں میں حب الوطنی کا خاص جذبہ اپنے ملکی معنی میں غالباً اتنی قوت کے ساتھ موجود نہ تھا۔ لیکن رومتہ الکبریٰ

کے خلاف اہل فنتشیا کی جنگ (جس میں قرطاجنہ تباہ ہوا) اور اسکندر کے خلافت ٹاٹر کی ہلاکت آمیز کشمکش سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کو اسبات کا پورا احساس تھا۔

زاں بعد اسلام نے عربوں کے عادات و خصائل میں بہت بڑے تغیرات پیدا کیے اور ساتھ ہی جوش مذہبی کی قومی خصوصیت کا بھی اُن میں کافی احساس ہوا۔ اسلام سے پیشتر عربوں کا کوئی قومی مذہب نہ تھا۔ حضور پرنور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہب اسلام کے ساتھ تمام عرب کو ایک ایسے سیاسی رشتہ اتحاد میں جکڑ دیا جس کی یکجہتی اور مضبوطی کو کسی وقت بھی کم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عربوں کے معاشرتی اخلاقی اور سیاسی حالات کو بہترین بنا دیا۔ حضور پرنور صلعم فرقہ بندی اور قبیلہ کی طرفداری کے حامی نہ تھے۔ بلکہ آپ نے عام انسانوں کو مرکز اتحاد پر لانے کی عملی کوشش کی ہے۔ جہاں وہ اپنے خاندان اہل قریش کو نیک طینت نیک کردار اور ذی عزت دیکھنا چاہتے تھے اُسی صف میں حضرت سلمان رضؓ فارسی اور حضرت بلال حبشی رضؓ کو بھی حضور پرنور صلعم نے جگہ دی ہے۔

مذہب اسلام ایک دین اور آئین شریعت ہے۔ اسلام نے جرائم کی سزائیں اور لوگوں کے حقوق و فرائض قائم کر دیئے ہیں۔ لیکن ہر ایک معتقد اپنے ظاہری معاملات میں خود ہی حکم نہیں بن سکتا۔ یہ اس لئے کہ بعض اوقات نفسانی خواہشات اور بُرے ارادے انسانی طبیعت پر غالب آکر اُسے امر حق کی جانب سے چشم پوشی کرنے اور حد اعتدال سے بڑھ جانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس لئے جبتک کوئی ایسی قوت نہ پائی جائے جو حدود شرعی کو قائم کر سکے اس وقت تک تشریح احکام کی حکمت مکمل نہیں ہو سکتی۔ اور وہ قوت ایسی ہونی چاہیے جو نظام جماعت کی محافظت اور حق و واجبی احکام کا اجرا کر سکے پھر یہ قوت بہت سے

اقوام میں بطور طوائف الملوکی نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ ایک ہی شخص کے قابو میں ہنی ضروری ہے۔ جو سلطان یا خلیفہ کہلاتا ہے +

مسلمانوں کے یہاں خلیفہ کو معصوم نہیں مانا جاتا۔ نہ اُسے مہبط وحی تسلیم کیا جاتا ہے اور نہ اُسے اسلام نے یہ حق دیا ہے۔ کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر میں اوروں کی نسبت زیادہ اختیارات اور امتیاز و شرف رکھنے کی آرزو کرے۔ البتہ خلیفہ کے لئے مجتہد ہونا شرط ہے یعنی اُسکو زبان عرابی اور اُس کے متعلقات کا ایسا علم ہو جس کے ذریعہ سے وہ استنباط احکام کے وقت حسب ضرورت قرآن شریف وسنت کے مطالب بآسانی سمجھ سکے۔ تاکہ بذات خاص حق و باطل اور صحیح و فاسد میں امتیاز کر سکے اور سہولت کے ساتھ اُس عدل کو قائم کر سکے جو دین اور قومیں اُس سے طلب کرتے ہیں۔ دین اسلام نے خلیفہ کو کتاب اللہ کے سمجھنے اور احکام کا استنباط کر سکنے میں کوئی مزید خصوصیت اور امتیازی درجہ عطا نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق جیسے اور لوگ سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں ویسا ہی ایک فرد وہ بھی ہے۔ پھر وہ خلیفہ یا مسلمان حکمران اُسی وقت تک قابل اطاعت ہے۔ جبتک کتاب اللہ اور سنت کی مقرر کی ہوئی شاہ راہ سے انحراف نہ کرے اعتدال کے مسلک پر عمل کرے۔ خلاف اسکے اگر وہ ذرا بھی صراط مستقیم سے الگ ہو تو عام مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ اُسے فوراً سیدھا کر دیں احکام اسلام سے خلاف ورزی کرنے کی صورت میں مسلمانوں پر اُسکی اطاعت واجب نہیں ہے۔ بلکہ انپر واجب ہے کہ ایسے خلیفہ یا حاکم کو معزول کر کے اُسکی جگہ دوسرا لایق اور صالح خلیفہ مقرر کر دیں۔ مگر اس انتخاب میں اسبات کی احتیاط رکھنی ضروری ہے۔ کہ آیا اُس خلیفہ کے عزل اور دوسرے خلیفہ کے نصب کرنے میں کوئی ایسا فساد تو نہ پیدا ہوگا جو اُس کے علیحدہ کرنے کی مصلحت پر بھی فوق لیجائے [1]

[1] حضور پر نور صلعم کی حدیث ہے لا طاعۃ المخلوق فی معصیۃ الخالق۔ بروایت بخاری ومسلم شریف یعنی اگر اس حاکم یا خلیفہ کا کنبہ اور قبیلہ اسقدر زبردست ہو کہ بحالت برہمی وہ قوم کو بالکل تباہ کر ڈالیگا تو اس خوف سے اسکو چھیڑنا مصلحت نہیں +

ہر ایک صحیح النظر شخص کبھی مسلمان خلیفہ کو اُس عہدہ کی سطح پر نہیں لا سکتا۔ جس کو اہل یورپ "تیو کرائیٹک" یعنی سلطان الٰہی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اہل یورپ کے خیال میں "تیو کرائیٹک" ایسا مرد واحد ہوتا ہے جو بلا واسطہ خداوند پاک سے اصول مذہبی کی تعلیم حاصل کرنے اور مذہبی قوانین نافذ اور وضع کرنے کا اختیار کامل رکھتا ہے لوگوں پر اُسکی اطاعت جزو ایمان قرار دی گئی ہے نہ یہ کہ محض بیعت کر لینے اور طلب عدل و داد کی غرض سے اُسکی فرمانبرداری کرنی واجب ہو۔ اسلئے ایک مومن شخص کسی طرح بھی اس دینی فرمانروا کی مخالفت نہیں کر سکتا +

اگرچہ اُسپر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ مقدس پیشوا دین الٰہی کا دشمن اور اُسکے احکام و شرائع کا تارک اور ایسا گمراہ ہے کہ اُس کے اعمال و اقوال کو اصول شریعت سے کوئی مناسبت ہی نہیں کیونکہ مسیحی مذہب میں دینی فرمانروا کا قول اور فعل دونوں خواہ کسی صورت میں ظاہر ہوں دراصل وہی دین و شرع سمجھے جاتے ہیں +

قرون وسطےٰ میں کنیسہ کی فرمانروائی ایسی ہی مانی جاتی تھی اور آجتک رومن کیتھلک چرچ اُسی غلبہ اور قوت کا مدعی ہے +

تمدن جدید نے یہ کارگذاری کی ہے کہ دینی اور دنیاوی حکومتوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا +

کنیسہ کو صرف انہی عقاید اور اعمال پر حق حکومت دیا گیا جو بندہ اور خدا کے مابین قابل عملدرآمد ہیں اور جنکی پابندی از روئے مذہب اسپر واجب ہے۔ اب کنیسہ کو اختیار ہے کہ وہ ان امور میں جس امر کو چاہے منسوخ کرے اور جو چاہے اضافہ کرے اور جیسی اُس کی مرضی ہو اُسی طرح کی نگرانی اور محاسبہ قائم کرے جسے چاہے کچھ دے اور جسکو چاہے محروم کر دے اسی طرح دنیاوی حکومت کو انسانوں کے باہمی معاملات اور اُن امور کی بابت قانون بنانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ جو

اُنکے نظام اجتماعی کو خرابی سے محفوظ رکھکر اُنکے امور معاش کو درست طریقہ پر چلاسکے - دنیاوی سلطنت کو امور معاش اور دینی معاملات میں ذرا بھی مداخلت کرنے کا حق نہیں اور اس طرح دینی یا کنیسہ کی حکومت دنیاوی کاروبار کے تعلقات اور امور معاش میں کوئی دخل نہیں دے سکتی +

اہل یورپ نے حکومتوں کے اس فیصلہ کو اپنے خیال میں بہت ہی خیر و برکت کا موجب سمجھا ہے حتیٰ کہ اُنکے نزدیک یورپ کی ترقی اور تمدن کا منبع بھی امر ہوا ہے اور اسی بناء پر وہ اسلام کے سر پر یہ الزام تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں "کہ اُس نے ایک ہی شخص میں دونوں حکومتوں کو جمع کرنا ضروری قرار دیا ہے جس کے معنے وہ اپنے زعم باطل میں یہ سمجھتے ہیں کہ ایک مسلمان کی رائے میں سلطان ہی دین کو مقرر کرنے والا اُس کے احکام کا واضع اور پھر خود ہی اُن احکام کو نافذ کرنے والا بھی ہے ان امور کو انجام دینے کے لئے عام مسلمانوں کی دلی اطاعت حاصل کرنیکا جو آلہ اُس کے ہاتھ میں موجود ہے وہ قوت ایمان ہے جسکے وسیلہ سے وہ دلوں کو اپنے شکنجہ حکومت میں جکڑ لیتا ہے اور عقل و فہم کو سر اُٹھانے کا موقع نہیں دیتا۔ غرضیکہ عقل اور ضمیر اُس کے نزدیک ناقابل التفات چیزیں ہیں۔ یہ کلیہ قائم کرکے وہ لوگ مسلمانوں کو اپنے دینی فرمانروا کا غلام قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا دینی حکمران علم و ہنر کا دشمن ہے وہ ہمیشہ اُس کے نابود کرنے کے درپے رہا اور جہالت و نادانی کا جنبہ دار بنا رہا۔ لہٰذا جس وقت تک اسلام کا یہ اصول قائم رہیگا۔ اُسوقت تک یہ مذہب کبھی علم و ہنر کے ساتھ آسانی اور سہولت کا برتاؤ نہیں کرسکتا "

لیکن یہ خیال اور وہم سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی اصل کے معنے مخالفین سمجھ ہی نہیں سکے +

اسلام میں بجز نیک نصیحت کرنے۔ نیکی کی طرف بلانے اور بدی سے دور رہنے کی ہدایت کرنے کے اور کوئی دینی حکومت رکھی ہی نہیں گئی۔ بلکہ ایسی حکومت کا اقتدار تو خداوند کریم نے ایک ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو بھی اُسی درجہ تک عطا کیا ہے جیسا کہ ایک عالی مرتبت مسلمان کو دیا گیا ہے۔

مخالفین یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ خلیفہ کو اگر ایسا دینی اقتدار حاصل نہیں ہے تو قاضی، مفتی یا شیخ الاسلام کو تو ضرور ایسے مذہبی اختیارات حاصل ہیں؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے ان لوگوں کو بھی عقائد اور تقرر احکام پر کوئی اختیار تصرف نہیں دیا۔ اور یہ عہدہ دار جس قسم کے اختیارات رکھتے ہیں وہ سب ایسے تمدنی اختیارات ہیں جو اسلامی شریعت نے حفاظت نظام تمدن کی غرض سے انکو عطا کئے ہیں۔ قاضی، مفتی، یا شیخ الاسلام کو ہرگز اسبات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کے ایمان۔ طریق عبادت اور اصول فہم دین میں کوئی مداخلت کر سکیں۔ چنانچہ قرآن شریف کا ارشاد ہے" اِن المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔

ایمان والے آپس میں بھائی ہیں اسلئے اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح و آشتی قائم کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ خدا کی نظر میں تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہے۔ اسی کی نسبت حضور پر نور صلعم کی یہ حدیث شریف ہے۔

لا فضل عربی علی اعجمی ولا لعجمی علی عربی انکم ابناء آدم

اے انسان! خدا نے تجھ سے ایام بت پرستی کا تکبر اور قدیم نسلی غرور چھین لیا ہے۔ ایک عرب کو کسی غیر عرب پر سوائے خوفِ خدا کی صفت کے اور کوئی

دوسری وجہ امتیاز حاصل نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم خود خاک کا بنا ہوا تھا حضور پر نور صلعم نے جس وقت سے مدینہ شریف میں ایک آزاد سیاسی جماعت کے سردار کی حیثیت سے استقامت اختیار کی۔ اسی وقت سے اسلام ایک سیاسی جماعت کا مذہب قرار پایا۔ چنانچہ جب آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو اپنے مذہبی احکامات قبول کرنے کیلئے بلایا تو ساتھ ہی ساتھ آپ نے ایک خلیفہ کی حیثیت سے اُنہیں قوانین بھی عطا کیے +

پروفیسر نولدیکے" کا قول ہے کہ وہ اُنکے ایام تھے، نماز کے وقت اُنکی امامت کرتے تھے۔ اور وہی اُنکے امیر تھے اور وہی قاضی اور وہی حاکم تھے" اسی طرح مادی و روحانی ہر دو اقتدارات ایک ذات میں متحد ہو گئے +

اسلام میں صرف مذہب کی ہی حیثیت نہ تھی بلکہ اس میں قومیت کی صلاحیت بھی تھی۔ مسلمانوں کو بتلایا گیا۔ کہ وہ پیغمبر خدا صلعم کی اطاعت کریں۔ اور اُن لوگوں کی جو ان کے حاکم ہیں اس حکم سے پتہ چلتا ہے۔ کہ دنیوی حکومت کے دائرے میں اور لوگ بھی شامل تھے۔ اسوقت یہ بات خیال میں بھی نہ آسکتی تھی۔ کہ عرب جیسے مختلف النسل لوگ ایک سردار کی رہبری میں کام کر سکیں گے۔ آنحضرت صلعم کو حامل وحی تسلیم کرنے کے بعد فطرتاً اس بات کی ضرورت پڑی کہ حضور پرنور صلعم کا ایک خلیفہ یعنی نائب رسول ہونا چاہیئے۔ جو سب باتوں میں سوائے منصب رسالت کے آپ کی قائم مقامی کر سکے۔

لھٰذا آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ ضرورت پیش آئی کہ آپ کا جانشین منتخب کیا جائے۔ جو آپ کی جگہ پر مسلمانوں کی امامت کرے۔ یہ بات نہ تھی۔ کہ خلافت کے مسئلہ کا خیال حضور پرنور صلعم کے ذہن مبارک میں نہ آیا ہو۔ بلکہ آپ نے صرف اس خیال سے کہ مسلمان خود اپنا امام منتخب کریں۔ کسی شخص کو

خود نامزد نہیں فرمایا۔ لیکن مسلمانوں میں خلیفہ انتخاب کرنے میں اختلاف پیدا ہو گیا +

**اختلاف رائے** مہاجرین کا تو یہ خیال تھا کہ خلافت کے حقدار ہم ہیں۔ کیونکہ ہم حضور پر نور صلعم کے قرابت مند اور اُنکے ساتھی ہونے کے علاوہ اُنکے ساتھ دینے میں اپنے وطن اور گھر بار چھوڑ کر اور اپنے عزیزوں سے بے تعلق ہو کر رہے ہیں +

اور انصار یہ کہتے تھے کہ ہم اس لئے خلافت کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں پناہ دی اور انکی ہر قسم کی مدد کی +

چنانچہ انصار بنی سعد کے چھتے میں جمع ہوئے اور ان میں یہ تجویز ہونے لگی کہ سردار بنی خزرج سعد بن عبادہ کو جانشین رسول کریم صلعم بنایا جائے +

لھذا انصار میں یہ بات طے ہونے کے قریب تھی۔ کہ سعد بن عبادہ نے باوجود بیماری کے اپنی قوم کے اس انتخاب پر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد یہ تقریر کی +

"اے گروہ انصار جو فضیلت جو شرف اور جو فوقیت تمکو حاصل ہے عرب کی کسی قوم کو نصیب نہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم دس سال سے زیادہ مدت تک اپنی قوم میں تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ مگر بغیر چند لوگوں کے کسی نے اُنکی آواز پر کان نہیں دھرا۔ چند وہ لوگ جو حضور پر نور صلعم پر ایمان لائے وہ ہادی اسلام کو اپنی قوم کے دشمنوں سے بچا سکتے تھے اور نہ اُن سے دین اسلام کو یہ قوت و عزت حاصل ہو سکتی تھی جیسے کہ آج ہے۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ تم کو فضیلت دے۔ اور تمہیں یہ شرف حاصل ہو گیا اور یہ نعمتیں اور بزرگیاں نصیب ہوئیں کہ تم خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ ہادی اسلام حضور پر نور صلعم اور اُسکے رفقاء کو اعدا کے نرغے سے بچاؤ۔ ... دین اسلام کو معزز بناؤ اور دشمنان

دین پر جہاد کرو۔ چنانچہ آنحضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے حق میں تم نے سب سے زیادہ سختی سے مقابلہ کیا اور تمہاری شجاعت سے نہ فقط سارا عرب احکام ربانی کا پابند ہو گیا بلکہ دور دور کے مغرور و سرکش کمزور پڑ گئے۔

اب حضور پرنور صلعم نے وفات فرمائی اور اپنی زندگی کی آخری گھڑی تک تم سے راضی تھے۔ لہذا حکومت کو تم ہی لوگ اپنے قبضے میں کرو اور کوشش کرو کہ اوروں کے ہاتھ میں نہ جانے پائے اسلئے کہ حکومت اسلام کسی اور کا نہیں بلکہ خاص تمہارا حق ہے۔"

سعد کی اس تقریر نے انصار پر بڑا اثر کیا۔ اور سب نے یہ تجویز قبول کرتے ہوئے یہ جواب دیا

"آپ نے جو رائے دی ہے یہ صحیح رائے ہے۔ لہذا ہم سب آپ ہی کو اپنا حاکم اور جانشین حضرت رسول کریم صلعم بنائینگے۔ آپ قناعت کیش ہیں اور تمام مسلمان آپ سے خوش ہیں۔

یہ تو انصار کی رائے تھی۔ لیکن اس موقعہ پر بعض مہاجرین بھی موجود تھے انہوں نے اس تجویز کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

"ہم نے حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین الفت میں وطن چھوڑا ہے۔ ہم جناب ہادی اسلام صلعم کے قبیلے والے ہیں۔ اُنکے عزیز ہیں۔ اس لئے ہم سے زیادہ شریف اور افضل کون ہو سکتا ہے؟ لہذا ہم سے کسی غیر کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔"

اس اختلاف پر انصار میں سے کسی نے بآواز بلند کہا۔

"اچھا تم لوگ یہ نہیں مانتے تو ایک کام کرو ایک امیر تم میں سے منتخب ہو اور ایک ہم میں سے اس سے اچھا فیصلہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اگر تم اس سے بھی زیادہ دباؤ گے تو ہم ہرگز نہیں دب سکنے کے۔

سعد نے یہ الفاظ سنتے ہی جواب دیا۔ تمہاری یہ پہلی کمزوری ہے۔"

اس مشورہ کی اطلاع جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو وہ اُسی وقت حضرت ابوبکر

صدیق کو ساتھ لیکر بنی سعد کے جتھے کی طرف آئے جہاں انصار یہ مشورہ کر رہے تھے۔ راستہ میں ابو عبیدہ بن الجراح بھی ساتھ ہو لئے۔

چنانچہ انصار کے اس مجمع میں پہنچتے ہی حضرت عمرؓ نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔ مگر ابو بکر صدیقؓ نے انکو روک کر خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد کہا''

''لوگو! اللہ جل شانہ نے ہم میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو اس بات میں اپنی اُمت کا گواہ ہے کہ وہ خدا کی عبادت و توحید کریں۔ حالانکہ اسکے پیشتر وہ مختلف دیوتاؤں اور پتھروں یا لکڑی کے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اہل عرب کو اپنے آباؤ اجداد کے دین کا چھوڑنا ناگوار گزرا اس موقع پر خداوند تعالیٰ نے انہیں کی قوم میں سے بعض لوگوں کو اس شرف کے لئے مخصوص کیا کہ رسالت محمدی کی تصدیق کریں۔ اُنکے دوست نہیں اور اُن کی قوم اذیتیں پہنچاتی اور سختیاں کرتی تھی اُنکو آنحضرت رسول اکرم صلعم کی رفاقت میں برداشت کریں۔ ساری دنیا اُنکے خلاف تھی، تمام قوم والے اُنکے دشمن تھے لہٰذا یہی لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے روئے زمین پر خدائے واحد کی پرستش کی اُسی پر اور اُسکے رسول پر ایمان لائے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست ہیں اور اُنکی قوم کے لوگ ہیں اور وہی اُنکے جانشینی اور عنانِ حکمرانی سنبھالنے کے مستحق ہیں۔ اور یہ ایسا حق ہے جسیں بجز ظالم کے کوئی منصف مزاج اُنسے نہیں جھگڑ سکتا۔ تم اے گروہ انصار؟ وہ لوگ ہو جو کہ تمہارے دین قبول کرنے اور اسلام کی طرف سبقت کرنے کی فضیلت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ خدا کی مرضی میں تھا کہ تم کو اپنے دین اور اپنے رسول کے انصار یعنی معین و مددگار بنائے اور حضرت نبی کریم کی ہجرت تم میں ہو۔ لہٰذا ہمارے نزدیک مہاجرین اولین کے بعد تم سے زیادہ رُتبہ کسی کا نہیں ہے۔ اور اسی خیال سے میں کہتا ہوں کہ ہم میں سے اُمراء ہوں اور تم میں سے وزراء اور بغیر تمہارے مشورے کے معاملات کا فیصلہ نہ ہو۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی یہ تقریر سنکر انصار کے گروہ میں سے حباب بن منذر بن جموح نے اٹھکر کہا "اے گروہ انصار! تم لوگ اپنا امیر آپ منتخب کرلو یہ لوگ تمہارے زیر پناہ اور تمہارے سایۂ حمایت میں ہیں اور یاد رکھو کہ کوئی شخص تمہارے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ بغیر تمہاری رائے کے یہ لوگ کچھ نہیں کرسکتے تم عزت و شوکت والے ہو تمہاری تعداد زیادہ ہے تمہاری قوت بڑھی ہوئی ہے بلکہ تمام دنیا میں تمہاری تعداد زیادہ ہے تمہاری قومی قوت بڑھی ہوئی ہے اور ہر جگہ تمہاری دھاک بیٹھی ہے۔ لوگوں کی نظریں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں ہم تم پر کیا کرتے ہو۔ مگر ہاں تم میں پھوٹ نہ پڑے ورنہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا۔ تم نے سن لیا کہ ان لوگوں کو اس سے بھی انکار ہے کہ ایک امیر ان میں سے منتخب ہو اور ایک تم میں سے۔

حباب بن منذر کی یہ سخت تقریر سنکر حضرت عمر فاروق رضؓ خاموش نہ رہ سکے چنانچہ آپ نے کہا "افسوس! تم لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر دو امیر ہوئے تو ان میں کبھی اتفاق نہ رہے گا۔ اور خدا کی قسم اہل عرب اس بات کو ہرگز نہ مانیں گے کہ تم حکمران ہو، خصوصاً اس وقت جبکہ ہمارے پیغمبر عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے سوا دوسری قوم میں سے تھے۔ برخلاف اس کے سارے عربوں کو اس میں مطلق عار نہ ہوگا کہ اسی قوم میں کا ایک شخص آنحضرت محمد صلعم کا جانشین بنایا جائے جس میں نبوت تھی۔ ہم لوگوں کے لئے یہ نمایاں حجت ہے۔ اسلئے محمد صلعم کی حکومت و جانشینی میں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہم لوگ انہیں کے قرابت دار ہوں اور انکے گروہ میں ہیں ہم سے کون شخص جھگڑا کرسکتا ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ کی اس تقریر پر حباب بن منذر نے یہ جواب دیا:-

"اے گروہ انصار! حکومت کو اپنے ہی ہاتھ میں رکھو۔ انکا اور انکے ساتھیوں کا کہنا

نہ سنو ورنہ حکومت میں یہ لوگ تمہارا حق چھین لینگے اور اگر انکو تمہاری حکومت تسلیم کرنے میں انکار ہو تو ان لوگوں کو اپنے شہر اور گرد و نواح کی بستیوں سے نکال دو۔ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ خلافت کے مستحق ہو تمہاری تلواروں نے ان لوگوں کو مطیع اسلام بنایا۔ ہم حکومت کی وہ اصلی بنیاد ہیں جو سب کا مرجع و ماوٰی ہے اور وہ خوشہ ہیں جو سب طرف سے محفوظ ہے ہم کچھار ہیں شیر ہیں، اور خدا کی قسم اگر تم چاہو تو آج حکومت و جبروت کو توڑ کے پھر لوگوں کو ویسا ہی منتشر کر سکتے ہو جیسے کہ پہلے تھے ۔

یہ سنکر حضرت عمرؓ ضبط نہ کر سکے۔ لیکن ابو عبیدہ بن الجراح نے مصالحت کے طور کہا "اے انصار تم وہ لوگ ہو کہ تم نے سب سے پہلے دین اسلام کی مدد کی اب ایسا نہ کرو کہ تمہیں سب سے پہلے بدلنے والے بن جاؤ اس بات کا انصار پر بہت اچھا اثر پڑا چنانچہ انصار ہیں سے بشیر بن سعد نے اٹھکر یہ تقریر کی۔

"اے گروہ انصار! مشرکین پر جہاد کرنے اور ایمان لانے میں سبقت کرنے کے اعتبار سے اگرچہ ہم افضل ہیں مگر اس سے خدا کو راضی کرنے اور خدا کے رسول آنحضرت محمد صلعم کی اطاعت و فرماں برداری اور اعلاء کلمۃ اللہ میں دل و جان کوشش کرنے کے سوا ہماری اور کچھ غرض نہ تھی۔ اسلئے اب یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ حکومت کی ہوس میں ہم اُن لوگوں سے زیادہ الجھیں۔ ہم کو دنیا نہیں چاہئے اس کا خیال کرو کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں سے تھے لہٰذا اُنکے معاملوں میں انہیں کی قوم زیادہ استحقاق رکھتی ہے اور میں اپنے متعلق تو قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس بارے میں اُن سے نہ جھگڑوں گا۔ لوگو! خدا سے ڈرو اور ان لوگوں سے مخالفت نہ کرو۔"

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھکر فرمایا۔ تو پھر کیا ہے یہ

عمرؓ اور عبیدہؓ موجود ہیں ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔"

حضرت ابو بکر صدیق کی یہ بات سنکر حضرت عمرؓ و حضرت عبیدہؓ نے فرمایا۔

"ہم خدا کی قسم آپ کے ہوتے اس خدمت کو اپنے ذمے نہیں لے سکتے تمام مہاجرین میں افضل آپ ہیں۔ امامت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام آپ ہیں۔ جو مسلمانوں کی سب سے بڑی سرداری ہے لائیے ہاتھ لائیے۔"

یہ کہتے ہی حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ساتھ ہی ابو عبیدہؓ اور دیگر ان " مہاجرین نے جو اسوقت موجود تھے۔ بیعت کر لی اور اسی سلسلے میں انصار میں سے جب بشیر بن سعد نے بھی بیعت کی تو حباب بن منذر نے شور مچاتے ہوئے۔ بشیر سے کہا تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے ابن عم کا ساتھ چھوڑ کر غیروں سے مل گئے۔"

بشیر نے اسکا یہ جواب دیا۔ "خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ مگر ہاں مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ ان لوگوں سے ان کے حق میں جھگڑا کروں ÷

ناظرین کو ہم بتا چکے ہیں کہ ہجرت رسول اللہ صلعم سے پیشتر مدینہ شریف میں انصار کے دو گروہ تھے بنی خزرج اور بنی اوس۔ اور ان دونوں قبائل میں مدت کی عداوت چلی آتی تھی۔ لیکن حضور پر نور صلعم نے ان دونوں قبائل کو شیر و شکر کر دیا تھا لیکن حضور پر نور صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد ان ہر دو قبائل میں ان کی یہ دبی ہوئی کاوش پھر نمودار ہونے کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ سعد بن عبادہ بنی خزرج کے سردار تھے انصار میں سے بشیر نے جب حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو قبیلہ اوس والوں نے ایک دوسرے کو کہا۔ "بنی خزرج اپنے سردار کو حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ایک بار بھی بنی خزرج کو حکومت مل گئی تو پھر خدا کی قسم انہیں میں رہے گی۔ ہم کبھی سر نہ اٹھا سکینگے۔ لہذا ہم لوگوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ ہم بھی ابو بکرؓ کے ہاتھ بیعت

کریں۔

اسی خیال کی بنا پر انصار میں سے تمام قبیلہ بنی اوس نے ابو بکر صدیق رضؓ کی بیعت کر کے انکی خلافت تسلیم کرلی۔

جب بنی اوس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کی خلافت تسلیم کرلی تو پھر کیا تھا۔ بنی خزرج اور سعد بن عبادہ کا سارا زور ٹوٹ گیا سب لوگ چاروں طرف سے دوڑ دوڑ کر حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے جسکا انجام یہ ہوا کہ بہت سے خزرجیوں نے بھی بیعت کی آخر سعد بن عبادہ بادل ناخواستہ اس مجمع میں اٹھکر اپنے گھر چلے گئے۔

## خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

عہد خلافت ۲ سال تین ماہ ۱۰ یوم
تاریخ وفات ۲۲ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ
سن مبارک ۶۳ سال

دوسرے دن ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں ممبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے پہلے تمام لوگوں نے بیعت کی اور آپ نے خدا و رسول کی حمد و تعریف کے بعد مسلمانوں سے کہا۔ "مسلمانو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں اگرچہ نہ تم پر میں کوئی فوقیت رکھتا ہوں اور نہ تم میں سب سے اچھا ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو تم سب میری مدد کرو۔ برائی کروں۔ تو میری اصلاح کرو۔ سنو! سچائی امانت داری ہے اور جھوٹ خیانت انشاء اللہ تعالیٰ تم میں جو کمزور ہو جب تک اسکی دادرسی نہ ہو جائے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوگا۔ اور تم میں جو بڑا زبردست ہوگا اس سے جبتک دوسروں کا حق ادا نہ کرالیا جائے میری نگاہ میں سب سے زیادہ کمزور ہوگا۔ تم لوگ جہاد (فی سبیل اللہ) سے ہاتھ نہ روکو اس لئے کہ جس قوم نے جہاد کو چھوڑ دیا اسکو اللہ جل شانہٗ ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔

لوگو؟ جب تک میں خدا و رسول کا مطیع ہوں تم بھی میری اطاعت کرو اور جب میں خدا و رسول کی نافرمانی کروں تب میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔ لو اب اٹھکر نماز پڑھو خدا تم سب پر رحمت کرے"

اگرچہ مدینہ شریف اور گرد و جوار کے عام لوگ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ تسلیم کرکے اُن سے بیعت کر چکے تھے۔ لیکن ابھی بہت لوگوں کو اس انتخاب خلافت میں اختلاف تھا جن میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور اُنکے ساتھ تمام بنی ہاشم حضرت زبیرؓ حضرت طلحہ حضرت ابوسفیان۔ وغیرہ بھی تھے۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنے اپنے گھروں میں خاموش ہو بیٹھے اسپر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد یہ تھا کہ جن لوگوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی اُنسے بیعت کرائی جائے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا یہ خیال تھا کہ خود ہی سب لوگ بیعت کر لینگے۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ حضور پر نور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مرض میں ہی بغاوت کے آثار شروع ہوگئے تھے۔ اسود عنسی مسیلمہ کذاب اور طلحہ نے پیغمبری کا دعویٰ کرکے اور طرح طرح کے فریب سے ملک عرب میں ایک آگ سی لگا دی تھی۔ بنی مدحج میں سے اکثر لوگ اسود کے معتقد ہوگئے تھے۔ اور اُس نے یہ قوت حاصل کرکے نجران پر حملہ کیا۔ نیز اس کے سپہ سالار قیس بن عبد یغوث نے فروہ بن مسیک مرادی پر جو حاکم تھا حملہ کرکے انہیں بھگا دیا۔ بنی اسود کی یہ طاقت دیکھکر بنی مدحج میں سے جو لوگ مسلمان رہ گئے تھے وہ بھی فروہ کی فوج میں جا ملے۔ اسلئے سارا ملک یمن اسود کا ہوگیا اگرچہ حضور پر نور صلعم کے ارشاد سے بہادران اسلام نے اس جھوٹے نبی کا سارا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔ یعنی اسود قتل کر دیا گیا تھا اور تمام ملک یمن پھر زیر حکم اسلام ہوگیا تھا۔ تاہم حضور پر نور صلعم کی وفات کے بعد

اسو دکی لگائی ہوئی آگ میں ابھی کچھ چنگاریاں باقی تھیں۔ اور ہر طرف سے ارتداد وبغاوت کی خبریں آ رہی تھیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے رسب سے پہلے حضور پر نور صلعم کے ارشاد کے مطابق اُسامہ کو اُنکی مقررہ مہم پر روانہ ہونے کا حکم دیا اور تاکید فرمادی کہ جتنے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہم کے لئے نامزد فرما گئے تھے وہ سب اُسامہ کے ساتھ جائیں ۔

اس مہم کے لئے بہادران اسلام مقام جرف میں جمع ہوئے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ و عمر فاروق رضؓ بھی وہاں تشریف لے گئے تاکہ اس لشکر اسلام کو اپنے سامنے روانہ کردیا جاوے ۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ کے ساتھ جب مقام جرف میں پہنچے اس وقت سپہ سالار لشکر اسلام حضرت اُسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے لشکر کوچ کرنے کو تھا۔ اُسامہؓ نے خلیفہ اول کو پیدل دیکھ کے کہا ۔

"اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ بھی گھوڑے پر سوار ہوں یا مجھے گھوڑے سے اترنے کی اجازت دیں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا ۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ نہ میں سوار ہونگا اور نہ تم کو اُترنے دونگا۔ خدا کی راہ میں ایک گھڑی بھر کے لئے میرے پاؤں اگر گرد آلود ہو جائینگے تو کیا بگڑ جائیگا ۔ غازی کے لئے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سات سو درجے اُسکی ترقی ہوتی ہے اور اُس کے سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں"

اُس کے بعد آپنے ایک فصیح تقریر میں مجاہدین کو یہ نصیحتیں اور ہدائتیں فرمائیں ۔

**فلسطین و شام کی طرف لشکر اسلام کی روانگی ۔**

"خیانت و بدعہدی نہ کرنا۔ دلوں میں کینہ و بغض نہ رکھنا۔ مقتولین کے اعضا ہاتھ پاؤں اور ناک کان، نہ کاٹنا۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ درختوں کو نہ اکھاڑنا نہ جلانا۔ میوہ دار

درختوں کو نہ کاٹنا۔ رعایا کے مویشی اور اونٹ نہ ذبح کرنا۔ راستے میں تمہیں ایسے لوگ ملینگے جو خانقاہوں میں بیٹھ رہے ہیں اُن سے تعرض نہ کرنا اور اُنکے اطمینان میں خلل نہ ڈالنا۔ تمہیں ایسے لوگوں سے بھی سابقہ پڑے گا جو درمیان میں چندیا منڈاتے اور گردے کے بال بڑھاتے ہیں (یہ غالباً روم کے فوجی لوگوں اور سرداروں کی وضع تھی) انکو اپنی تلواروں کا ہدف بنانا"۔

بس میں کہہ چکا۔ اب تم خدا کا نام لے کے روانہ ہو جاؤ۔

جب لشکر اسلام روانہ ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ مدینے شریف میں واپس چلے آئے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے زمام خلافت ایسے وقت میں سنبھالی تھی جبکہ اسلام نہایت بے چینی اور خطرہ کی حالت میں مبتلا تھا۔ اس اضطراب کی وجہ وہی تھی جسکا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اس ارتداد کے اسباب میں یہ امر بھی شامل تھا کہ بعض قبیلے بظاہر اسلام کے مطیع تو ہو چکے تھے لیکن اسلام نے اُنکے دلوں اور خیالات پر پورا قابو نہیں پایا تھا۔

جب حضور پر نور صلعم نے رحلت فرمائی تو بعض لوگوں کے دماغوں میں یہ ہوا سمائی تھی کہ اب نبوت کا دعویٰ کر لینا آسان ہے چنانچہ بنی اسدی میں طلحہ بن خویلد الاسدی بنی تمیم میں سجاح اور یمامہ کے باشندوں بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب وغیرہ نے اپنی نبوت کو چمکایا اور ہر شخص نے اپنے قبیلہ اور مددگاروں سے امداد حاصل کی۔ اس وجہ سے تمام عرب کے تمام قبائل میں ان دنوں بہت کچھ کھلبلی پڑ گئی تھی بعض قبائل تو ان دعویداران نبوت کے پیرو بنگئے تھے اور کچھ ایسے تھے جو صرف زکوٰة دینے سے باز رہے +

**فتنہ ارتداد اور اسکا انسداد** کیونکہ حالانکہ زکوٰة اسلام کے ابتدائی ارکان میں شامل

سے اور ان کی حالت بعینہ ایسی ہے جیسے دیگر سلطنتوں کا محکمہ مال۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر وقت ہر جگہ سلطنتوں کے قیام کے لئے مال کا ہونا ضروری ہے لیکن بعض قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے اسلئے انکار کر دیا تھا کہ انہوں نے اسے تاوان کی قسم سے سمجھا جو وہ جاہلیت کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے۔

اگرچہ بنی ہاشم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ حضرت زبیر رضہ حضرت طلحہ رضہ حضرت ابو سفیان وغیرہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضہ کی خلافت میں چندر ذرا اختلاف رہا لیکن دین اسلام میں کسی قسم کا اختلاف نہ تھا۔ چنانچہ دین کے اس فتنہ ارتداد کے انسداد کے لئے سب اصحاب رسول صلعم متفق و متحد ہو گئے سب سے بڑا فتنہ طلیحہ کی شورش کا تھا۔ طلیحہ نے حضور پر نور صلعم کی زندگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن جب آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد میں ضرار بن آزدر کو اسکی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا تو اس وقت طلیحہ کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ چنانچہ ضرار کے ہمراہی بہادراں نے طلیحہ کو پکڑ لیا تھا۔ اور جب ضرار نے تلوار کا وار کیا تو وہ اوچھا پڑا اور طلیحہ نے بھاگ کر شور کر دیا کہ مجھ پر تلوار اثر ہی نہیں کر سکتی اتنے میں حضور سرور عالم صلعم نے سفر آخرت اختیار فرمایا تو طلیحہ کی نبوت اور بھی چمک اُٹھی۔ قومی حمیت کے باعث بہت سے لوگ اُس کے طرفدار ہو گئے۔ جس میں زیادہ تر بنی آسد بنی غطفان بنی فزادہ اور بنی طے تھے۔

چنانچہ ان دونوں بنی فزادہ و غطفان تو طیبہ کے جنوب کی طرف بڑھ گئے تھے بنی طے اپنے ہی حدود پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور بنی اسد سمیرا میں پہنچے۔ بنی عبس۔ بنی ثعلبہ بنی سعد اور بنی مرہ علاقہ ربذہ کے مقام ابرق میں فروکش ہو گئے بہت سے بنی کنانہ بھی ان میں جا ملے تھے۔ جب طلیحہ کے پیروؤں کی تعداد بڑھی تو چونکہ ابرق میں گنجائش نہ تھی اسلئے اُنکے دو گروہ ہو گئے۔ ایک تو ابرق میں ٹھیرا دوسرا مقام ذی القصہ میں پہنچ گیا۔ جو مدینے کے قریب تھا۔ طلیحہ نے ان لوگوں

پر اپنے بھائی حبال کو سردار مقرر کیا ابھی یہ لوگ مدینے شریف پر حملہ کرنے کی تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ انکے علم کے نیچے دُئل بنی لیث اور بنی مدلج کے بہت سے لوگ بھی آگئے۔"

چنانچہ ان لوگوں نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ "ہم نماز تو پڑھینگے مگر زکوٰۃ نہ دینگے"۔

اس پر حضرت ابوبکر رضؓ نے کہلا بھیجا۔ زکوٰۃ کا چھوڑنا درکنار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اگر تم کوئی تسمہ بھی دیتے تھے اور آج اگر نہ دوگے تو اس انحراف کے لئے میں جہاد کرونگا۔"

قاصدوں نے جاکر اپنے لوگوں سے یہ جواب پہنچاتے ہوئے کہا۔ "مدینے میں تھوڑے ہی لوگ ہیں ابھی اگر حملہ کیا گیا تو آسانی سے قبضہ ہو جائیگا۔"

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی غافل نہ تھے۔ انہوں نے بھی ان قاصدوں کے جاتے ہی فوراً مقابلہ کیلئے انصار کا ایک لشکر مرتب کرکے اُسپر حضرت علی مرتضیٰؓ، طلحہ رضؓ، زبیر رضؓ اور عبداللہ رضؓ ابن مسعود کو افسر مقرر کرکے شہر کی حفاظت پر مامور کیا پھر تمام اہل مدینہ کو حکم دیدیا کہ مسجد نبوی میں حاضر رہا کریں تاکہ حسب ضرورت مقابلہ کے لئے بہادران اسلام تیار رہیں۔

اس انتظام کو تین ہی دن ہوئے تھے کہ دشمن ایک رات کو آہی پہنچے۔ اور ایک گروہ مقام ذی حسی میں ٹھیرا رہا کہ ان لوگوں کے بعد وہ بھی آپڑے۔ مدینے کی حفاظت پر جو فوج مامور تھی اُس نے اُنکو باہر روکا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو جب اسباب کی خبر ہوئی تو آپ بھی اہل مسجد کو ساتھ لے کر آئے اور ایسا دلیرانہ حملہ کیا کہ دشمن شکست کھا کے بھاگے اور ذی حسی پر جاکے دم لیا اس مقام کے ٹیلوں پر جو دشمن جمع تھے اُنہوں نے یہ عجیب حرکت کی کہ دھی جانے کے مشکیزے پھونک

اگر اور رسیوں میں باندھکے ٹیلوں سے نیچے لڑھکا دیئے۔ اُنکی اس حرکت سے اہل مدینہ کے اونٹ ایسے بھڑکے کہ بے تحاشا پلٹ کر بھاگے۔ اُس وقت موقع پاکر ذی القصہ کے گروہ والے بھی اُن مرتدوں سے آملے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ رات بھر فوج کی ترتیب اور لڑائی کا بندوبست کرتے رہے صبح ہوتے ہی آپ نے بہادران اسلام کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اور

## جنگ ذی القصہ

طلوع آفتاب سے پہلے ہی مسلمان اُس ٹیلے پر پہنچ گئے جسپر دشمنوں کا جماؤ تھا۔ قبل اس کے کہ انہیں خبر ہو دشمنوں پر مسلمانوں کی تلواریں پڑنے لگیں اور صحابہ رسول اکرم صلعم نے اس کام کو ایسی خوبی اور ایسی بہادری سے انجام دیا کہ سورج پورا نکلنے نہیں پایا تھا کہ مرتدین بھاگے +

حضرت ابوبکر رضؓ نے تعاقب کیا اور مقام ذی القصہ تک انکا پیچھا نہ چھوڑا ذی القصہ میں پہنچ کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔ حضور پرنور صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد مسلمانوں کی یہ پہلی فتح تھی۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے نعمان بن مقرن کو چند مسلمانوں پر سردار مقرر فرماکے وہیں چھوڑا اور خود مدینے شریف میں واپس آئے مگر مشرکین نے بنی عبس اور بنی ذبیان کو ان مسلمانوں کی مخالفت میں ابھار دیا جنہوں نے نرغہ کر کے اُن سب کو شہید کر ڈالا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو اُنہیں بڑا صدمہ ہوا۔

اس فتح سے مسلمانوں کا اثر بڑھ گیا۔ اور جابجا سے صدقات کی رقمیں مدینے میں آنے لگیں چند روز بعد جب حضرت عمرو بن العاص عمان[1] سے واپس آئے

---

[1] حضور پرنور صلعم نے حجۃ الوداع سے آتے ہی عمرو بن العاص کو فرمانروائے عمان جیفر کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ عمرو بن العاص وہیں تھے کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی یہ خبر سنکر عمرو رضؓ بحرین گئے وہاں پہنچکر سُنا کہ حاکم منذر بن ساوی مرگیا ہے۔ اس لئے وہاں (دیکھو صفحہ ۲۷)

تو اُن سے یہ سنکر کہ راستے میں ہر ایک جگہ بغاوت پھیلی ہوئی ہے مسلمان پریشان ہوئے۔

یمن میں اسود عنسی کے مارے جانے بعد اُسکے گروہ والوں نے شہر صنعاء اور نجران کے درمیان لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا اگرچہ سارا یمن مسلمانوں کے زیر اقتدار آ چکا تھا۔ لیکن وہاں اسود کے فتنے کی جڑ ابھی تک باقی تھی۔

ادھر حضر موت میں بھی لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور یہ سب باغی لوگ اپنے حصاروں میں جا کے جمع ہوئے۔ انکے ساتھ چار بھائی مخوص، مشرح، جمد، ابضعہ (جو ملوک کہلاتے تھے) تھے اور اُنکی بہن عمروہ بھی اُنکے ہمراہ تھی یہ چاروں ایسے طاغی و سرکش ملوک کندہ تھے کہ حضور پر نور صلعم نے اُن پر لعنت بھیجی تھی۔ چنانچہ ان چار سرکشوں کے ساتھ بہت سے لوگ شریک ہو گئے اس طرح اسلام کے خلاف یہ ایک خوفناک جمعیت قائم ہو گئی۔

ان لوگوں میں صرف شرجیل بن سمط اور اُسکا بیٹا مع اپنے چند ہم قوم رفقائے کے مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ باقی سب لوگ علم بغاوت بلند کر رہے تھے۔

امراء القیس بن عابس سے جو شرجیل کے ساتھ تھا سکاسک اور سکون کے اُن چند لوگوں نے جو دین اسلام پر قائم تھے کہا دشمنوں پر جس قدر جلد ہو سکے شب خون مارنا چاہئے ورنہ اُنکی قوت اور بڑھ جائے گی۔

امراء القیس نے اس بات کو منظور کیا اور سب کے سب راتوں رات چل کھڑے

(بقیہ صفحہ ۲۲) سے بھی کوچ کیا اور بنی عامر میں پہنچے اُنکا سردار قردہ بن ہبیرہ نہایت اخلاق سے ملا اور جب عمرو بن عاص رخصت ہونے لگے تو قردہ نے کہا۔ اہل عرب میں کوئی شخص بھی آپکو زکوٰۃ وغیرہ دینے پر راضی نہیں ہے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ لوگ زکوٰۃ معاف کرا دو۔ اسپر عمرو بن عاص نے قردہ کیا تو مرتد ہو گیا ہے اور ہمیں اہل عرب کا خوف دلاتا ہے؟ یاد رکھو ہمارے گھوڑے تمہارے گھروں کو پامال کر دینگے۔

ہوئے۔ حصارؤں میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ لوگ اطمینان کے ساتھ الاؤ کے گرد بیٹھے تاپ رہے ہیں۔

ان لوگوں کی شوکت و حشمت اگرچہ بڑھی ہوئی تھی مگر مسلمان رات کے وقت پانچ طرف سے جو اُن پر یک بیک جا پڑے تو سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اُنکے ہمراہی بھاگنے میں بکثرت مارے گئے۔

یہ مغرور لوگ یہاں سے بھاگ کر اشعث نام اپنے ایک دوست اور سردار کے پاس گئے اُس نے جب انکو غیرت دلائی تو اُن میں جوش بغاوت بڑھا اور مسلمانوں کے مقابلے کیلئے از سر نو فوج انہوں نے جمع کی یہ حال دیکھکر زیاد بن لبید نے مہاجر کو لکھا مگر وہ مدینے سے روانہ ہو چکے تھے راستے میں اُنکو زیادہ کا خط ملا تو فوراً عجلت سے کوچ کرتے ہوئے پہنچے اور اس کے بعد ہی سرکش بنی کندہ کے مقابلہ پر روانہ ہو گئے۔ حصار زرقان میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا اور لڑائی ٹھن گئی آخر بنی کندہ شکست کھا کر بھاگے۔ بہت سے بھاگنے میں مارے گئے اور جو بچ گئے اُنہوں نے قلعہ نجیر میں جا کے پناہ لی۔

اتنے میں حضرت اُسامہ رض سرحد شام تک جا کے راستے میں سرکش قبائل بنی قضاعہ وغیرہ کی بخوبی گوشمالی کرتے ہوئے چالیس دن کے اندر ہی مدینہ شریف میں واپس آگئے۔

اُنکے آتے ہی ابو بکر صدیق رض نے اُنکو تو آرام لینے اور سستانے کے لئے مدینہ شریف میں چھوڑ دیا اور خود بہادران اسلام کو لے کے مقام ذی حسی اور ذی قصہ ہوتے ہوئے ابرق میں پہنچے جہاں دشمنوں کا لشکر عظیم جمع تھا۔

## جنگ ابرق

یہاں پہنچتے ہی خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بہادران اسلام کے ساتھ مشرکوں پر حملہ کر دیا تھوڑی

دیر تک دشمنوں نے بامردی دکھائی مگر آخر حق پرستوں کی جانبازی سے حق غالب آیا۔ مرتد شکست کھا کر بھاگے دشمنوں کا سردار حطیہ گرفتار ہوا۔ تو تمام بنی عبس اور بنی بکر میدان چھوڑ کر بھاگے۔

اس فتح کے بعد ابوبکر صدیق رضؓ چند روز وہیں فروکش رہے بنی ذبیان اور ان کی بستیوں پر قبضہ کر کے انکو مسلمانوں کے مویشیوں کے لئے محفوظ کر دیا۔

ادھر ہزیمت خوردہ بنی ذبیان بنی عبس مقام نزاخہ میں سردار طلیحہ کے پاس پہنچے اور اس کو اپنی ناکامی کی خبر سنائی۔ طلیحہ یہ حال سنتے ہی اپنے تمام رفقاء کے ساتھ سمیرا میں پہنچا اور اسی مقام پر ٹھہر کر مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگا۔

لیکن خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجائے اس کے کہ ان سرکشوں کا مقابلہ کریں مصلحت وقت کے لحاظ سے مدینہ شریف میں واپس چلے آئے مدینہ شریف میں اسامہ کا لشکر آرام لے چکا تھا۔ جابجا سے صدقات و زکوٰۃ کی رقمیں معتد بہ مقدار میں آگئی تھیں اور حمایت دین اسلام کے لئے مدینہ شریف میں کافی فوج موجود تھی۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے پوری قوت سے ساتھ تمام مرتدین کے استیصال کا انتظام شروع کیا۔

**مرتدین کی سرکوبی کے لئے بہادران اسلام کے گیارہ دستے**

چنانچہ خلیفہ اول نے بہادران اسلام کے ۱۱ دستے بنائے۔ اور یہ گیارہ جھنڈے گیارہ اصحاب رسول صلعم کے سپرد کئے گئے۔

ایک دستہ کا جھنڈا خالد بن ولید رضؓ کو سپرد کر کے طلیحہ کے سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

دوسرا جھنڈا عکرمہ رضؓ بن ابوجہل کو دیا اور انکو مسیلمہ کذاب کے مقابلہ پر بھیجا تیسرا جھنڈا مہاجر بن ابی امیہ کو دے کر فرمایا کہ تم یمن کی طرف جا کے اسود عنسی کے سرکش

لشکر کا استیصال کرو اور اس سے فراغت حاصل کر کے حضر موت میں جاکر بغی کنندہ کی سرکوبی کرو۔

چوتھا جھنڈا خالد بن سعید کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم شام کے سرحدی علاقے پر جاؤ اور وہاں جو سرکش و مرتد قبائل نظر آئیں انکو سزا دے کر راہ راست پر لاؤ۔

پانچواں جھنڈا عمرؓ بن عاص کو دیا اور انکو بنی قضاعہ کی طرف بھیجا جو شمال و مشرق عرب میں تھے اور ان قضاعیوں سے الگ تھے جنہوں نے شام کے قریب سکونت اختیار کر لی تھی۔

چھٹا جھنڈا حذیفہ بن محصن الغلفانی کو دیا اور انکو اہل دبا کے مقابل بھیجا۔

ساتواں علم عرفجہ بن ہرثمہ کو دیا اور انہیں قبائل مہرہ کی طرف روانہ کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ آگے بڑھکر تم اور حذیفہ ایک دوسرے سے ملجانا۔

آٹھواں جھنڈا شرحبیل بن حسنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم عکرمہ بن ابو جہل کے پیچھے پیچھے روانہ ہو اور جب مسیلمہ کذاب سے فراغت ہو جائے تو بنی قضاعہ کیطرف بڑھ جاؤ۔

نواں جھنڈا معن بن حاجز کو دیا اور انکو بنی سلیم اور انکے ہم آہنگ رفیقوں بنی ہوازن کی طرف روانہ کیا۔

دسواں علم سوید بن مقرن کو دیکر فرمایا کہ تم یمن کے علاقے تہامہ میں جاؤ۔

گیارھواں جھنڈا علاء بن الحضرمی کو دیا اور بحرین کی طرف روانہ فرمایا۔

ان سب مقامات اور قبائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے پہلے اپنے قاصدوں کے ہاتھ اس مضمون کے خط روانہ کئے کہ دین اسلام کو قبول کرو۔ اور راہ راست پر آؤ۔ ورنہ ارتداد کے انجام سے ڈرتے رہو۔

چنانچہ یہ گیارہ عساکر اسلامیہ کے سب علمبردار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہلی

مقام ذی القصہ میں جمع ہوئے اور وہاں سے سب نے اپنے اپنے مجوزہ مقامات کی راہ لی
ان سب سرکش قبائل سے زیادہ طلیحہ کی شورش تھی جس نے بنی طے کے اندرونی
قبائل جدیلہ اور غوث کو بھی اپنے لشکر میں لا کے جمع کر لیا تھا جن میں سے کچھ تو
فوراً اُس کے پاس چلے گئے اور بعض نے وعدہ کیا کہ ہم بعد کو آئینگے۔
خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کا یہ انسداد
فرما کر سب سے پہلے عدی بن حاتم کو (جو ابھی ابھی رقم زکواۃ دے کر دارالخلافت
مدینہ شریف میں آئے تھے) یہ فرمایا۔ کہ تم فوراً جا کے اپنی قوم کی اصلاح کرو۔
چنانچہ عدی بن حاتم نے جاتے ہی حسب الارشاد اپنی قوم بنی طے کو سمجھایا
انجام سے ڈرایا۔ اور اسلام کی دعوت کی عدی بن حاتم کے کہنے کا اسقدر اثر
ہوا۔ کہ جتنے لوگ اُن کے سامنے آئے وُہ سب مُسلمان ہو گئے۔ اِس پر حضرت
ابوبکر صدیقؓ نے یہ بھی کہلا بھیجا۔ کہ آپ لوگ لشکر اسلام کو اتنی مدد دیں کہ ہمارے
قبیلے کے جو لوگ طلیحہ کے فریب میں آکر اُس کے لشکر میں چلے گئے ہیں۔ اُن کو
واپس بلا لیں۔
چنانچہ دو چار روز میں سارے بنی طے طلیحہ کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے آئے
بنی طے کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد خالد بن ولید نے ارادہ کیا کہ
بنی جدیلہ کی طرف بڑھیں مگر عدی نے انکو روک کر کہا۔ کہ پہلے مجھے وہاں جانے دیجئے
چنانچہ عدی نے تنہا جا کر قبیلہ جدیلہ کو سمجھایا۔ مخالفت اسلام کے انتقام سے ڈرایا
چنانچہ عدی کے سمجھانے پر ان لوگوں نے بغیر مقابلہ دین اسلام کے آگے سر اطاعت
خم کر دیا۔ اب خالد بن ولیدؓ نے اپنے لشکر کو لیکر طلیحہ کی طرف بڑھے اور دو انصاری
بہادروں کو عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرن کو اپنی فوج کا سردار بنا کے آگے
بڑھایا۔ طلیحہ کا بھائی جبال طلیحہ اسلام کے لشکر پر آ پڑا مگر ان دونوں انصاری بہادروں

نے ثابت قدمی سے مقابلہ کر کے دشمنوں کو شکست دی بیال مارا گیا اور اُسکے رفقا اپنے سردار کو میدان جنگ میں مردہ چھوڑ کر بھاگے۔

بھائی کے مارے جانے کا حال سُنکر طلیحہ بیتاب ہوگیا۔ اور نہایت غیظ و غضب میں اپنے بھائی سلمہ کے ساتھ طلیحہ لشکر اسلام پر آ پڑا۔ طلیحہ کے ساتھ اس قدر کثیر التعداد فوج تھی کہ خالد کے سپاہی طلیحہ والوں کے نرغے کو نہ روک سکے۔

عکاشہ اور ثابت دونوں بہادران اسلام اسی لڑائی میں شہید ہوئے اور خالد کے پہنچتے پہنچتے طلیحہ لشکر اسلام کو نقصان پہنچا کر واپس ہو گیا۔

جب خالد رضہ پہنچے تو انہیں ان دونوں بہادران انصار کی لاشوں کو خاک و خون میں پڑا ہوا دیکھکر نہایت رنج ہوا۔ اور اس واقعہ سے خالد رضہ نے سمجھ لیا کہ طلیحہ کے ہمراہ بہت زیادہ لشکر ہے اور اُس کے جھنڈے کے نیچے بڑے بڑے کار آزمودہ پہلوان ہیں۔ اسلئے خالد بن ولید مصلحت وقت کے لحاظ سے بجائے آگے بڑھنے کے بنی طے کی طرف واپس ہوئے اور اُن سے جب مدد مانگی تو انہوں نے کہا بنی قیس کے مقابلے میں تو ہم آپکو کافی مدد دے سکتے ہیں مگر بنی اسد سے ہم نہ لڑینگے وہ اسلئے کہ اگرچہ وہ مرتدوں اور مشرکوں کے ساتھ ہیں مگر ہمارے خلیف ہیں اسپر خالد رضہ نے کہا "تم جس سے چاہو لڑو۔ مگر ہمارا ساتھ دو۔ ہم اسپر اصرار نہ کرینگے کہ فلاں قبیلہ سے ضرور لڑو۔

عدی جو دینداری کے جوش میں تمام دنیوی تعلقات بھول گئے تھے اسموقعہ پر بولے "مجھے کسی کا حلیف ہونے کی پرواہ نہیں جب بنی اسد نے دشمنان اسلام کا ساتھ دیا تو ہمارے حلیف بھی وہ نہیں رہے۔ میں تو بلا تامل اُنسے لڑوں گا"

اسپر خالد رضہ نے کہا جیساکہ بنی اسد سے جہاد کرنا ہے۔ ویسا ہی بنی قیس سے مقابلہ کرنا ہے۔ اس میں اصرار نہ کرو وہی کرو جس میں تمہارے قبیلہ کے لوگ خوش ہوں

آخر حضرت خالدؓ نے بنی طے کو ساتھ لیکر اپنا لشکر مرتب کیا۔ طلیحہ کے مقابلے کیلئے بڑھے۔ اور بزاخہ میں جا پہنچے۔ بنی عامر یہاں سے قریب ہی تھے۔ مگر انہوں نے کسی کا ساتھ نہ دیا۔

## جنگ بزاخہ

طلیحہ بزاخہ میں موجود ہی تھا۔ اُس نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور میدان جنگ گرم ہوگیا۔ نامور شجاع عرب عیینہ بن حصن طلیحہ کے ساتھ تھا۔ اور اُس کے جھنڈے کے نیچے سات سو فزاری تھے۔ جو نہایت ہی ثابت قدمی و پامردی سے لڑ رہے تھے۔ خود طلیحہ ایک چادر اوڑھے پیغمبر بنا لشکر کے پیچھے کھڑا تھا۔ دیر تک اس جدال و قتال میں جب کوئی نتیجہ نہ ظاہر ہوا۔ تو عیینہ نے طلیحہ کے پاس آکر پوچھا۔ فرمایئے آپ پر جبرائیل آئے اور کوئی خبر لائے؟ اُس نے کہا کہ ابھی نہیں اُدھر مسلمان زیادہ جوش و خروش سے حملہ کر رہے تھے۔ اور طلیحہ کے ہمراہی بدحواس ہوتے جاتے تھے۔ آخر عیینہ پھر گھبرایا ہوا طلیحہ کے پاس آیا۔ اور اُس نے پھر یہی دریافت کیا کہ اب بھی جبرئیل آئے یا نہیں۔ ہمارا تو کام تمام ہوا جاتا ہے۔ اس پر طلیحہ نے کہا۔ ہاں آئے ہیں۔ اور یہ وحی لائے ہیں۔ کہ "اِنَّ لَکَ رَحًا کَرَحَاہٗ حَدِیْثًا لَا تَنْسَاہٗ" یعنی تمہارے پاس ویسی ہی چکی ہے جیسی اُس کے پاس ہے۔ اور تیرا ذکر بھی ایسا ہے۔ جس کو تو کبھی نہ بھولے گا۔[۱]

طلیحہ کی زبان سے وحی کے یہ الفاظ سُنکر عیینہ مایوس ہوگیا۔ اور اپنے قبیلے کے لوگوں یعنی بنی فزارہ سے چلا کر کہنے لگا۔ بیشک خدا کو معلوم ہے۔ کہ عنقریب ایسا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ جس کو ہم زندگی بھر نہ بھولیں گے۔ اے بنی فزارہ! بس ہو چکا۔ اب واپس چلو۔ یہ پیغمبر نہیں ہے۔ بلکہ جھوٹا مکار شخص ہے۔"

[۱] اہل عرب لڑائی کو چکی سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ اس لئے کہ جس طرح جنگ آدمیوں کو پیستی ہے۔ جیسے ہی چکی دانوں کا مطلب یہ کہ تمہیں بھی ویسی ہی جنگ پیش ہے۔ جیسی تمہارے دشمنوں کو۔ اور اپنے اس میدان کے واقعات کبھی تم کو نہ بھولیں گے۔

بنی فزارہ اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی بھاگے۔ اور ساتھ ہی طلیحہ کے لشکر نے
بھی شکست کھائی۔

طلیحہ نے پہلے سے ہی اپنی بیوی نوآر کے۔ لئے گھوڑا اور زادِ راہ مہیا کر رکھا تھا
وہ خود اُس گھوڑے پر سوار ہؤا۔ نوآر کو اپنے پیچھے بٹھا کر بھاگ گئے بھاگتے اپنے لشکر
سے یہ کہتا گیا۔ لوگو! جس کسی سے بن پڑے میری طرح اپنی اپنی جورو کو لے بھاگے
طلیحہ نے یہاں سے اسطرح فرار ہو کر سرحدِ شام پر جا کے دم لیا اور بنی کلب میں اُترا۔

**اُم زبل کا واقعہ** اسی سلسلے میں یہ واقعہ بھی پیش آیا۔ کہ بنی غطفان بنی طے بنی سلیم
اور بنی ہوازن کے چند لوگ ام زبل سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ
نام ایک عورت کے پاس جا کر جمع ہوئے۔ یہ عورت ام زبل اپنی ماں ام قرفہ کی
زندگی میں گرفتار ہو کر بارگاہِ نبوت میں آئی تھی۔ اور عائشہ صدیقہؓ کی لونڈی بنی تھی۔
مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے چند روز بعد اُس کو آزاد کر دیا تھا اُس نے مدینہ شریف
سے واپس جا کے پھر ارتداد اختیار کر لیا۔ بلکہ اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند
کر کے اپنے ساتھ بہت سے لوگ جمع کئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب اس سرکش عورت کا حال سُنا تو اپنے لشکر کے
ساتھ اُسکی طرف بڑھے۔ قریب پہنچے تو ام زبل کو مقابلے کے لئے تیار پایا۔

دونوں جانب جنگ کی صفیں مرتب ہوئیں۔ اور بڑی سخت لڑائی ہونے لگی۔
ام زبل ایک ناقے پر سوار میدان جنگ کے درمیان تھی۔ اور لوگ اُسکے اونٹ کے
نیچے عجیب جانبازی سے لڑتے اور کٹتے مرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا۔ کہ
جب تک یہ اونٹنی کھڑی ہے۔ دشمنوں کو شکست نہیں ہو سکتی۔ اس خیال سے
بہادرانِ اسلام نے اُم زبل پر حملہ کیا۔ اور اُن تمام لوگوں کو مار مار کر گرا یا اور ہٹایا
جو ام زبل کے ناقہ کو جھرمٹ میں لئے ہوئے تھے۔ آخر جان نثارانِ اسلام نے اس

مرتد عورت کے ناقہ کی کوچیں کاٹ کر اُسے گرا دیا۔ اونٹ کی محل سے گرتے ہی ام زمل کسی مسلمان کے ہاتھ سے ماری گئی اور اُسکے تمام رفقا سر پہ پاؤں رکھکر بھاگے

## حضرت فاطمہ زہرا رض کی وفات

انہی جھگڑوں میں خلافت کے دو مہینے گذرنے پر جگر گوشۂ رسول مقبول معصومۂ بتول جناب سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا رض نے سفر آخرت فرمایا۔ اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو داغ دے گئیں۔ آپکے ننھے ننھے معصوم بچے جو آغوش رسالت میں کھیلا کرتے تھے اپنی مادر مہربان کی وفات پر بلک بلک کے روتے تھے اور جو شخص ان شہزادوں کو دیکھتا تھا اُس کا کلیجہ پاش پاش ہو جاتا تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ کو اپنی بیوی کے مرنے کا سخت رنج ہوا۔ آپ درویشانہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ دنیاوی جھگڑوں سے ہمیشہ الگ رہتے تھے۔ لیکن حضرت فاطمہ رض کی وفات کے بعد آپنے فوراً ابوبکر صدیق رض کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اُس وقت تک جو لوگ انتخاب خلافت کے اختلاف میں حضرت ابوبکر صدیق رض کی بیعت سے رُکے ہوئے تھے اُن سب لوگوں نے بھی بیعت کر لی اور خلافت کا اختلاف مٹ گیا ساتھ ہی مرتدین کا زور بھی بہت کچھ ٹوٹ چکا تھا بڑے بڑے زبردست دشمن خالد بن ولید کی شمشیر آبدار سے خاک و خون میں مل چکے تھے۔ اب صرف ایک دشمن مسیلمہ کذاب اور اُس کے ساتھ چند منتشر قبایل باقی رہ گئے تھے جنکا قلع و قمع کرنا باقی تھا۔

چنانچہ۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن ولید رض

## جنگ یمامہ (مسیلمہ کذاب کی سرکوبی)

کو حکم دیا کہ اب تم یمامہ میں حجر کی طرف جاؤ اور مسیلمۂ کذاب کے فتنہ کو دور کرو اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رض نے مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر عکرمہ بن ابو جہل کو اور اُنکے پیچھے شرجیل بن حسنہ کو روانہ کیا تھا۔ عکرمہ رض جلدی جلدی کوچ

کر کے مسیلمہ کے مقابلے پر پہنچ گئے تھے اور فوراً لڑائی شروع کر دی تھی۔ لیکن عکرمہ کو شکست ہوئی۔ شرجیل یہ حال سنکر راستے میں ہی ٹھہر گئے تھے۔ عکرمہ نے دربار خلافت میں جب اس شکست کا حال لکھا تو ابو بکر صدیق رضؓ نے فوراً جواب میں لکھا "خبردار وہاں سے واپس نہ چلے آنا۔ تم مسیلمہ کو چھوڑ کر حذیفہ اور عرفجہ کی طرف کوچ کر کے یمن و حضر موت میں مہاجر سے جا ملو!" اور شرجیل کو یہ لکھا "کہ خالد بن ولید تمہارے پاس آرہے ہیں۔ جب تک تمہارے پاس نہ پہنچیں تم جہاں ہو وہیں مقیم رہو۔ اور جب مسیلمہ کذاب کی مہم سے فراغت ہو جائے تو تم عمرو بن عاص سے جا ملنا جو بنی قضاعہ کے مقابلہ پر گئے ہوئے ہیں"۔

غرضیکہ خالد بن ولید رضؓ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے حکم کے مطابق مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے مہاجرین و انصار کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ گروہ انصار کے سردار ثابت بن قیس بن شماس تھے اور مہاجرین کے سردار ابو حذیفہ اور زید بن الخطاب یعنی عمر فاروق کے بھائی۔

مسیلمہ کذاب کے ہمراہیان یعنی بنی حنیفہ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اُن میں چالیس ہزار نبرد آزما موجود تھے۔ شرجیل نے خالدؓ کی روانگی کا حال سنا تو اُن سے پہلے ہی کوچ کر کے حملہ کر دیا۔ اور مسیلمہ کذاب کے لشکر سے مڈبھیڑ شروع کر دی۔

جب خالد بن ولید رضؓ نے یہ سنا تو اس پر شرجیل کو سرزنش کی۔ ادھر ابو بکر صدیق رضؓ نے یہ انتظام کیا کہ خالد رضؓ کے بعد اُنکی کمک کے لئے سلیطہ کو بھی ایک لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا۔ تاکہ کسی کو اس کا موقع نہ ملے کہ خالد رضؓ کی پشت کی طرف سے آکے اُن پر حملہ ہو۔ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کر کے اپنی چالاکیوں اور کرشمہ سازیوں سے عجب آفت مچا رکھی تھی۔ اُس نے موذن اور تکبیر کہنے والے سب مقرر کر رکھے تھے۔ عبداللہ بن نواحہ موذن تھا۔ حجیر بن عمیر یہ تکبیر کہا کرتا تھا۔ اشہد ان

مسیلمۃ یزعم انہ رسول اللّٰہ" یعنی میں اقرار کرتا ہوں کہ مسیلمہ کے خیال میں یہ
کہ وہ خدا کا رسول ہے" مسیلمہ حضور پرنور صلعم کے جو واقعات سنتا تھا۔ خود بھی
انکی نقل کرنے لگتا مگر اکثر اس کا انجام الٹا ہوا کرتا تھا۔

مسیلمہ کے ہمراہیوں میں سب سے زیادہ مفسد و متفنی نہار الرجال بن عنفوہ نام
ایک شخص تھا۔ جو پہلے حضور سرور عالم صلعم کے رفقاء میں تھا۔ اس شخص نے بھی ہجرت
کی تھی۔ قران شریف کی تعلیم پائی تھی۔ اسے دین میں بصیرت حاصل تھی۔ اس لئے
حضور پرنور صلعم نے اپنی حیات میں اُسکو معلم دین مقرر فرما کے اہل یمامہ کی ہدایت کے
لئے بھیجا تھا۔ لیکن یہ مسیلمہ کے فریب میں شریک ہو گیا تھا۔

بہر حال خالد بن ولید رض نے مسیلمہ کذاب کے علاقہ میں مقام عقربا میں پڑاؤ ڈالا
جب مسیلمہ کو لشکر اسلام کے آنے کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے اپنے ایک شریف و نامور
سردار مجاعہ بن مرارہ کو تھوڑی سی فوج دیکر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ لیکن بہادران اسلام
نے اُس کو اور اُس کے تمام ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا۔

اسکے بعد مسیلمہ نے خود مقابلے کا انتظام کیا۔ مال و اسباب کو لشکر کے پیچھے رکھا
اور اُس کے بیٹے شرجیل بن مسیلمہ نے بنی حنیفہ کے مجمع میں کھڑے ہو کر غیرت و
جوش دلانے والی یہ تقریر کی "کہ لوگو لڑو۔ دشمنوں سے خوب لڑو۔ آج غیرت کا
دن ہے اگر شکست ہوئی تو تمہاری بیویاں اور بیٹیاں لونڈیاں بنیں گی۔ اور جن کے
نکاح میں ہیں اُنکے پہلو سے نکل کر دوسروں کی حرم میں ہو جائیں۔ گی۔ لہذا اپنے نسب
کو یاد کرو۔ اور اپنی عورتوں کو بچاؤ" اس تقریر سے بنی حنیفہ جوش و خروش سے آ گئے
اور لڑائی چھڑ گئی۔

اب نہایت جوش و خروش سے لڑائی ہو رہی تھی۔ حق و باطل پوری قوت سے
لڑ رہے تھے اور کوئی ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ بنی حنیفہ کی طرف سے سب سے پہلا حملہ نہار الرجال

نے کیا اور کمال پامردی سے مسلمانوں کی صفوں میں گھُس پڑا۔ مگر حضرت عمرؓ کے بھائی زید بن الخطاب نے مقابل ہو کے اس کا کام تمام کر دیا۔

نہار الرجال کے مارے جانے کے بعد مسیلمہ کے لوگ بھڑک اٹھے اور سر بکف ہو کر لڑنے لگے دونوں فوجیں مل گئیں۔ اور کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے آخر اتنے میں بنی حنیفہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ سرداران نے ہزار روکا سنبھالا۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ مہاجرین کے علمبردار۔ عبداللہ بن حفص شہید ہو گئے تو ابو حذیفہ غلام سالم نے بڑھ کے جھنڈا سنبھال لیا۔

مگر باوجود جان نثارانِ اسلام کی ان جان بازیوں کے مسلمان برابر پیچھے ہٹتے اور بھاگتے چلے جاتے تھے اس وقت بنی حنیفہ نے موقعہ پاکر خالد بن ولیدؓ کے خیمے پر حملہ کر دیا۔ تاکہ وہ اپنے سردار مجاعہ کو چھڑا لیں۔ دشمنوں کی یہ یورش دیکھکر خود خالدؓ کو خیمہ چھوڑ کر ہٹ جانا پڑا اور وہ لوگ مجاعہ کے پاس پہنچ گئے

اتنے میں مسلمانوں نے از سر نو مرتب ہو کر پھر حملے شروع کئے۔ خالد نے تو اس زور و شور سے حملہ کیا کہ بنی حنیفہ مجاعہ کو اسی طرح پابزنجیر چھوڑ کر بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔

ادھر بنی حنیفہ نے بھی اپنے قدم جمالئے تھے۔ اب پھر قیامت خیز لڑائی ہونے لگی۔ کسی وقت تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان شکست کھا کے بھاگا ہی چاہتے ہیں۔ اور کسی وقت یہ نظر آتا تھا کہ بنی حنیفہ میں اب دم نہیں رہا۔ پیٹھ دکھانے کو ہیں۔ اسی مضطربانہ حالت میں لشکر مہاجرین کے دونوں سردار ابو حذیفہ اور زید بن الخطاب شہید ہو گئے اور ابو حذیفہ کے غلام سالم نے بھی فردوس بریں کی راہ لی۔

بلکہ انصار کے سردار اور علمبردار ثابت بھی واصل بحق ہوئے۔

غرضیکہ دونوں جانب کے لوگ بکثرت مارے گئے۔ کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ کون زیادہ

خسارے میں ہیں۔ لڑائی کا یہ رنگ دیکھکر خالد رضؓ نے دل میں کہا۔
"جب تک مسیلمہ زندہ موجود ہے اُس کے لوگوں کو شکست نہ ہوگی" یہ سوچتے ہی انہوں نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ سر بکف ہوکر حملہ کیا۔ اور یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگاتے ہوئے یہ جاں نثارانِ اسلام دشمنوں میں گھس پڑے۔ جو سامنے آیا اُسے مار کے گرا دیا۔ اور اسی شجاعت سے جب مسیلمہ کے قریب پہنچ گئے تو اُس کا نام لے کے پکارا۔ اُس نے جواب دیا کہ کیا کہتے ہو میں موجود ہوں۔ خالد رضؓ اور قریب پہنچے تو اپنی طرف سے چند ایسے شرائط صلح پیش کئے جو دشمنوں کے موافق تھے خالد ہر شرط کو پیش کرتے اور وہ ایک جانب منہ پھیر کے یعنی اپنے مشیر فرشتے سے پوچھ کے ہاں یا نہیں جواب دیتا۔ ایک شرط پر جیسے ہی اُس نے فرشتے سے مشورہ کرنے کے لئے منہ پھیرا تو خالد رضؓ اس پر جھپٹ پڑے اور وہ پیٹھ پھیر کے بھاگا مسیلمہ کے بھاگتے ہی ساتھ والوں کو بھی شکست ہوگئی۔ تو خالد رضؓ نے پکار کر کہا۔ "اجی صلح کی شرطیں تو طے ہو جانے دو۔ مگر بدحواسی میں کون سنتا۔ بنی حنیفہ میں محکم نام اُن کے ایک سردار نے غل مچا مچا کے اپنے مفرور لوگوں سے کہا۔ باغ میں باغ میں"! چنانچہ فوراً سب لوگ ایک ایک کرکے اُس باغ میں گھس گئے جو وہاں سے قریب تھا اور باغ کے اندر داخل ہوتے ہی دشمنوں نے جب پھاٹک بند کرلیا۔ تو اَسد نے چلاّ چلاّ کے لوگوں سے کہنا شروع کیا "کہ مجھے کسی طرح اچھال کے باغ کے اندر ڈالدو۔ لوگوں نے کہا یہ تو ہم سے نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا نہیں تم سے ہوگا یہ کہتے ہی اَسد نے ایک جست کی اور ایک ہی جست میں دیوار کے اوپر تھے قبل اس کے کہ باغ والے انکی طرف رُخ کریں وہ اندر پھاند پڑے۔
بنی حنیفہ نے اسد کو اکیلا پاکے چاروں طرف سے نرغہ کیا مگر وہ سب سے لڑتے بھڑتے پھاٹک کے پاس پہنچے اور اُسے کھولدیا۔

پھاٹک کھلتے ہی سارے مسلمان اندر گھس پڑے اور بنی حنیفہ پر مسلمانوں کی تلواریں قہر الٰہی کی بجلیاں گرانے لگیں۔

اب پھر زور وشور سے لڑائی شروع ہوگئی۔ اتنے میں یکایک ایک شخص نے مسیلمہ کذاب پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ گر پڑا ساتھ ہی ایک انصاری بزرگ نے جو قریب ہی تھے۔ جوش کے ساتھ اُس پر ایک ایسی بھرپور تلوار ماری کہ مسیلمہ کذاب کا خاتمہ ہوگیا۔ مسیلمہ کے مرتے ہی بنی حنیفہ اپنے پیغمبر کو خاک وخون میں غلطاں چھوڑ کے بھاگے اب خالدرضؓ کو جستجو ہوئی کہ مسیلمہ کا اصلی قاتل کون ہے۔ تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کارنمایاں جبیر بن مطعم کے اسی حبشی غلام وحشی سے ظاہر ہوا ہے جس نے غزوۂ احد میں سید الشہدا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر حمزہؓ کو دغابازی سے شہید کیا تھا۔ اسی نے اس موقع پر مسیلمہ کی جان لی۔ اور محض حسبۃً للہ وہ بھی اس اُمید پر کہ شاید یہ کام اُس گذشتہ جرم کا کفارہ ہوسکے۔

لڑائی اب ختم ہوچکی تھی۔ بنی حنیفہ چاروں طرف بھاگ رہے تھے اور مسلمان اُنکو رگید رگید کے قتل کر رہے تھے اسوقت خالد نے پابزنجیر مجاعہ کو اپنے ساتھ لیا اور میدان جنگ میں گشت لگانے لگے۔ جہاں چاروں طرف لاشیں بچھی ہوئی تھیں۔ محکم یمامہ کی لاش دیکھکر خالدرضؓ نے مجاعہ سے پوچھا کیا تمہارا پیغمبر یہی ہے؟ محکم خوشرو اور وجیہہ تھا اس وجہ سے خالد کو اس پر مسیلمہ کا شبہہ ہوا۔ مجاعہ نے کہا۔ "یہ نہیں ہے یہ تو اُس سے اچھا اور زیادہ معزز شخص تھا۔ یہ محکم ہے" اس کے بعد خالد بن ولیدؓ باغ کے اندر داخل ہوئے۔ وہاں ایک شاندار لاش نظر آئی۔ جس کے بال کچھ کھلے تھے اور کچھ بندھے تھے چہرا زرد تھا۔ یہ لاش سب سے الگ پڑی تھی اُس کو دیکھتے ہی مجاعہ نے کہا یہ ہے وہ شخص جس کے لئے آپ لوگ یہاں آئے ہیں۔ اور اب آپکو اُس کے ہاتھ سے نجات ملگئی ہے"۔

اس پر خالد نے فرمایا "اسی نے تم کو خراب کیا۔"

اسی لڑائی میں بحکم خلیفہ رسول اللہ صلعم کے بہادر فرزند اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے سگے بھائی عبدالرحمٰن کے ہاتھ سے مارے گئے۔

جب لڑائی اور قتل و غارت کے جھگڑے ختم ہو چکے اور انتظام کا وقت آیا تو مجاعہ نے کہا "مسیلمہ کی مدد پر جلدی میں جو لوگ پہنچ سکے۔ وہی اس لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ ورنہ قلعوں میں ابھی کافی فوج بھری پڑی ہے۔ چنانچہ اس بیان کو سچ خیال کر کے خالدؓ نے ان شرائط پر اہل یمامہ کی جان بخشی کی۔ کہ سب لوگ چھوڑ دیئے جائیں۔ ان کے پاس جو کچھ سونا چاندی ہو۔ اور جتنے اسلحہ ہوں سب لے لئے جائیں۔

لیکن دوسرے دن معلوم ہوا۔ تو یہ مجاعہ کا فریب تھا۔ اس نے بنی حنیفہ کو اشارہ کر دیا تھا۔ کہ تمام زن و مرد ہتھیار لگا کے اوپچی بن جائیں۔ اور عورتیں مردوں کی وضع سے بال کھول کر قلعہ کے برجوں اور بلندیوں پر چڑھ جائیں۔ تاکہ دور سے قلعہ سپاہیوں سے بھرا نظر آئے۔

خالدؓ کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے مجاعہ سے کہا "تو نے مجھے فریب دیا" مجاعہ نے جواب دیا "یہ میری قوم کا معاملہ تھا۔ فریب ہی سے ان کی جان بچ گئی۔ میرے لئے یہی غنیمت ہے۔" خالدؓ نے اس کا یہ عذر تسلیم کر کے صلح کی وہی شرطیں برقرار رکھیں اس محشر خیز لڑائی میں اگرچہ خدا نے مسلمانوں کو کامیاب کیا۔ لیکن مسلمانوں کو بھی بہت نقصان پہنچا۔

مدینہ شریف کے مہاجرین و انصار میں سے ۳۶۰ بزرگان امت واصل بحق ہوئے اور مہاجرین غیر مدینہ یعنی مکہ شریف کے رہنے والوں میں سے ۳۰۰ صحابیوں نے شربت شہادت نوش کیا۔ جن میں بڑے بڑے نامی گرامی صحابہ نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ ان میں بہت سے بدری تھے بعض آغاز عہد نبوت کے رفقائے رسالت تھے خود خالد بن ولید

کے چچازاد بھائی زبیر بن عوام کے سگے بھائی اور زید بن ثابت کے دینار سے رخصت ہو گئے۔
بنی حنیفہ کے سات ہزار آدمی عقربار کے میدان میں۔ سات ہزار باغ کے اندر
اور اتنے ہی بھاگتے ہیں کل ۲۱ ہزار آدمی مارے گئے۔

## سنہ ۱۲ھ

مسیلمہ کذاب کے مارے جانے پر جب بنی حنیفہ وغیرہ کی شورش کا خاتمہ ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت کو بلا کر کہا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے مشورہ دیا ہے۔ کہ جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان سفر آخرت کو سدھارے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ کہیں اس جدال و قتال میں حافظان قرآن کے ساتھ ہی قرآن شریف دنیا سے نہ اٹھ جائے۔ اس لئے قرآن شریف کو جمع کر لینا چاہیئے۔

لہٰذا میں بھی اس رائے کو پسند کرتا ہوں۔ کہ قرآن شریف جمع کر لیا جائے۔ تم جوان و عاقل شخص ہو۔ پھر حضور پرنور صلعم کے زمانہ حیات میں تم کاتب وحی بھی رہ چکے ہو اس لئے یہ کام تمہارے ہی سپرد کیا جاتا ہے کوشش کر کے قرآن شریف جمع کرو۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے "کہ زید بن ثابت نے فرمایا۔ اگر مجھ پر پہاڑ بھی لاد دیا جاتا تو میں اس کا بار اٹھا لیتا۔ لیکن میرے لئے یہ بار سخت تر تھا۔ اس لئے میں نے عرض کیا۔ آپ دونوں صاحب اس امر کی کس طرح جرأت کر رہے ہیں جنکو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔"

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ نیک کام ہے۔

حضرت زید رضہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمرؓ کے اصرار کرنے پر میں نے اس بار عظیم کو اٹھایا۔ اور میں نے کاغذ کے پرچوں ہڈیوں درختوں کے

پتوں پر لوگوں کے دلوں سے قرآن شریف کی آیات شریف کو لکھنا شروع کیا۔ آخر ہینے تمام قرآن شریف اسی طرح لکھ لیا۔ ط۱

یہ واقعہ سنہ ۱۲ ہجری مطابق سنہ ۶۳۲ء کا ہے اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے علا ر بن الحضرمی کو اہل بحرین و عمان کے مرتدین کی سرکوبی کے لیئے روانہ فرمایا۔

## اہل بحرین و عمان کے مرتدین کی سرکوبی

اس سرزمین کے ممتاز و معزز لوگوں میں سے جارود بن معلیٰ عبدی حضور پر نور سرور کائنات صلعم کے عہد میمنت مہد میں حاضر مدینہ ہو کر ایمان لائے تھے۔ عقاید دین کی تعلیم حاصل کی۔ حضور پر نور صلعم نے اُن کو بنی عبد القیس کا سردار مقرر فرما کے واپس بھیجا کہ اپنے اس قبیلے کے لوگوں کو بھی پیرو حق بنائیں چنانچہ وہ بنی عبد القیس میں تلقین اسلام کر رہے تھے کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت فرمایا۔

ان دنوں بحرین کا حاکم منذر بن ساوی تھا اور وہ مسلمان تھا۔ حضور پر نور صلعم کی وفات حسرت آیات کے چند روز بعد منذر بھی اس دنیا سے چل بسا۔ اور اُسکے مرتے ہی اہل بحرین میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب اہل بحرین مرتد ہو گئے۔

مگر جارود نے یہ کاروائی کی یعنی وفات سرور عالم صلعم کی خبر سنتے ہی اپنی قوم بنی عبد القیس کو جمع کر لیا اور اُنکے درمیان کھڑے ہو کر سب سے سوال کیا۔ "تم جانتے ہو کہ قرون ماضیہ میں خدا کے بہت سے پیغمبر گذرے ہیں" سب نے کہا "ہاں جانتے ہیں"

ط۱ حضرت زید بن ثابت کا لکھا ہوا قرآن شریف حضرت ابوبکر صدیق کی وفات تک آپ کے پاس رہا پھر آپ کے بعد حضرت عمر رض کے پاس رہا۔ اور اس کے بعد حفصہ بنت عمر رض کے پاس (قرآن شریف کے متعلق ہم آئندہ صفحات میں یعنی حضرت عثمان کے عہد خلافت کے تحت تبصرہ کرینگے) خاکسار مولف شوق امرتسری

اس پر پوچھا تو پھر اُن سب کا خاتمہ کیا ہوا ؟ وہ بولے "ہم بھی جانتے ہیں یعنی وہ سب مر گئے۔ اس کے بعد جارود نے کہا" تو پھر سنو! اسی طرح ہمارے پیغمبر رسول آخر زماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سفر آخرت فرمایا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ"۔

جارود کی اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وہ سب لوگ دین اسلام پر قائم رہے اور یہ قبیلہ بنی عبد القیس ارتداد کی ضلالت سے بچ گیا۔

لیکن بنی ربیعہ کے وہ تمام لوگ جو ارض بحرین میں پھیلے ہوئے تھے سب مرتد ہو گئے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اس ملک میں ہم منذر بن نعمان بن منذر کی حکومت پھر قائم کرینگے۔ منذر بن نعمان بن منذر اگرچہ مسلمان ہو چکا تھا لیکن وہ خود بھی مرتد ہو گیا۔ حطم بن صبیعہ اور قبیلہ بکر بن وائل کا ایک گروہ اُس کے ساتھ ہوا۔ جب اُسکے پاس بحرین کے تمام لوگ جمع ہو گئے تو اُس نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ سرکش گروہ آگے بڑھکر قطیف اور ہجر میں ٹھہرا۔ اور اطراف وجوانب کے تمام لوگوں کو بہکا کے اپنے ساتھ کر لیا۔ یہاں سے اُس نے دو لشکر مرتب کئے ایک تو شہر دارین میں بھیجا اور دوسرے کو مقام جواثا کی طرف۔

جواثا میں جارود اور اُنکے ہمراہی مسلمان تھے جنکو ان مرتدوں نے محصور کر لیا اور باہر کی رسد بالکل بند کر دی ان تھوڑے سے بیکس و بے دست و پا مسلمانوں کے حق میں یہ محاصرہ نہایت ہی سخت تھا۔ چنانچہ اُنہیں محصورین میں ایک بزرگ عبد اللہ بن خذف تھے جو شاعر تھے اُنہوں نے اپنی مصیبت کے اظہار میں چند شعر کہے۔ جو تمام مسلمانوں میں پھیل گئے۔ ان اشعار کا مضمون یہ تھا کہ

"ابو بکر اور جملہ جوانان مدینہ کو کوئی ہمارے حال کی خبر پہنچا دے اور پوچھے کہ تمہیں ان چند شریف لوگوں سے ہمدردی ہے جو جواثا میں محصور بیٹھے ہیں؟ اُنکے خون

ہر راستے ہیں گویا آفتاب کی شعاعین ہیں جن سے آنکھیں چکا چوندھ ہو جاتی ہیں ہم نے خدا پر بھروسا کیا اور دیکھ لیا کہ خدا پر بھروسا کرنے والوں کو خدا کی مدد پہنچ جاتی ہے"

آخر علاء بن حضرمی حسب ارشاد خلیفہ اول مدینہ شریف سے چل کے یمامہ کے پہاڑوں میں پہنچے ۔یہاں ثمامہ بن آثال حنفی مسلمانان بنی حنیفہ کے ایک گروہ کے ساتھ اُن سے آملے ۔ پھر قیس بن عاصم سنقری بھی اپنے گروہ کے ساتھ آگئے اور اُس رقم زکوٰۃ کا معاوضہ لا کے پیش کیا جو انہوں نے حضور پر نور صلعم کی وفات کے بعد لوگوں میں تقسیم کر دی تھی۔ علاوہ انکے اور بہت سے سردار اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ اس لشکر اسلام کے ساتھ آنکر مل گئے ۔ چنانچہ علاء رح اس لشکر عظیم کو لیکر آگے بڑھے رات ہو جانے کے باعث شہر دینار کے اطراف میں پڑاوُ ڈال دیا۔ اتفاقاً یہاں ایک ایسا اتفاق پیش آیا کہ تمام اونٹ جو اسباب لئے ہوئے تھے بھڑک کر بھاگ گئے ۔ اور سارا اسباب اور پانی بھی لے گئے ۔

اب جان نثاران اسلام کے پاس نہ کھانے کو کھانا تھا نہ پینے کو پانی۔ ہر شخص مضطر و بدحواس اور زندگی سے مایوس ہو رہا تھا۔

اسی حالت میں صبح ہوئی سب نے نماز فجر ادا کی ۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی علاء بن حضرمی نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے سب مسلمانوں نے رقت قلب اور کمال خضوع و خشوع سے آمین کہنا شروع کی ۔ دعا مانگتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ تھوڑے فاصلے پر ایک تالاب ہے جس کا پانی لہریں لیتا نظر آرہا ہے فوراً سب لوگ وہاں پہنچے ۔ خوب سیر ہو کے پانی پیا ۔ نہائے دھوئے کپڑے دھوئے اور دن بھر اسی رحمت ایزدی سے لطف اٹھاتے رہے ۔ ابھی سب جان نثاران اسلام وہیں تھے ۔ سورج غروب نہ ہوا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں کہ چاروں طرف سے اُنکے مفرور اونٹ اُسی طرح سامان سے لدے پھندے آپ ہی آپ

واپس چلے آرہے ہیں۔ کسی نے اُنکے پکڑنے کی کوشش نہ کی حتیٰ کہ وہ سب قریب آ کے اطمینان سے بیٹھ گئے آخر سب نے اپنے اپنے اونٹ کو تالاب میں پانی پلایا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔

یہاں سے کوچ کر کے یہ لشکر اسلام خاص شہر ہجر میں اُترا اور وہاں سے اُن مسلمانوں کو جو جواثا میں گھرے ہوئے تھے۔ اُنکو محاصرے کے عذاب سے نجات دلائی اور جارود کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے قبیلے بنی عبد القیس کے سپاہیوں کے ساتھ خطم کے مقابلے پر جا کے ٹھہرو۔ جو دشمنوں کا ایک نامور سردار تھا اس کے بعد مسلمانوں نے اپنی فوج کے گرد خندق کھود دی۔ اُدھر مرتدین نے بھی اپنے پڑاؤ کے گرد خندق کھود دی۔

بہادران اسلام روز شام کو خندق کے پار ہو کر دشمنوں پر حملہ کرتے اور لڑ بھڑ کر واپس چلے آتے تھے کامل ایک مہینے تک یہی ہوتا رہا۔

ایک رات کو دشمنوں میں کچھ شور و غل سنا گیا تو علاء نے کہا ؟۔کون خبر لائیگا۔ کہ یہ کیسا غل ہے ؟ عبد اللہ بن حذف نے (جن کے اشعار کے مضمون سے ناظرین کو آگاہ کر دیا گیا ہے) اگرچہ محصوری کی سخت تکلیفیں اُٹھا چکے تھے کھڑے ہو کر کہا "میں اسکی خبر لاؤں گا۔

علاء نے اجازت دی اور وہ دشمنوں کے خندق کے پاس کھڑے ہو کے دیکھنے لگے کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اتفاقاً کسی دشمن کی نظر اُن پر پڑ گئی۔ اور بہت سے دشمنوں نے نرغہ کر کے انہیں پکڑ لیا۔

عبد اللہ موصوف کی ماں بنی عجلان میں سے تھیں جس سے مقابلہ تھا اور انکے ماموں انہیں لوگوں میں محصور تھے جنہوں نے عبد اللہ کو اسیر کیا تھا چنانچہ اسیر ہوتے ہی قرابت کی اُمید پر انہوں نے نعرہ لگایا۔ یا ابجرا ابجرا فوراً سامنے

آیا اور اُن کو پہچان کر حال پوچھا۔ تو عبداللہ نے کہا۔
کیا حال بتاؤں بنی عجلان اور بنی تمیم کے ہاتھوں اسیر ہوں۔ ابجر اسنے فوراً اپنی قوم والوں کے پنجے سے انکو نجات دلائی۔ اور انہیں اپنے ساتھ لیجا کر کہا۔
تم میرے بڑے بھانجے ہو۔ اور اپنے ماموں کے پاس اسوقت رات کو اور اس شان سے آئے ہو؟
اس پر عبداللہ نے کہا۔ ملامت و سرزنش تو بعد میں کیجئے گا اسوقت بھوکا ہوں کچھ کھانا کھلوائیے اور زادراہ دیکر مجھکو یہاں سے نکلوایئے۔
ابجر اکو یہ مشکل معلوم ہوتا تھا جبکہ سپہ سالار فوج اور سارے لشکری شراب کے نشے میں مست اور غافل پڑے تھے اسوقت اُس نے عبداللہ کو اونٹ کی سواری اور سامان سفر دے کر اپنے لشکر سے نکال دیا۔
چنانچہ عبداللہ بن حذف یہاں سے چھوٹتے ہی سیدھے علاء بن حضرمی کے پاس آئے۔ اور سارا واقعہ بیان کرکے کہا کہ وہ دشمن شراب کی بدمستی میں غل مچاتے تھے۔
یہ حال سنتے ہی علاء نے اُسی وقت رات کے اندھیرے میں دشمنوں پر حملہ کر دیا اور قبل اس کے کہ کافروں کو خبر ہو مسلمان اُنکے خندق میں داخل ہو ہو کر تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے دشمنوں کو قتل کرنے لگے۔
بہادران اسلام کے مقابلے کا کسکو ہوش تھا۔ سب لوگ بدحواسی کے ساتھ اُٹھ اُٹھ کے بھاگنے لگے اور مسلمانوں نے انکو بے دریغ تہہ تیغ کرنا شروع کیا۔
جس کا انجام یہ ہوا کہ بہت سے بھاگ گئے اور بہت سے بھاگنے میں مارے گئے اکثر گرفتار کر لئے گئے۔
صبح کے وقت مسلمان اُنکی لشکرگاہ پر قابض تھے۔ اس کے بعد لشکر اسلام کے

سپہ سالار علاء بن حضرمی نے یہ کارروائی کی۔ کہ پہلے تو بنی بکر بن وائل کے دلدادۂ توحید
اور حق پرست سرداروں کو جن میں عتیبہ بن نہاس اور مثنّیٰ بن حارثہ وغیرہ تھے لکھا۔" کہ ہر طرف
مرتدوں اور بھاگنے والوں کی ناکہ بندی کریں جب یہ انتظام حسب دلخواہ ہو گیا تو سمندر
کے کنارے پہنچے اور مسلمانوں سے کہا میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ جب دیکھا کہ لوگ
صدق دل سے ساتھ دینے پر تیار ہیں تو کہا۔ اللہ جل شانہ نے خشکی میں تم کو اپنی
ایک نشانی اور قدرت دکھادی جس کا مقصد یہ تھا کہ سمندر کا بھی اندیشہ نہ کرو۔
اور اسے بلا تامل طے کر جاؤ" یہ کہتے ہی وہ پانی میں چل کھڑے ہوئے۔ زبان
سے یہ کہتے جاتے تھے "یا ارحم الرّاحمین۔ یا کریم۔ یا حلیم۔ یا احد یا صمد
یا حی یا محی الموتیٰ یا حی یا قیوم لا الٰہ الّا انت یا ربّنا"۔ اور جو دشمن سمندر
کے پار تھے اُن پر جا پڑے۔

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے عکرمہ بن ابوجہل کو
مسیلمہ سے شکست کھانے کے بعد لکھا تھا کہ "خبردار تم یہاں واپس نہ آنا بلکہ اُدھر
ہی سے مع اپنی فوج کے عمّان پہ چلے جانا اور حذیفہ اور عرفجہ کی مدد کرنا۔" اور جب
اُس مہم سے فراغت ہو جائے تو جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے یمن پہ چلے جانا"

چنانچہ اس فرمان خلافت کے مطابق عکرمہ رضؓ عمان کی طرف بڑھے۔ ادھر عساکر
اسلام کے آنے کا حال سنتے ہی جیفر اور عباذ نے بھی اپنے گروہوں کے ساتھ انکے
شہر صحار میں پڑاؤ ڈالا اور سرداران عساکر اسلام کو اپنے آنے کی خبر کی۔

چنانچہ تینوں سردار عکرمہ حذیفہ اور عرفجہ بھی وہاں جا پہنچے ادھر لقیط ہی جلندی اپنے
لشکر کے ساتھ بڑھ کر شہر دبا میں خیمہ زن ہو گیا۔

جیفر و عباذ نے اُن معززین عمان سے مراسلت کی جو جلندی کے ساتھ تھے اور
انکو توڑنا چاہا مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں ظاہر ہونے پایا تھا کہ لشکر اسلام بھی بڑھ کر دبا

میں جا پہنچا اور جلبندی کے مقابل صفیں مرتب کیں - آخر لڑائی شروع ہو گئی اور بڑی سخت لڑائی ہوئی -

تھوڑی دیر کی میدان آرائی میں جلبندی کا غلبہ ہوا اُس کے ساتھیوں نے جان پر کھیل کے مسلمانوں کو ہر طرف دبانا اور پسپا کرنا شروع کیا - یہان تک کہ مسلمانوں کو اپنی حالت بہت ہی نازک اور خطرناک نظر آنے لگی -

عین اُسی نازک حالت میں خریت بن راشد سردار بنی ناجیہ مسلمانوں کی مدد پر آگیا ساتھ ہی سیحان بن صوغان سردار بنی عبد القیس بھی حق کی تائید پر آپہنچا - اُنکے ماسوا اور بھی کئی فوجیں مسلمانوں کی کمک پر آگئیں تو یک بیک میدان کا رنگ بدل گیا -

یا تو مسلمان پسپا ہونے کو تھے یا اب مرتد پیچھے ہٹنے اور بدحواس ہونے لگے یہ دیکھکر سرداران لشکر اسلام نے تکبیر کے نعرے لگا لگا کے ایسے زور و شور سے حملے کئے کہ کافروں کے قدم اکھڑ گئے - بدحواسی کے ساتھ بھاگے اور فتح یابوں نے تعاقب میں انکا قلع و قمع کرنا شروع کیا -

دس ہزار مرتد مارے گئے - اور کثیر التعداد مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا - جس کا پانچواں حصہ خلافت کا حق تھا اس کو لیکر خود عرفجہ بارگاہ خلافت پناہ میں حاضر ہوئے اور باقی سب مال غنیمت بہادران اسلام میں تقسیم ہو گیا -

جب بحرین اور عمان فتح ہو گئے - تو حسب فرمان خلافت عکرمہ بن ابو جہل یمن کی طرف روانہ ہوئے اُنکے ہمراہ اُنکا زبردست لشکر تھا - اسلام کی یہ قوت دیکھکر بنی نخع اور بنی صمیر نے کفر و ارتداد سے توبہ کر کے معافی مانگی ادھر عمرو بن معدی

**فتح یمن**

کرب بھی بھاگ کر روپوش ہو گیا - اور آخر بغیر امان کا اقرار لئے مہاجر کے پاس حاضر ہو گیا انہوں نے اُسکو اور اُس کے بعد قیس بن عبد لغوث کو بھی

بھی اسیر کر لیا۔ جو سارے فسادوں اور ہنگاموں کی جڑ تھا۔ یہ دونوں سرکش سرغنے گرفتار ہوتے ہی دربار خلافت میں بھیجے گئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے قیس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا۔

"تم نے بندگان خدا کو قتل کیا اور مسلمانوں کو چھوڑ کر مرتدوں میں پناہ لی۔"

قیس نے کہا یہ "مجھ پر اتہام ہے۔"

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق عمرو بن معدی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "تم کو شرم نہیں آتی کہ روز شکست کھاتے اور اسیر ہوتے ہو۔ اگر دین الٰہی کی مدد کرتے تو خدا تمہارا مرتبہ بھی بلند کرتا۔"

عمرو نے اسکا یہ جواب دیا "کہ اب کی جو میں دین اسلام کو قبول کرونگا تو پھر کبھی میرے قدم کو لغزش نہ ہوگی"۔ آخر ابوبکر صدیق رضہ نے دونوں کی جان بخشدی اور یہ دونوں مسلمان ہو کر اپنے اپنے گروہوں میں واپس آ گئے۔

ادھر مہاجر نے ان لوگوں کو گرفتار کر لینے کے بعد اسود عنسی کے بقایا پیرؤں کا بالکل استیصال کر دیا۔ اور اپنی کارگذاریوں کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجدی یمن کو کلیتہً مفتوح اور مرتدوں سے پاک کر کے عکرمہ رضہ علاقہ حضرموت میں پہنچے۔ جہاں قلعہ بخیر میں بنی کندہ مع اپنے سردار اشعث کے محصور تھے۔ عکرمہ کے پہنچتے ہی محاصرے میں سختی ہوئی اور عکرمہ نے اپنے لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو چاروں طرف کے گاؤں میں پھیلا دیا تاکہ سرکش بنی کندہ جہاں ملیں تہ تیغ کر دیئے جائیں یہ حالات سنکر وہ لوگ قلعہ بخیر سے نکل کر صف آرا ہوئے بہادران اسلام نے فوراً

**فتح حضرموت**

حملہ کر دیا اور اس لڑائی میں دشمن اس کثرت سے مارے گئے کہ گھبرا کے بھاگے اور قلعہ میں گھس کر سب پھاٹک بند کر دیئے۔ لیکن اب وہ اگرچہ قلعہ کے اندر تھے مگر سب کو زندگی سے یاس تھی اور اُنکے عمائد و روسا

پر اضطراب کا عالم طاری تھا۔ یہ دیکھکر اشعث اپنے رفیقوں کے ساتھ قلعہ سے نکل کر مسلمانوں میں آیا۔ اور امیر الجیش اسلام زیاد سے امان مانگی۔ زیاد نے امان دیدی اور باہم یہ امور طے پائے کہ مسلمان اُنکو اور اُنکے اہل و عیال کو امان دینگے اور وہ لوگ قلعے کے پھاٹک کھول کے اس قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دینگے۔ ان شرائط کے زبانی طے ہو جانے کے بعد زیاد نے کہا۔

"تم معاہدے کو لکھ لاؤ میں اُسپر دستخط کر دونگا۔ چنانچہ وہ معاہدہ کا مسودہ تیار کر رہا تھا کہ ججدم اس پر چھری لے کے جھپٹا اور کہا کہ یہ معاہدہ لکھکر مجھے جلدی دیدو ورنہ زندہ نہ چھوڑوں گا چنانچہ اُس نے گھبراہٹ اور جلدی میں معاہدہ لکھا تو امان پانے والوں کی فہرست میں اپنے تمام رفقاء کے نام لکھدیئے۔ مگر خود اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ اس کے بعد اُس نے چپکے سے قلعہ کا پھاٹک کھولدیا۔ مسلمان اندر گھس پڑے اور مرتدوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اُن چند لوگوں کے سوا جن کو امان دی گئی تھی۔ جتنے لوگ مسلح اور مخالف ملے قتل کر ڈالے گئے بچے اور عورتیں گرفتار کر لی گئی۔

قلعہ کے فتح ہو جانے اور بخوبی امن قائم ہونے کے بعد اشعث نے اپنے موعودہ حقوق حاصل کرنے کے لئے جب معاہدہ پیش کیا تو وہ خود اور تمام لوگ یہ دیکھکر حیران رہ گئے کہ معاہدہ میں خود اُسکا نام نہیں ہے۔ یہ دیکھ کے سپہ سالار اسلام مہاجر نے کہا الحمد للہ خدا نے دشمن خدا کا نام یعنی تجھے بھلا دیا۔ میری جیسی تمنا تھی کہ تو ذلیل و خوار ہو خداوند کریم نے ایسا ہی کیا اس کے بعد سردار لشکر نے اُن تمام باتوں کی تعمیل کی جو معاہدے میں درج تھیں مگر خود اشعث کی مشکیں بندھوالیں۔

الغرض بہادران اسلام تمام اسیروں اور مال غنیمت کے ساتھ اشعث کو بھی ساتھ لیکر دربار خلافت کی طرف لوٹے مگر اشعث کی اس دغابازی کی حرکت سے اُس کے سب اپنے پرائے اسقدر ناراض تھے۔ کہ راستے بھر میں تمام زن و مرد قیدی اور

وہ مسلمان جنکی حراست میں جارہے تھے۔ سب اشعث کو لعنت ملامت کررہے تھے۔ حتیٰ کہ اس کی قوم کی عورتوں نے اِسکا نام غدار رکھ دیا۔

مدینہ شریف میں پہنچکر اشعث جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ تو اُنہوں نے اُس سے پوچھا۔

"تو کیا سمجھتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرونگا؟۔ اشعث نے کہا مجھے کیا معلوم!۔ فرمایا۔ ارادہ ہے کہ تجھے قتل کردیا جائے۔ بولا۔ مگر یہ انصاف نہ ہوگا میں وہ شخص ہوں جس نے اپنی قوم کو آپ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ میرا خون آپ پر حلال نہیں ہوسکتا اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے کہا وہ تحریر مہر ہوتے ہی مکمل ہوگئی۔ لیکن فقط ان لوگوں کے لیئے جنکے نام اس تحریر میں درج ہیں تو اس سے پہلے بھی نالائق تھا اب موت جو سامنے کھڑی نظر آئی تو باتیں بناتا ہے۔"

اس کے جواب میں اشعث کہنے لگا۔ سنئے آپکو مجھ میں اگر کسی نیکی کا بھی خیال ہو تو مجھے چھوڑدیجئے اور میرے ساتھ وہی سلوک کیجئے جو میرے لوگوں کے ساتھ کیا ہو اور میری بیوی کو بھی میرے سپرد کیجئے۔ اگر میرے ساتھ ایسا سلوک ہوا تو دینداری میں آپ مجھے میرے ہم وطنوں سے اچھا پائینگے۔"

اُس نے اسوقت جو اپنی بیوی کو مانگا اُس کا واقعہ یہ ہے کہ خود ابوبکر صدیق رضہ کی ہمشیر ام فروہ اشعث کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں جب حضور پرنور سرور عالم صلعم کے عہد مبارک میں اشعث اپنی بیوی کو لینے آیا تو آپ نے اُسے اس خیال سے تنہا واپس کردیا تھا کہ وہ بیوی کو لینے پھر آئیگا۔ اُس میں حضور رسالت مآب کی پیغمبرانہ عاقبت اندیشی تھی کہ ایک دیندار مومنہ اُس کے ہاتھ میں پڑنے سے بچ گئی حضور صلعم کی وفات کی خبر سنتے ہی اشعث مرتد ہوگیا لیکن اس وقت اُس کے وعدے پر بھروسا کرکے حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اُس کی منکوحہ

کو اُس کے حوالے کر دیا۔ اور اشعث ایک مومن عبادت گزار بن کے [illegible] ہی ہیں اقامت گزین ہو گیا۔

## فتوحات ارض عراق
ایلہ۔ بصریٰ لیس وغیرہ

حضرت خالد بن ولید کو حضرت رسالت مآب [illegible] نے سیف اللہ یعنی شمشیر الٰہی کا خطاب فرمایا۔ یہ اسی خطاب کی برکت تھی کہ حضرت خالد رضؓ جس طرف جاتے تھے فتح اُنکے ہمرکاب ہوتی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے حکم سے خالد بن ولید رضؓ یمامہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلے عراق کے سرحدی شہروں قالقیا بارو سما اور لیس میں فروکش ہوئے اور وہاں کے لوگوں نے فوراً حاضر ہو کر سر اطاعت جھکا کر صلح کی درخواست کی حضرت خالد رضؓ نے اُنکی اطاعت اپنی مہم کا دیباچۂ خیر تصور کر کے وہاں کے حاکم ابن سلوبہ سے دس ہزار دینار نذرانہ پر صلح کر لی۔ اُن لوگوں سے یہ جزیہ وصول کر کے خالد بن ولید رضؓ آگے بڑھے اور خاص شہر حیرہ میں فروکش ہوئے جو تاجداران آل نعمان بن منذر کا مرکز حکومت رہ چکا تھا۔ اور فی الحال ایک طائی سردار ایاس بن قبیصہ خسروان عجم کے والی کی حیثیت سے حکومت کر رہا تھا۔ ایاس حیرہ کے عمائد اور تمام معزز سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ خالد رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خالد رضؓ نے مختصر الفاظ میں یہ شرطیں پیش کیں فرمایا تو ایمان لاؤ اور دین اسلام قبول کر دیا جزیہ دو۔ ان دونوں شرطوں میں سے اگر کوئی ایک منظور نہیں تو مقابلہ کرو۔ تلوار خود بخود فیصلہ کر دے گی اور انجام میں ہتھیار اٹھانے والے واجب القتل قرار پائیں گے۔ چنانچہ ایاس نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور نوّے ہزار درہم سالانہ جزیے پر صلح کر کے حیرہ اور اُسکا علاقہ اسلام کی حمایت اور حفاظت میں لے لیا گیا۔

اہل حیرہ کے مطیع ہوتے ہی اطراف و جوانب کے تمام گاؤں اور قصبات کے لوگوں نے سر اطاعت خم کر کے جزیے دینے قبول کر لیئے۔ اور آل نعمان کی ساری قلمرو صدیوں کے بعد دولت ساسانی کی غلامی سے آزاد ہو کر ملک عرب میں شامل ہو گئی۔

فارس کی اس تبلیغی مہم کا خاکہ خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے بنا کے خالد کو حکم دیا تھا کہ تم شہر ایلہ کی طرف سے (جو حیرہ سے قریب تھا) حملہ شروع کرنا اور عیاض بن غنم کو یہ لکھا تھا کہ تمہارا حملہ شہر مضیح کی طرف سے شروع ہو جو سرحد عراق کے زیادہ شمالی حصے میں ہے اُدھر سے قلمرو عراق میں داخل ہو کر برابر بڑھتے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ خالد رضہ سے جا ملو۔

مثنیٰ بن حارثہ کو فارس پر حملہ کرنے کی پہلے اجازت مل گئی تھی۔ اور وہ لڑائی چھیڑ چکے تھے کہ خالد بھی پہنچ گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے اپنے دونوں فاتح عجم سپہ سالاروں کو اسبات کی بھی تاکید کر دی تھی کہ اُس لڑائی میں انہیں لوگوں سے کام لیا جائے جو مرتدوں سے لڑ رہے تھے۔ اور جو لوگ مرتد ہو گئے تھے اور مغلوب ہو کر پھر مسلمان ہوئے ہیں اُن میں سے کوئی شخص تمہاری فوج میں نہ رہنے پائے۔"

چنانچہ دونوں سپہ سالار عساکر اسلامی نے ان احکام خلافت کی پابندی کی اور خالد رضہ نے اپنی زبردست مہم کے لیئے بارگاہ خلافت سے مدد مانگی تو ابو بکر صدیق رضہ نے قعقاع بن عمرو تمیمی کو تن تنہا حضرت خالد رضہ کی کمک پر روانہ کیا۔ یہ جب جا چکے تو بعض لوگوں نے جناب خلافت مآب سے حیرت کے لہجہ میں عرض کیا "خالد نے تو مدد مانگی اور آپ نے اکیلے ایک تنفس کو روانہ کیا فرمایا۔ اس پر تعجب نہ کرو قعقاع وہ شخص ہے کہ جس لشکر میں اُس کا سا ایک جانباز ہو اُس کو شکست

نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح عیاض کی مدد پر ابوبکر صدیقؓ نے عبداللہ بن غوث حمیری کو بھیجا۔ پھر سرحدی عرب سرداران مثنیٰ حرملہ مذعور اور سلمیٰ کو حکم بھیجا۔ کہ تم سب مقام ابلہ میں خالدؓ کے لشکر سے جا ملو۔ خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ دس ہزار جنگجو بہادر عرب پہلے سے تھے۔ اب مثنیٰ وغیرہ کے ہمراہ آٹھ ہزار سپاہی اور پہنچ گئے۔ اور کل اٹھارہ ہزار فوج اُنکے علم توحید کے نیچے جمع ہوگئی۔

چنانچہ خالد بن ولید نے اپنے لشکر کو تین حصوں پر تقسیم کردیا اور ان تینوں کو جُدا جُدا راستوں سے بڑھایا۔ سب سے پہلے جو حصّہ روانہ ہوا اُسکے سردار مثنیٰ بن حارثہ تھے۔ اُسکے بعد والے کے حصّہ کے سردار عدی بن حاتم تیسرے حصّہ فوج کو لے کے خود خالد روانہ ہوئے اور باہم یہ قرار پایا۔ کہ تینوں لشکر جدا جدا راستوں سے روانہ ہو کر مقام حضر میں مل جائیں۔

حضر پہاڑوں کی ایک گھاٹی ہے۔ جو فارس کی طرف جانیوالی گھاٹیوں سے زیادہ بڑی اور سب سے زیادہ سخت اور دشوار گذار ہے۔ یہاں کے حاکم ایک معزز و نامور فارسی سردار تھا۔ جس کا نام ہرمز تھا۔ جو خشکی میں عربوں سے اور براہ دریا اہل ہند سے برسر پیکار رہا کرتا تھا۔ اُسے جب سیف اللہ حضرت خالدؓ کے بڑھنے کی خبر ہوئی تو اُس نے دارائے عجم خسرو اردشیر کو اطلاع دی کہ مقابلے کیلئے سارا ملک تیار ہو جائے کیونکہ عربی لشکر سرحد میں داخل ہو گیا ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے تاج و تخت کے خواستگار ہیں"

مگر چونکہ بہادر سردار تھا۔ اُس نے اس وقت جتنی فوج فراہم ہوسکی اُس کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کرکے آگے بڑھا۔ اور درۂ حضر میں پہلے سے پہنچ کر ٹھہر گیا۔ تاکہ عربوں کو اس میں نہ گزرنے دے۔ اُسے اپنے جاسوسوں سے پتہ لگ گیا تھا۔ کہ عرب اسی گھاٹی میں یکجا ہو کے پوری قوت سے حملہ کرنے والے ہیں۔ اُس کے لشکر مقدمۃ الجیش کے سردار قباد اور انوش جان تھے۔ جو فارسیوں میں نہایت معزز سمجھے جاتے تھے۔

اس لئے کہ خاص اردشیر بابکان بانی دولت ساسانیہ کی نسل سے تھے۔ بہادران عجم نے یہاں مجتمع ہو کر باہم معاہدے اور عہد و پیمان کئے کہ حمایت وطن میں جان دیدیں گے۔ مگر دشمنوں کو قدم آگے نہ بڑھانے دینگے۔"

چنانچہ اس عہد و پیمان نے عملی صورت یہ پیدا کی کہ دلاوران ایران نے باہم ایک دوسروں کو زنجیروں سے باندھ لیا کہ اگر کوئی بھاگنا بھی چاہے۔ تو نہ بھاگ سکے۔

یہ تمام حالات جب حضرت خالدؓ کو معلوم ہوئے۔ تو انہوں نے ارادہ کیا کہ عجمی لشکر جس گھاٹی میں جمع ہے۔ اسکو چھوڑ کے اور سرداران ایران کو غافل رکھ کے کسی اور گھاٹی سے پار ہو جائیں۔ چنانچہ اسی خیال کے مطابق وہ اپنے لشکر کو ایک اور گھاٹی کی طرف لے چلے۔ مگر ہرمز کو بھی اسکے جاسوس گھڑی گھڑی کی خبر دیتے رہتے تھے۔ ہرمز کے زبردست لشکر نے خالدؓ سے پہلے ہی اس گھاٹی پر پہنچ کر لشکر اسلام کا راستہ روک دیا خالدؓ نے اس گھاٹی کو بھی بند پا کر ایک ایسے مقام میں جا کے قیام کیا۔ جہاں پانی نہ میسر آسکتا تھا۔ مگر بہادران اسلام نے ایسی ہی حالت میں ایرانیوں سے لڑنا شروع کر دیا خدا کی قدرت دیکھئے کہ یکایک آسمان پر ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے اُن کی خیمہ گاہ میں برسنے لگا۔ اور اُن کے آگے جدھر ایرانی تھے۔ وہ میدان خشک پڑا رہا۔

خدا کی اس مہربانی سے مسلمانوں نے حسب ضرورت بارش کا پانی بھر لیا۔ اور اس تائید ایزدی سے اُن کے حوصلے بڑھ گئے۔

اتنے میں ہرمز خود میدان کارزار میں آیا۔ اور اپنے لشکر کی صفوں سے نکل کر گھوڑے پر ادھر اُدھر تزک احتشام سے چکر لگانے لگا۔ اور خود خالدؓ بن ولیدؓ کو اپنے مقابلے پر بلایا مگر ہرمز نے اپنی فوج میں کہہ دیا تھا۔ کہ تم لوگ موقع دیکھ کر فوراً آپہنچنا۔ اور غداری وغیرہ کا کچھ خیال نہ کرنا۔ ہمیں جس طرح ممکن ہو فتح حاصل کرنی چاہیئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے جو دیکھا کہ دشمنوں کا سپہ سالار مجھے بلا رہا ہے تو پیدل دوڑتے ہوئے اُس کی طرف چلے۔ خالدؓ کو پاپیادہ دیکھکر ہرمز بھی گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اور دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔

خالدؓ کو حریف پر غالب دیکھ کے عجمی سپاہ کے لوگ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے بڑھے۔ مگر ابھی وہ پہنچنے نہ پائے تھے۔ کہ سیف اللہؓ ہرمز کا کام تمام کر چکے تھے۔ اور وہ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی قعقاع نے تکبیر کے نعرے بلند کرکے لشکر عجم پر حملہ کر دیا۔ اور اُن لوگوں کو مار کے ہٹا دیا۔ جو خالد بن ولیدؓ کیطرف آرہے تھے۔ جان نثارانِ اسلام کے توحید کے نعروں نے عجمیوں کے دل ہلا دیئے سردار کے قتل ہو جانے نے اُن کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ اِس پر قعقاع کا جو زبردست حملہ ہوا تو اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور سب ایرانی لشکر بدحواسی کے ساتھ بھاگا۔ اُن کے ساتھ قباذ اور انوشن جان بھی اپنی اپنی جانیں بچا کے فرار ہو گئے۔

اس لڑائی میں بہادرانِ اسلام کو بہت سا مال غنیمت ملا۔ ہرمز کے کپڑے اور اسلحہ حضرت خالدؓ کو ملے جنمیں فقط اُسکی ٹوپی ایک لاکھ درہم کی تھی۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ہرمز ایران میں سب سے زیادہ معزز طبقے کے امراء میں تھا۔ اور اِس رُتبے کے اُمراء جو بہت بڑی عزت اور خطابوں سے سرفراز ہوتے تھے۔ عموماً ایک خاص قسم کی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ جو کم از کم ایک لاکھ درہم کی ہوا کرتی تھی۔

الغرض مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ مژدہ فتح کے ساتھ بارگاہِ خلافت میں بھیجا گیا اور باقی مال جان نثارانِ اسلام میں خالدؓ نے تقسیم کر دیا۔

اِس کے بعد حضرت خالد بن ولید فاتح لشکر اسلام کے ساتھ آگے بڑھے۔ خود تو بصریٰ کے بڑے پل والے میدان میں فروکش ہوئے۔ اور مثنیٰ کو فارسیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جنہوں نے ایرانیوں کے پیچھے پیچھے جا کے ایک قلعہ پر قبضہ کر لیا جس

کی قلعہ دار اور مالکہ ایک عجیبہ خاتون تھی۔ یہ نیک خاتون مسلمانوں کے پہنچتے ہی ایمان لے آئی۔ اور مسلمانوں نے اُس کے قلعہ کا نام حصن المرأۃ یعنی عورت کا قلعہ رکھ دیا۔

کاشتکاروں اور عام رعایا سے خالدؓ نے بالکل تعرض نہ کیا۔ نہ اُنکو لوٹا مارا نہ اُن کے کھیتوں کو پامال کیا۔ اور نہ اُنکے کام میں خلل انداز ہوئے۔ جسکی وجہ سے ملک میں بخوبی امن وامان قائم رہا۔

ہرمز تو دنیا سے رخصت ہوگیا تھا۔ مگر اُسکی تحریر خسرو عجم اور شیرو کے پاس جب پہنچی تو اُس نے اپنے ایک نامی سردار قارن کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ہرمز کی مدد کیلئے روانہ کیا۔ قارن ابھی مقام مدار تک پہنچا تھا۔ کہ بقیۃ السیف منفررین سپاہ عجم اُسے ملے اور اُنہوں نے ہرمز کے مارے جانے کی اُسے پُردرد داستان سُنائی قارن نے اُن ہزیمت خوردہ سپاہ کو اپنے ساتھ لیا۔ آگے بڑھا تو قباذ اور انوشجان بھی اپنی اپنی جمعیتوں کے ساتھ اُس سے آملے۔ اور اِس زبردست لشکر نے جوئے ثنا کے کنارے اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔

اِس بات کی خبر جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو ہوئی۔ تو فوراً ان لوگوں کے مقابلے کیلئے وہ بھی اِس مقام پر پہنچے۔ اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے مقابل لڑائی کیلئے صفیں باندھیں۔ یکایک قارن گھوڑے کو کُداتا اپنی فوج سے نکلا۔ اور رکوۃ ھل من مبارز بلند کرکے کہا "کہ کوئی ہے۔ جو میرے مقابلے پر آئے" بہادرانِ اسلام کی طرف سے معقل بن المثنی اُس کے مقابلے پر نکلے۔ اور دونوں نے کمال مشاقی و جانبازی سے ایک دوسرے پر وار کرنا شروع کئے۔ آخر قارن معقل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اِدھر اِس میدانِ کارزار میں عاصم کے ہاتھ سے انوشجان نذرِ اجل ہوا۔ اور عدی بن حاتم کی تلوار نے قباذ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

قارن دولت عجم کا نہایت ہی معزز و ممتاز اور سب سے بہادر سردار تھا لیکن ایسے

سردار کی ماتحتی میں بھی ایرانیوں کو بہادرانِ اسلام نے شکست فاش دی۔ چنانچہ وہ اپنی تین ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کے بھاگے اس کے علاوہ بہت سے عجمی بھاگتے وقت دریا میں ڈوب ڈوب کر مر گئے۔ چونکہ راستے میں دریا حائل تھا۔ اس وجہ سے بہادرانِ اسلام اُن کا تعاقب نہ کر سکے۔

اس لڑائی میں بہت دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی جس میں پانچواں حصّہ جدا کر کے مژدہ فتح کے ساتھ دربار خلافت میں روانہ کیا گیا۔ اور باقی مال جان نثارانِ اسلام کے حصّے میں آیا۔

اس لڑائی میں بہت سے عجمی بھی مسلمانوں نے گرفتار کئے جنمیں ایک حسن بصری بھی تھے۔ جو پہلے دینِ عیسوی کے پیرو تھے۔ لیکن اس لڑائی کے بعد دین اسلام قبول کر کے اپنے زہد تقویٰ اور دینداری کی وجہ سے مشائخ صوفیہ کے سلسلے کے ایک ایسے ولی کامل تسلیم کئے گئے۔ اور آج مسلمانوں کے دلوں میں اُنکی بزرگی کی بڑی عزت وقعت ہے۔

اس فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اس علاقے کے بندوبست کی طرف توجہ کی رعایا اور کاشتکاری کا انتظام کیا۔ اُن پر جزیہ تشخیص کیا گیا۔ تو سب ذمی قرار پائے۔ اور اُن کی حفاظت و امانت کا کام دولت خلافت نے اپنے ذمہ لیا۔ حفاظت ملک کے لئے سو فوجیں مقرر ہوئی۔ خالدؓ نے اس کا سردار سعید بن عثمان کو مقرر کیا۔

سعید بن مقرن مزنی محصل جزیہ یعنی کلکٹر مقرر ہوئے۔ اور اُن کو حکم دیا گیا۔ کہ پہاڑوں اور گھاٹیوں میں جا کے ٹھہریں۔

ان تمام انتظامات کے بعد خالدؓ نے اپنے مخبروں اور جاسوسوں کے ذریعے دشمنوں کے نقل و حرکت کا پتہ لگانا شروع کیا۔

جب اس شکست کا حال اردشیر والیٔ عجم نے سُنا۔ تو اُس کے پاؤں کے نیچے

سے زمین نکل گئی وہ نہایت حیران ہوا اور آخر اندرزغر نام ایک عراقی سپہ سالار کو مسلمانوں کی روک تھام پر مامور کیا۔ اور اس کو آگے بڑھاتے ہی اس کے پیچھے دوسرے عجمی سردار بہمن جاذویہ کو ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ روانہ کیا تاکہ اسکی مدد کرے۔ اندرزغر نے کسکر کے علاقہ میں بڑا عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ سرحدی علاقوں کے عرب جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ وہ بھی اس کے علم ساسانی کے نیچے جمع ہوئے اور اس علاقے کے قریب قریب تمام زمیندار اور دہقان (مقام) اس لشکر عجم میں شامل ہو گئے اور آخر سب نے بڑے جوش و خروش سے مقام دلجہ میں آ کے پڑاؤ ڈال دیا۔

خالدؓ نہرِ ثنی کے کنارے پر تھے۔ اس لشکر عجم کے آنے کا جب حال سُنا تو فوراً کوچ کر کے دلجہ میں پہنچ گئے۔ اور دشمن کے مقابل صف آرا ہوئے۔ یہاں خالدؓ نے یہ کارروائی کی تھی۔ کہ دونوں جانب بہت سی فوج کمین گاہوں میں چھپا کے بٹھا دی تھی۔ اس کا انتظام مکمل ہوتے ہی حضرت خالدؓ نے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔

دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ دونوں جانب کے سپہ گروں کی لڑتے لڑتے یہ حالت ہو گئی کہ سلاح جنگ چلاتے چلاتے ہاتھ شل ہو گئے۔ اور دل میں کہہ رہے تھے۔ کہ اب ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ خالدؓ نے کمین گاہ والوں کو بہت دیر میں نکلنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد یک بیک جو دونوں پہلوؤں پر کمین گاہوں سے بہادران اسلام تکبیروں کے نعرے لگاتے ہوئے نکلے تو عجمیوں کے حواس جاتے رہے۔ اور ان تازہ دل شہسواروں نے جیسے ہی حملہ کیا فارسیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور آخر منتشر اور بدحواس ہو کے بھاگے۔

حضرت خالدؓ کے تدبر سے اس لڑائی کے میدان کا نقشہ کچھ ایسا واقع ہوا تھا۔ کہ مسلمانوں کی جو فوج کمین گاہ سے نکل کر ایرانیوں کی پشت پر آ کے پڑی۔ اور خالدؓ کے

سامنے تھے ۔لہٰذا اُنکے لئے بھاگنے کا راستہ بند تھا گھبرا گھبرا کے چاروں طرف دیکھتے اور کسی طرف مفر نہ نظر آتا آخر غرض اس شکست کے وقت اگرچہ کسی تدبیر سے نکل بھاگا مگر بھاگنے سے فائدہ نہ ہوا وہ اس لئے کہ ایسے صحرائے لق و دق اور دشت ناپیداکنار میں جا پڑا کہ بھوکا پیاسا پیوند زمین ہو گیا۔مفرور عربوں میں سے بجیر کے بیٹے جابر نیز عبدالاسود کے بیٹے کو جو بنی بکر بن وائل میں سے تھا حضرت خالد رضؓ نے گرفتار کر لیا۔

مسلمانوں کو یہ فتح عظیم جو ایرانیوں اور عربوں دونوں پر تھی۔حضور پر نور حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے گیارہ مہینے بعد صفر کے مہینے میں حاصل ہوئی۔

فتح کے ساتھ ہی رعایا اور کاشتکاروں کو امان دیدی گئی اور سارے عراق میں تائید الٰہی اور حقانیت نبوت کی ہیبت چھا گئی۔

وہ ایرانی قبائل عرب جو فارسیوں کی مدد پر آئے تھے۔خصوصًا بنی بکر بن وائل اس شکست پر نہایت برافروختہ ہوئے اور انہوں نے ایرانیوں سے مراسلت کر کے پھر مدد طلب کی آخر اپنا پورا گروہ جمع کر کے شہر لیس میں پڑاؤ ڈالدیا۔تاکہ مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑیں۔

عبدالاسود عجلی جو اپنے بیٹے کی گرفتاری کے غم میں خون کے آنسو رو رہا تھا اس لشکر کا سردار مقرر ہوا اور ناموران بنی عجلان عتبہ بن نہاس بن قرۃ۔فرات بن میان نذر عود بن عدی اور مثنیٰ بن لاحق اسکی مدد کے لئے ساتھ ہو لئے۔

ادھر خسرو عجم اردشیر نے اُنکی درخواست پر اپنے نامور سپہ سالار بہمن جازویہ کو جو شہر مثنیٰ تاتا میں تھا۔حکم بھیجا کہ عجمیوں کا ایک زبردست لشکر جمع

کرکے اور اُنکو خوب مسلح و آراستہ کرو۔ اور کوشش کرو کہ وہ پوری شجاعت اور حسن تدبیر کے ساتھ سے مقام لیس پر پہنچکر نصاری عرب کی مدد کرے "

چنانچہ بہمن نے اپنے بادشاہ کے حکم کے مطابق ایک لشکر جرار خوب آراستہ کرکے جابان نام ایک ایرانی سردار کی ماتحتی میں عربوں کی کمک کے لئے بھیجدیا اور انکو سمجھا دیا کہ تم اپنی طرف سے لڑائی نہ چھیڑنا نصاریٰ عرب جب لڑائی شروع کردیں تو موقع دیکھکر اُنکی مدد کرنا۔

بہمن جاذویہ ارشاد خسروی کو انجام دیکر خود تاجدار عجم کے دربار میں حاضر ہوا تاکہ بادشاہ سے مشورہ کرے کہ حملہ آور عربوں کی روک تھام کے لئے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ مگر دربار میں پہنچ کے اُسے معلوم ہوا کہ جانشین و لیعہد خسروی بیمار ہے لہذا اُسکی صحت کے انتظار میں وہ وہیں ٹھہر گیا۔

ادھر جابان جب اپنی فوج کے ساتھ مقام لیس پر پہنچا تو وہاں اُس نے تمام نصرانی قبائل عرب بنی عجلان بنی تیم الدسدی بنی ضبعہ وغیرہ جمع دیکھے حضرت خالدؓ نے اس مادہ فاسد کے مجتمع ہونے کا جب حال سُنا تو اُن کی طرف بڑھے مگر اُنہیں یہ معلوم نہ تھا کہ انکی مدد پر عجمی سپہ سالار جابان بھی آیا ہوا ہے۔

بہر حال خالد نے میدان جنگ میں پہنچتے ہی لڑائی شروع کردی۔ دونوں طرف کے نامور جوہر شجاعت دکھانے لگے۔ میدان کارزار کو گرم دیکھکر ایرانیوں نے اپنے سپہ سالار جابان سے پوچھا اب آپ کا کیا حکم ہے۔

ہم لڑائی میں شریک ہوں یا ابھی انتظار کریں ؟

جابان نے کہا جہانتک بنے تم لڑائی میں تامل کرو۔

چنانچہ یہ لوگ دسترخوان بچھا کے کھانا کھانے لگے ادھر میدان جنگ میں یہ ہوا

کہ صفوف جنگ کے مرتب ہوتے ہی حضرت خالدؓ نے میدان میں آ کے عبدالاسود بجیر ابن ابجیر اور مالک بن قبیل کو اپنے مقابلے پر بلایا سب کے پہلے مالک نکل کے آیا اور تھوڑی ہی دیر کی لڑائی میں حضرت خالد رضہ کے ہاتھ سے مارا گیا مالک کے قتل ہونے سے سارے دشمنوں کے دل دھڑکنے لگے۔ کیونکہ کہ وہ بڑا نامی گرامی شہسوار تھا جب جابان کو اس بات کی خبر ہوئی تو ہمراہیوں سے کہا لڑائی کے آغاز ہی میں ایسا واقعہ پیش آیا جس سے میرا دل گھبرا رہا ہے اب تم لوگ ایک کام کرو جتنا کھانا تمہارے پاس ہے اس میں زہر ملا کے یہیں چھوڑ دو اگر تم کو فتح ہوئی تو مضائقہ نہیں اس کو پھینک دینا لیکن اگر مسلمان غالب آئے تو آتے ہی یہ پکا پکایا تیار کھانا کھانے لگیں گے جس کے کھاتے ہی ہلاک ہو جائینگے۔ مگر عجمیوں نے اس تجویز کو نہ مانا اور نہ اس پر عمل کیا۔

ادھر لڑائی نہایت ہی زور شور سے ہو رہی تھی۔ سرکش قبائل عرب اس لئے استقلال سے قدم جمائے ہوئے تھے کہ جابان کی ایرانی فوج ہماری کمک کے لئے تیار کھڑی ہے۔ لیکن بہادران اسلام بھی نہایت استقلال سے بےخوف ہو کر حملے پر حملے کر رہے تھے۔

حضرت خالدؓ نے جب دیکھا کہ دشمنوں کے پائے ثبات کو کسی طرح لغزش ہی نہیں ہوتی تو درگاہ ایزدی میں یہ دعا کی۔

"خداوندا۔ اگر تو نے ان لوگوں کو شکست دی تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ جہانتک بنے گا ان لوگوں کو زندہ نہ چھوڑوں گا اور دریائے فرات کو جس کے کنارے شہر لیس آباد ہے جب خون سے بہا دونگا تب چین لونگا؟"

حضرت خالد رضہ ابھی یہ دعا ہی کر رہے تھے کہ ایرانیوں کو شکست ہوگئی۔ میدان کا یہ رنگ دیکھتے ہی خالد نے اپنے بہادروں کو پکار پکار کر یہ کہنا شروع کیا قید کرو۔

قید کرو اور اگر قید نہ ہوسکیں تو قتل کردو۔

یہ حکم سنتے ہی بہادران اسلام نے مفرور دشمنوں کو اسیر کرنا شروع کیا اور ہزاروں دشمن قید ہوکر تہہ تیغ ہوگئے۔

اس لڑائی میں ستر ہزار عرب و عجم مارے گئے۔ اسکے بعد حضرت خالد بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ مقام معیشیا میں پہنچے۔ اس شہر میں جو کچھ مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور کہیں نہ ملا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے جس شہر والے سے کہا کہ سامان دولت لا کے پیش کرو اس سے فوراً جو کچھ دستیاب ہوا خود ہی لا کے حاضر کردیا۔

بہرحال اس مال غنیمت میں سے بھی پانچواں حصہ مژدہ فتح کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیجا گیا ان فتوحات عراق و عجم میں خالد بن ولید کے کارے سُنکر حضرت ابوبکر صدیق رضہ بے انتہا خوش ہوئے اور بے اختیار اُسکی زبان مبارک سے نکلا کہ عورتیں خالد رضہ کا ثانی پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔

اسی اثنار میں یہ معلوم ہوا کہ اہل حیرہ نے عہد شکنی کرکے پھر بغاوت و سرکشی اختیار کرلی ہے یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید اپنے بہادر لشکر کے ساتھ امغیشیا سے کوچ کرکے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ باربرداری کے سامان کو کشتیوں پر لاد کے دریا کے راستے سے سفر اختیار کیا عجمی سردار آناذبہ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے حیرہ میں موجود تھا حضرت خالد رضہ کی روانگی کا حال سنتے ہی اُس نے اپنے بیٹے کو روانہ کیا اُس نے دریا کو کاٹ کے اس کا پانی دوسری طرف بہا دیا جسکی وجہ سے یکایک دریا پایاب ہوگیا اور مسلمانوں کی کشتیاں دلدل میں پھنس کے رہ گئیں۔

**اہل حیرہ کی سرکوبی**

حضرت خالد کو جب یہ مصیبت پیش آئی تو فوراً اپنے بہادروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کے مقام فرات باد قلی میں جا پہنچے جہاں آزادیہ کا بیٹا اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ بہادران اسلام ناگہاں اُس کے سر پر جا پہنچے۔ اُسے اور اُس کے تمام لوگوں کو گھیر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آزادیہ نے یا تو یہ سُنا تھا کہ اُس کے بیٹے نے اپنا کام پورا کر دیا اور مسلمانوں کی کشتیاں دلدل میں پھنس گئیں۔ وہ یہ سُنکر نہایت خوش اور مطمئن بیٹھا تھا یکایک اُسے یہ خبر پہنچی کہ خود اُس کا بیٹا اور اُس کے تمام رفقا ر کا کام تمام ہو گیا۔ اس غمناک خبر کے سنتے ہی ابھی وہ خون کے آنسو بہا رہا تھا کہ اُسی وقت دار السلطنت عجم سے ایک شاہی قاصد نے آ کے یہ خبر دی کہ خسرو اردشیر نے دنیا سے رخصت ہو کے تاج و تخت سامانی کو خالی کر دیا۔ اور جانشینی میں جھگڑا پڑا ہوا ہے اس خبر کے سنتے ہی اُس کے باقی رہے سہے حواس بھی جاتے رہے اور بغیر اس کے کہ بہادران اسلام کا مقابلہ کرے وہ دم دبا کر حیرہ سے بھاگ گیا آزادیہ کے بھاگ جانے کے بعد جان نثاران اسلام کو لیکر حضرت خالد یہاں پہنچے اور شہر حیرہ کے متصل قلعہ غربین کے قریب لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالدیا۔

بہادران اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ میں بند ہو گئے مگر خالدؓ نے سب قلعوں کو چاروں طرف سے محصور کر لیا اور محاصرے کا یہ انتظام کیا گیا کہ قصر ابیض کے محاصرے کا چارج ضرار ابن ازور نے لیا۔ ایاس بن قبیصہ طائی جس نے پہلے معاہدہ کر کے غداری کی تھی اسی قلعہ میں تھا۔ قصر غربین کا محاصرہ ضرار بن خطاب کے سپرد ہوا۔ عدی مقتول کا بیٹا عدی ثانی اس قلعہ میں تھا۔ قصر ابن مازن کو ضرار بن مقرن

گھیرے ہوئے تھا۔ اس قلعہ کا حاکم اس میں عمرو بن عبد المسیح بن ثقیلہ بند تھا یہ تمام سرداران عساکر اسلام ایک شب و روز تک قلعوں کو گھیرے رہے اور لڑائی اس لئے نہیں چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ لیکن جب اُنکی طرف سے کسی قسم کی تحریک نہ ہوئی۔ تو خالد رضہ نے حملہ کر کے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے دیروں اور کنیسیوں پر قبضہ کر لیا۔

اسکے بعد ایاس بن قبیصہ طائی اور عمرو بن عبد المسیح (نہایت بوڑھا پیر فانی تھا) اپنے قلعوں سے نکل کے آئے اور لوگوں نے انکو حضرت خالد رضہ کے سامنے پیش کیا۔ خالد رضہ نے عمرو بن عبد المسیح کی طرف توجہ کی اور دریافت کیا "تمہاری عمر کتنی ہے؟ عمرو نے کہا سینکڑوں برس کی۔

خالد رضہ نے خیال کیا کہ اس کے ہوش و حواس شاید بجا نہ ہوں اس لئے اُس سے بہت سے سوالات کئے۔ لیکن عمرو نے خالد کے سوالات کے نہایت معقول جوابات دیئے۔ اتفاقاً اُس کے ہمراہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا نکلی اسپر حضرت خالد رضہ نے پوچھا "اسے کیوں ساتھ لائے ہو؟۔ اُس نے کہا اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو میں اُسکو کھا کے مرجاؤں۔ اور اپنی قوم کی ذلت و تباہی نہ دیکھوں۔

خالد رضہ اُس پڑیا سے زہر نکال کے اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اُس سے کہا "بے موت کوئی نہیں مرتا۔ اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہ کہکر خالد رضہ نے "بسم اللہ خیر الاسماء رب الارض و اسماء الذی لا یضر مع اسمہ داء الرحمن الرحیم یہ کلمات ادا کر کے وہ زہر پھانک لیا۔ خالد کا یہ اعتقاد اور خدا پر اعتماد دیکھکر وہ تمام لوگ ششدر رہ گئے جو قلعوں سے نکل آئے تھے۔ اور عمرو بن عبد المسیح کی زبان سے تو یہ کلمہ بے اختیار

نکل گیا۔ جب تک تمہاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے، تم اپنے کسی مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے۔

بہر حال ڈیڑھ لاکھ نوّے ہزار سالانہ جزیہ پر صلح ہو گئی۔ اور صلح ہو جانے کے بعد اہل حیرہ نے اس رقم جزیہ کے علاوہ اور بہت سے قیمتی ہدیے اور تحفے مسلمانوں کے پیش کیے جن کو خالدؓ نے مژدہ فتح کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیج دیا۔ اور دربار خلافت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم بھیجا۔ کہ جتنی رقم کا معاہدہ ہوا ہے۔ اس سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ان ہدیوں اور تحفوں کی قیمت رقم جزیہ میں محسوب کر لو۔ اور ان تحائف کی قیمت وضع کرنے کے بعد جتنی رقم باقی رہے۔ اسکو اہل حیرہ سے وصول کرو۔

اہل حیرہ سے یہ صلح کامرانی حضور پُرنور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے پورے ایک سال بعد ربیع الاوّل میں ہوئی۔

اہل حیرہ اور بہادران اسلام کی جنگ پر ملک عراق کے تمام زمینداروں دہقانوں اور گاؤں کے سرداروں کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ ان کا خیال تھا۔ کہ اگر اہل حیرہ مغلوب ہوئے تو دیکھیں وہاں کے لوگوں کے ساتھ مسلمان کیسا سلوک کرتے ہیں۔

چنانچہ حیرہ سے صلح کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی۔ اطراف و جوانب کے تمام معززین و ذی اثر لوگ حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

ایک شب کو خطونا اور نسطونا سرداران عراق کے ساتھ حرات کا بڑا دہقان آن سے آکے ملا۔ اور وفاداری کا اقرار کر کے صلح کی درخواست کی۔ بیس لاکھ سالانہ خراج کے وعدے پر اُس سے صلح ہو گئی اور اس صلح کے ہوتے ہی وہ سارا علاقہ جو نا کیج اور ہر مزجرد کے درمیان واقع ہے۔ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ اس کے متصل وہ علاقہ بھی تھا۔ جو خاص خاندان کسریٰ کے صرف خاص یعنی شاہی جاگیر میں سمجھا جاتا تھا۔ حضرت خالدؓ نے جا بجا اپنے عاملوں کو مفتوح علاقے کے انتظام و حفاظت کے لئے روانہ کیا، اور

اپنے بہادر سرداروں فرات بن از دو فرات بن قطاب قعقاع بن عمرو مثنیٰ بن حارثہ عتیبہ بن نہاس وغیرہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا جو سبقت کر کے مقام مسیّب میں خیمہ زن ہوئے اور خالدؓ کے حکم سے دشمنوں کی سرکوبی کرنے لگے۔

ان کے حملوں نے لب دجلہ تک تمام علاقے میں ہلچل ڈالدی اور ساتھ ہی خالدؓ بن ولید نے ایک عام اعلان شائع کر دیا۔ کہ اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ یا لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ایرانیوں میں ان دنوں بڑی ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ کسریٰ عجم اردشیر مر گیا تھا۔ اور سارے ملک میں اسکی جانشینی کے متعلق اختلاف پھیلا ہوا تھا۔ آخر عمائد سلطنت نے تخت نشینی کا تصفیہ ہونے سے پہلے ہی ایک لشکر مرتب کر کے بہمن جاذویہ بہر شہر کو اس کا سردار بنا کر روانہ کیا تاکہ عربوں کی روک تھام کرے مگر وہ کچھ نہ کر سکا۔ اور حضرت خالدؓ سارے علاقے سے برابر خراج وصول کرتے رہے۔

حیرہ سے لب دجلہ تک اب کوئی شہر ایرانیوں کے قبضے میں نہ تھا۔ خالدؓ خود حیرہ میں مقیم تھے۔ اُن کے افسران معہ فوج بڑھتے جاتے تھے۔ اور شہروں پر بغیر لڑے قبضہ کرتے جاتے تھے۔

ان دنوں اہل فارس کی ملکی حالت یہ تھی۔ کہ آج ایک شخص کو بادشاہ بناتے اور کل تخت سے اُتار دیتے۔ اردشیر سے بیشتر یہ ہوا تھا۔ کہ شیرویہ بن کسریٰ پرویز نے اُن تمام شہزادوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ جو نوشیرواں کی نسل سے تھے۔ پھر اُس کے بعد عام طور پر معزز بن عجم کو قتل کرنے لگا۔

اور اب ان دنوں اردشیر کے مرنے پر بھی یہی ہوا کہ اُس کے بیٹے نے شاہی نسل کے اُن تمام شاہزادوں کو قتل کر ڈالا جن کا سلسلہ نسب نوشیرواں کے اوپر بہرام گور تک کسی تاجدار آل شاہان سے ملتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شاہی خاندان

میں سے کوئی باقی نہ رہا - اور کوئی ایسا شاہزادہ ملتا ہی نہ تھا - جس کو سب لوگ اتفاق کر کے بادشاہ بنائیں -

انہیں اسی حالت میں حضرت خالدؓ کا اعلان پہنچا اور سب حواس باختہ ہو گئے آخر نسل کسریٰ کی شاہزادیوں نے اُمرائے دولت کو بُلا کے کہا کہ اپنے ملک اور اپنے دین کے کیوں دشمن ہو رہے ہو - معلوم ہوتا ہے - کہ تم کو اپنی قوم اور اپنے شاہی گھرانے کے کسی شخص سے جب تک اطمینان نہ ہو گا - جب تک حملہ آور ان عرب یہاں پہنچ کر تم کو اس بات کا اطمینان نہ دلائیں گے -

آخر حریم شہریاری کے اثر سے فرخ زاد سریر شہریاری پر بٹھایا گیا - مگر اس شرط پر کہ یہ اسی وقت تک خسرو عجم تسلیم کیا جائیگا - جب تک نسل نوشیرواں کا کوئی شہزادہ نہیں ملتا - جس کی تاجداری پر ہم سب کو اتفاق ہو گا -

**جنگ فارس** اسی زمانہ میں جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی جمعیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچ گئے اور حضرت خالدؓ فوج کو مرتب کر کے شہر انبار کی طرف بڑھے - تاکہ غلہ اور کھانے پینے کا سامان وہاں سے لے لیا جائے -

عساکر اسلام کے مقدمۃ الجیش کے سردار اقرع بن حابس تھے - یہ ایسے بہادر اور چلبلی طبیعت کے شخص تھے - کہ بغیر لڑائی کے اُنکو چین نہ آتا تھا - چنانچہ اُنہوں نے وہاں پہنچتے ہی دشمنوں سے لڑائی چھیڑ دی - اور جب دونوں فوجیں لڑ رہی تھیں اقرع نے ایک ہزار تیر اندازوں کو آگے بڑھایا - اور حکم دیا - کہ دشمنوں کی آنکھوں کا نشانہ باندھ کر ایک ساتھ تیر اندازی کریں -

چنانچہ ان لوگوں نے کمانوں میں تیر چڑھا کر نشانے باندھ کے ایک ہزار تیر پھینکے - کہ کسی تیر نے بھی نشانہ خطا نہ کیا - اور ایک چٹکی بجانے میں دشمنوں کے

سپاہ کی ایک ہزار آنکھیں چھد گئیں۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے اس دن کا نام ذات العیوان یعنی آنکھوں والا دن رکھ دیا۔

ایرانیوں کا سردار یہاں شیرازد نام ایک شخص تھا۔ جو نسا باطہ کا حاکم و والی تھا۔ اُس نے دم بھر میں اپنے ہمراہیوں کی ایک ہزار آنکھیں جو ضائع ہوتی دیکھیں تو فوراً لڑائی سے رُک کر صلح کا پیام دیا۔ مگر اُس کی پیش کردہ شرائط کو خالدؓ نے منظور نہیں کیا۔ اب پھر زور و شور سے لڑائی شروع ہوئی۔ ایرانیوں کو اُن کے خندق محفوظ کئے ہوئے تھے۔ انہیں خندقوں کے باعث مسلمانوں کو اُن کے لشکر تک پہنچنا دشوا تھا۔

لیکن بہادرانِ اسلام نے یہ کارروائی کی کہ اپنی فوج کے تمام کمزور اور مریض اونٹ ذبح کر کے خندق میں ڈال دیئے۔ اور اُن اُونٹوں کی لاشوں سے خندق کا ایک حصّہ پاٹ کے پل سا بنا لیا۔ اور اُسی پر سے ہو کے دشمن کی صفوں کی طرف بڑھے۔ ایرانیوں نے بڑھ کے روکا اور خندق کے کنارے پر ایک گھمسان معرکہ ہوا۔ قریب تھا۔ کہ مسلمان دشمنوں کو پیچھے دھکیل کے ان میں گھس پڑیں۔ مگر شیرزاد نے پھر پیام صلح دیا۔ اور خالدؓ نے جو شرطیں پیش کیں وہ قبول کر لیں۔

اس صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دشمنوں کو بغیر کسی مال و اسباب کے ایسی جگہ پہنچا دیا جائے۔ جہاں سے وہ اپنی حدود میں جا سکیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہی کیا۔ شیرزاد کو معہ اُسکی سپاہ کے سرحد عجم میں پہنچا دیا۔ اور شہر انبار معہ تمام ساز و سامان کے صحابۂ رسالت کے قبضے میں آ گیا۔

شیرزاد یہاں سے جان بچا کر بہمن جاذویہ سے جا ملا۔ اور اسکے جانے کے بعد حضرت خالدؓ نے انبار کے گرد و پیش کے گاؤں پر بھی قبضہ کر لیا۔

اور قریب کے ایک شہر کلواذی کے لوگوں نے آ کر صلح کر لی، اس کے بعد خالدؓ نے زبرقان کو انبار کا حاکم مقرر کیا۔ اور خود آگے بڑھ کے عین التمر کی طرف

پہنچے وہاں بہرام چوبین کا بیٹا مہران تھا۔ اور اس کے زیر علم ایک بڑا بھاری لشکر موجود تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ عقہ بن ابی عقہ بھی ابن عربوں کے ایک لشکر کثیر کے ساتھ اس کے ہمراہ تھا۔ اس کے ہمراہی بنی تغلب اور بنی ایاد وغیرہ مسلم قبائل عرب میں سے تھے۔
عین التمر میں جب خالدؓ کی روانگی کی خبر مشہور ہوئی، تو عقہ نے مہران سے مِل کے کہا "عربوں سے لڑنا عرب ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ہمیں اور خالدؓ کو چھوڑ دیں ہم آپس میں خود نبٹ لیں گے"
اِس پر مہیران نے کہا "تم نے ٹھیک کہا۔ تم ہی عربوں سے خوب لڑسکو گے اور تم وُہ لوگ ہو۔ کہ اہل عرب واہل فارس دونوں سے خوب لڑتے ہو"
مہران کا آخری فقرہ فقط عربوں کا دِل بڑھانے کیلئے تھا۔ مگر ایرانی سپاہ کو یہ بات ناگوار ہوئی، کہ اِس موقع پر ایرانیوں کا نام لے کے اُنکی کیوں تحقیر کی گئی۔
چنانچہ اپنی سپاہ کے اس خیال سے واقف ہو کر مہران نے ایرانیوں سے کہا "تمہارے بادشاہوں کے مسلسل مارے جانے سے تمہاری سلطنت پر مصیبت نازل ہے۔ تمہاری قوت اور جماعت منتشر ہو رہی ہے۔ اب تمہارے بنائے کیا ہو سکتا ہے۔ ایسی حالت میں اتنا کہ کے میں نے تمہاری جان بچادی۔ اسلئے تمہیں اِس بات کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ نہ کہ شکایت۔ سُنو! خالد پر اگر ان لوگوں کو فتح حاصل ہو گئی تو وہ تمہاری ہی فتح ہو گی۔ اور اگر یہ لوگ کامیاب نہ ہوئے۔ تو تم کو مسلمانوں سے اس وقت مقابلہ پڑیگا۔ جب وہ تھکے ماندے ہونگے۔ اور تم تازہ دم ہو گے۔ تو قوت دپامردی کے ساتھ لڑسکو گے"
یہ سُن کر تمام ایرانی خاموش ہو رہے۔ اور اس کے بعد مہران نے اپنے دوست عربوں سے کہا "آپ لوگ مقابلہ کریں۔ اگر ہماری مدد کی ضرورت پیش آئی تو آپ ہمیں لڑائی کے لئے تیار پائیں گے۔

یہ بات طے پاتے ہی عقہ اپنے عربی لشکر کے ساتھ بڑھ کر بہادران اسلام کے مقابل صف آرا ہوا۔ ابھی وہ اپنی جماعت کے سامنے گھوڑا دوڑا دوڑا کے صفیں ہی برابر کر رہا تھا۔ کہ خالدؓ بجلی کی طرح ناگہاں اس کے سر پر جا پہنچے اور کمند میں پھانس کے اس کو اپنے لشکر میں گھسیٹ لائے۔

اپنے سردار کو بہادران اسلام کے ہاتھ میں یوں آناً فاناً اسیر ہوجاتے دیکھ کر تمام بے دین عرب بھاگ گئے۔ اور بھاگتے میں اُن کے اور بہت سے آدمی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے۔ عربوں کے بغیر لڑے اس طرح بھاگ کھڑے ہونے کی خبر جب مہران نے سُنی تو وہ اپنی ساری فوج کو لے کر دُم دبا کر بھاگا۔

جب مغرور عرب عین التمر میں پہنچے تو انہوں نے سوائے اس کے کوئی مفر نہ دیکھا سب قلعہ کے اندر گھس گئے اور پھاٹک بند کر لئے۔

مگر بہادران اسلام بھی اُن کے تعاقب میں تھے۔ فوراً بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر زندگی سے مایوس ہو کر محصورین نے امان مانگی۔ اس پر خالدؓ نے کہا۔ "تمہارے لئے امان نہیں ہے۔" مجبوراً بغیر کسی شرط کے سب بے دین عرب قلعہ سے باہر نکل آئے اور ہتھیار پھینک کر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے اُنکو باندھ لیا۔

اس کے بعد عقہ اور اُس کے سپاہی قتل ہوئے پھر قلعہ عین التمر پر حملہ ہوا اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

اس لڑائی میں کئی بڑے معزز و ممتاز صحابی بھی شہید ہوئے جنمیں سے ایک تو عمیر بن زباب سہمی تھے۔ جو مہاجرین حبشہ میں سے تھے۔ ایک بشیر بن سعد انصاری تھے۔ جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین کی تائید میں تقریر کی تھی۔ اور ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے موئید تھے۔

بہرحال مژدہ فتح کے ساتھ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اور لونڈی غلام بارگاہِ خلافت

میں روانہ کر کے حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی فوج ظفر موج سے آگے بڑھنے کو تھے۔ کہ اتنے میں اُن کو عیاض بن غنم کی ایک تحریر ملی جسمیں انہوں نے شہر دومتہ الجندل سے لکھا تھا۔ کہ میرے مقابل دشمنوں کی قوت بہت زیادہ ہے۔ فوراً میری مدد کیجیئے"۔

**فتح دومتہ الجندل** حضرت خالد بن ولیدؓ یہ خط پڑھتے ہی دومتہ الجندل کی طرف اپنے لشکر کو لے کر بڑھے۔

عیاض کے مقابل اکثر سرکش دیے دین قبائل عرب تھے جنمیں زیادہ تر بنی تنبر بنی کلب، بنی غسان، بنی تنوخ اور بنی ضجیم کے مختلف خاندانوں کے گروہ تھے۔

اوّل اکیدر بن عبدالملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ۔ اکیدر کہتا تھا۔ کہ لڑنا خلاف مصلحت ہے صلح کر لینی چاہیئے۔ جودی اور اکثر اہل شہر اس بات پر اُترے ہوئے تھے کہ ہم بے لڑے نہ رہیں گے۔ اکیدر نے جو یہ حال دیکھا۔ تو ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر دومتہ الجندل نکلا وہ کسی طرف جانا چاہتا تھا۔ کہ بہادران اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔ چونکہ اُس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اور نہ اطاعت گذار بنا۔ اس لئے اس سرکشی کی سزا میں وہ قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد خالدؓ اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ شہر دومتہ الجندل کی باہر طرف بڑھے۔ ایک رُخ پر عیاض تھے۔ اور خالدؓ اُس کے بالمقابل دوسرے رُخ پر اُترے جودی ایک لشکر کے ساتھ اُن کے مقابلے کو نکلا اور اسی وقت اُسکے دوسرے لشکر نے شہر سے نکل کر عیاض پر حملہ کیا۔ مگر دونوں جانب سے شہر والوں کو شکست ہوئی۔ اور خالدؓ کے بہادروں نے جودی کو گرفتار کر لیا۔ اُس کی فوج کے سپاہی بھاگ کے قلعہ میں گھسنے لگے تھے۔ کہ اندر والوں نے مسلمان بہادروں کے ڈر سے پھاٹک بند کر لئے۔ اتنے میں بہادرانِ اسلام نے پہنچ کے سب کو رسیوں میں جکڑ لیا اس کے بعد قلعہ پر دھاوا کر کے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ قلعہ کے اندر جتنے لڑنے

والے سلے مقتول ہوئے۔

اسی زمانے میں جبکہ خالدؓ دومتہ الجندل میں تھے۔ اہل حیرہ کے عربوں نے اپنے نامی شہسوار عقہ کے قتل پر برہم ہو کے دارالسلطنت فارس میں لکھا "کہ مسلمانوں کو روکیئے اور پوری قوت سے انکا انیصال کیجئے"۔ اس تحریک کے مطابق وہاں سے دو سردار الاعجم زرمہر اور روزبہ لشکر لے کر انبار کیطرف بڑھے۔ اور حصید اور خنافس کے قبائل عرب کو لکھا کہ آپ لوگ بھی آکر ہمارے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ اس کی خبر قعقاع بن عمر کو بھی ہو گئی۔ جو حیرہ میں خالدؓ کے قائم مقام تھے انہوں نے فوراً عبد بن فدکی کو حصید کی طرف اور عروہ بن جور بارقی کو خنافس کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ ان دونوں عرب گروہوں کو عجمی لشکر تک نہ پہنچنے دیں۔ چنانچہ وہ دونوں طرف سے راستے میں حائل ہو گئے۔ اتنے میں خالد بن ولیدؓ بھی حیرہ میں پہنچ گئے۔ اگرچہ وہ دومتہ الجندل سے یہ ارادہ کر کے چلے تھے۔ کہ اب دارالسلطنت عجم مدائن پر فوج کشی کریں گے۔ مگر یہاں پہنچ کر جب یہ حالات سنے تو قعقاع کے مشورے سے مدائن کی پر حملہ کرنے سے پہلے یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ پہلے اس نئے لشکر عجم کو شکست دے دی جائے۔

چنانچہ اس رائے کے مطابق قعقاع بن عمر اور ابو یعلی فدکی جلد جلد کوچ کرتے ہوئے روزبہ اور زرمہر کی طرف چلے۔

اسی اثنار میں خالدؓ کو اطلاع ملی کہ عقہ کے خون کا انتقام لینے کے لئے ہذیل بن عمران نے مقام مصیخ میں لشکر جمع کیا ہے۔ اور دوسری طرف ربیعہ بن بحیر نے مقامات ثنی و بشر میں فوجیں جمع کی ہیں۔ اور دونوں اس کوشش میں ہیں۔ کہ زرمہر اور روزبہ کے لشکر سے جا ملیں۔

یہ سنکر خالدؓ بھی بہادران اسلام کو لے کر فوراً بڑھے۔ اور مقام عین میں قعقاع

اور ابو یعلیٰ سے جا ملے - وہاں سے قعقاع کو تو حصید میں اور ابو یعلیٰ کو فنافس میں بھیج دیا

**جنگ حصید**

قعقاع جب حصید میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں روزبہ اور زرمہر کا لشکر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے - اور مقابلے کی تیاریاں کر رہا ہے قعقاع نے جاتے ہی حملہ کر دیا - اور بڑی بھاری لڑائی چھڑ گئی - اور عجمیوں میں سے ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی - یہاں تک کہ قعقاع نے شیرانہ حملہ کر کے زرمہر کو بھی لقمۂ شمشیر بنایا ادھر عصمۃ بن عبداللہ نام ایک نیک نفس اور پاک طینت بزرگ اور جان نثار اسلام نے روزبہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا -

دونوں سرداروں کے مارے جاتے ہی ایرانیوں کو شکست ہو گئی - بدحواسی کے ساتھ بھاگے اور مسلمانوں نے تعاقب میں اُن کا قلع و قمع کرنا شروع کیا -

بقیۃ السیف ایرانی بھاگ کر فنافس میں پہنچے - مگر وہاں ابھی دم نہ لینے پائے تھے - کہ ابو یعلیٰ اُن کے سر پر جا پہنچے - اور وہی حصید کی مصیبت اور تباہی اُن کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی - گھبرا کے اُلٹے پاؤں بھاگے ، جب سب کو بھاگتے دیکھا تو فارسی سپہ سالار مہبوذان بھی بھاگا - اور اُس نے مقام مضیح میں پہنچکر ہذیل بن عمران کے پاس پناہ لی - جس نے دشمن دین عربوں کا لشکر جمع کیا تھا -

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حصید کی شکست اور اہل فنافس کے بھاگنے اور مضیح میں پناہ لینے کا حال سنا تو نہایت رازداری کے ساتھ قعقاع ابو یعلیٰ عبد اور رعرزہ تمام سرداران جیوش اسلام کو خطوط بھیجے کہ ایک رات کو جو اُنھوں نے قرار دے لی تھی - سب کے سب بغیر کسی کو خبر کے مضیح میں پہنچ جائیں - اور خود بھی اسی تاریخ کو اس مقام سے روانہ ہو کے مضیح کی طرف چلے -

**معرکۂ مضیح**

تمام سرداران اور خالدؓ معہ اپنی اپنی افواج کے اسی مقررہ رات کو جب مضیح میں پہنچ گئے - تو رات کے اندھیرے ہی میں چاروں

طرف سے ایک ہی وقت ہذیل کے لشکر پر تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے جا پڑے وُہ لوگ غافل سو رہے تھے۔ آنکھ کھلی تو ہنگامۂ محشر بپا دیکھا۔ سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ سب مضطربانہ حرکتیں کرنے اور بدحواسی سے بھاگنے لگے۔ اور مسلمانوں نے اُن کو بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ اِن لوگوں کا غالب گروہ قتل ہوگیا فقط ہذیل کے گروہ کے چند نفوس البتہ بھاگ کے بچ گئے۔

ہذیل کے ہمراہ عبدالعزیٰ بن ابی اہم بھی تھا۔ اور اُس کے ساتھ اُس کے دو بھائی اوس بن مناۃ اور عبید بن جریر تھے۔ یہ دونوں بھائی مسلمان ہو چکے تھے۔ اور اُنکے پاس خلیفۂ رسول اللہ ابوبکر صدیقؓ کی تحریر موجود تھی۔ جس سے اُن کے اسلام لانے کی بخوبی تصدیق ہوتی تھی۔ اس شب خون میں یہ دونوں بھائی بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ حال معلوم ہؤا اور ساتھ ہی عبدالعزیٰ کے دو شعر اُن کے گوش گزار ہوئے۔ اور اُنہیں اِن مسلمانوں کے مارے جانے کا نہایت افسوس ہؤا۔ اور اُنہوں نے اُن دونوں بھائیوں کا خون بہا ادا کردیا

اِس لڑائی میں ایک نہایت دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ کہ دشمن دین قبائل عرب میں نعمان بن عز کا بیٹا حرقوس بھی تھا۔ اور اُسکی بیوی اور بیٹیاں بھی ہمراہ تھیں۔ اُس نے ہذیل کو لڑائی سے بہت روکا۔ اور کہا تھا۔ کہ مسلمانوں سے صلح کر لینی چاہیئے۔ مگر کسی نے سماعت نہ کی۔ اس رات کو وہ آپ ہی آپ زندگی سے مایوس تھا۔ بیوی اور بیٹوں میں بیٹھ کر شراب پی رہا تھا۔ اور اُن سے بار بار کہتا تھا یہ الوداعی شراب ہے۔ جی بھر کے پی لو۔ خالدؓ عین میں ہیں اور اُن کا لشکر حصید میں ہے۔ اس کے بعد اُس نے شعر پڑھا۔

الا ناسقیانی قبل خیل ابی بکر     لعل منایا قریب وما ندای

ابوبکر کے سواروں کے آنے سے پہلے مجھے پلا دو۔ شاید ہماری موت قریب ہؤا اور ہم جانتے ہوں

اتنے میں کسی مسلمان کی تلوار اُس کے سر پر پڑی۔ اور اسکا سر کٹ کے اُسی جام

لبریز میں جا پڑا جو اُس کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ ربیعہ بن بجیر تغلبی کا پڑاؤ بلاد ثنی و بشر میں ہے۔ یہ دونوں شہر رصافہ سے جانبِ مشرق واقع ہیں۔ ربیعہ کو بھی عقہ کے مارے جانے کا صدمہ تھا۔ اور اُس نے اپنا لشکر جمع کر کے روزبہ اور زرمہر اور ہذیل سے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں بھی تمہارے ساتھ آ کر لڑائی میں شریک ہونگا۔ مُصَیّخ کو فتح کرتے ہی حضرت خالدؓ کے مشورے سے قعقاع اور ابو لیلیٰ نے ایک رات ربیعہ پر حملہ کرنے کے لئے مقرر کی اور خود خالدؓ بھی اسی طرف چلے۔ اور رات ہی رات ثنی میں پہنچ کر تین طرف سے ربیعہ کے لشکر پر جا پڑے۔

**فتح ثنی و بشر** یکایک اُن پر تلواروں کی بجلیاں گرنے لگیں۔ بدحواسی میں اُن لوگوں سے کچھ نہ ہو سکا۔ سارا لشکر رات کے اندھیرے ہی میں کٹ گیا۔ جو کچھ ساز و سامان شہر میں رہا بہادرانِ اسلام نے حاصل کیا۔ جس کا پانچواں حصّہ حسب دستور معہ اسیرانِ جنگ کے مدینہ منوّرہ میں روانہ کیا گیا۔

اس لڑائی کے اسیروں میں ربیعہ بن بجیر کی بیٹی صہبا تغلبیہ بھی تھیں۔ جن کو حضرت علی مرتضیٰؓ نے مول لے لیا۔ اور اُن کی محبوبہ بیوی بن گئیں۔ جن کے بطن سے عمر ابن علیؓ اور رقیہؓ بنت علیؓ پیدا ہوئیں۔ اور عمرؓ بن علیؓ پچاسی برس کے ہو کے دُنیا سے رخصت ہوئے۔

اس کارِ زار کو انجام دیکر حضرت خالدؓ بشر سے روانہ ہو کر رضاب میں پہنچے شہر رضاب دریائے فرات کے کنارے ہے۔ یہاں عقہ کا بیٹا ہلال اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ جو بہادرانِ اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اُس کے ہمراہی اپنے سردار ہلال کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ آخر مجبور ہو کے وہ بھی بھاگ کھڑا ہوا۔

رضاب میں بہادرانِ اسلام نے جب کسی حریف کو نہ پایا۔ تو خالدؓ شمال و مغرب میں شہر فراض کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شہر ممالک شام و عراق اور جزیرہ کی سرحد پر

واقع ہے۔ اس طرف حضرت خالدؓ نے اس لئے رُخ کیا۔ کہ مسلمانوں کی سرگرمی دیکھ کر رومیوں میں جوش پیدا ہو۔ اس لئے اُنھوں نے مملکت عجم کے اُن سرحدی مقامات سے ایرانی فوجیں بھی اپنی مدد پر بُلائیں۔

**معرکۂ فراض** رومیوں اور ایرانیوں کے علاوہ یہاں بہت سے دشمن دین قبائل عرب بھی جمع ہو گئے تھے۔ جن میں زیادہ تر بنی تغلب بنی آیاد۔ اور بنی نمر کے لوگ تھے۔ اِن سبھوں سے لشکروں کا بہت بڑا جماؤ ہو گیا۔ اور یہ لوگ اپنی جمعیّت کی زعم میں بہادرانِ اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے خود ہی بڑھے۔

حضرت خالدؓ نے جب یہ حال سُنا۔ تو خود بھی جلد جلد کوچ کرتے ہوئے اُن کے استقبال کو چلے اور اگرچہ ماہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا لیکن سفر کی عجلت کے باعث روزے افطار کر ڈالے۔

بہادرانِ اسلام کی فوج ظفر موج جیسے ہی دریائے فرات کے کنارے پر پہنچی تو معلوم ہؤا کہ دشمنوں کا لشکر اُس پار موجود ہے۔ ساتھ ہی دشمنوں کی طرف سے یہ پیغام ملا۔ کہ "تم اِس پار آؤ۔ یا ہمیں اُس پار آنے دو"۔

اِس پر خالدؓ نے کہلا بھیجا "تم ہی اِس پار آجاؤ"۔

اِس کے جواب میں اُنھوں نے یہ کہا۔ "تو پھر تم اپنی فوج سامنے سے ہٹا لو تاکہ ہم دریا کو عبور کریں"۔

حضرت خالدؓ نے یہ جواب دیا "ہم اپنی جگہ سے تو ہٹنے کے نہیں تم دریا کے کنارے کنارے بہاؤ پر آگے بڑھ جانا۔ اور جہاں پر مناسب معلوم ہو اُتر آؤ۔ اس بات کا اطمینان رکھو۔ کہ ہماری طرف سے تمہارے پار ہونے میں کسی طرح کی مزاحمت نہ ہو گی۔

چنانچہ اسی تجویز کے مطابق یہ لوگ اوپر جا کے اُترے۔ اِن لوگوں کی کثرت اور رومیوں فارسیوں اور عربوں کے اتحاد نے حضرت خالدؓ کو تشویش میں ڈال دیا۔

دشمنوں نے دریائے فرات عبور کرتے رومیوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا۔ ہم اور عجمی الگ الگ رہیں۔ تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ لڑائی میں کون زیادہ بہادری و استقلال اور پامردی دکھاتا ہے۔

تھوڑی دیر میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اور نہایت ہی خونریز لڑائی ہونے لگی بہادرانِ اسلام نے اپنی بہادری کے وُہ جوہر دکھائے کہ رومی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا کے بھاگے۔ اُس کے ساتھ ہی عجمیوں اور عربوں کے بھی قدم اُکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنے جانباز مجاہدوں کو پکار کر کہا۔ کہ جب تک میں حکم نہ دوں تلوار نہ روکی جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مقتولین دشمنانِ اسلام کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہو گئی۔

اِس عظیم الشان فتح کے بعد دس روز تک سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ فراض میں مقیم رہے۔ اِس کے بعد اپنی فوج ظفر موج کو حیرہ کی طرف واپسی کا حکم دے دیا۔ یہ ماہ ذی قعد ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

واپسی کے وقت فوج کے دو حصے کئے گئے تھے۔ اور آخری حصہ فوج کا سردار شجرہ بن الاعز کو مقرر کیا گیا تھا۔ سارے لشکر کو یہی معلوم تھا۔ کہ سپہ سالار اعظم حضرت خالدؓ بن ولید فوج کے پچھلے حصہ میں ہیں۔ لیکن حضرت خالدؓ واپسی کے وقت ان جان نثاران اسلام میں نہ تھے۔ بلکہ چند ہمراہیوں کے ساتھ معمولی مسافروں کے بھیس میں مکۂ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ وہ بھی ادائیگی

حج کے خیال سے چنانچہ خالد بن ولیدؓ چند منازل طے کر کے مکّہ شریف میں پہنچے سب سے پوشیدہ رہ کر حج کیا۔ اور فوراً واپس آکر پھر اپنے لشکر میں مل گئے خلیفہ رسُولِ مقبُول صلعم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بھی اگرچہ حج میں موجود تھے۔ مگر اُن کو بھی خالدؓ کے آنے کا حال نہ معلوم ہوا۔ البتہ جب آپ مدینے میں واپس آئے تو یہ واقعہ سُنکر اُن کو تعجب ہوا۔ اور خالدؓ کے اس طرح آنے پر ناراض ہوئے۔

## سنہ ۱۳ھ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس وقت خالد بن ولیدؓ کو ایران کی طرف روانہ کیا تھا۔ اسی وقت خالد بن سعید بن عاص کو ارض شام کی طرف روانہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ابھی وُہ روانہ نہ ہونے پائے تھے۔ کہ یکایک روک دیئے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ خالد بن سعید کو بھی حضرت علیؓ زبیرؓ وطلحہ وغیرہ اصحاب رسولؐ کے ساتھ انتخاب خلافت کے مخالف تھے۔

اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو اس مخالفت کا کچھ خیال نہ تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ فاروق نے اسی وجہ اختلاف کے باعث اُن کی روانگی شام کا حکم ملتوی کرا دیا تھا۔ چنانچہ اُن کو بجائے شام پر فوج کشی کرنے کے یہ حکم ملا تھا۔ کہ تم سرحد شام کے شہر تیماء میں جا کے ٹھہرو۔ اور وہاں کے مسلمانوں کے ممد و معاون رہو۔ اور اطراف جوانب کے مسلمان عربوں کو جہاد کے لئے اپنے پاس جمع کرو۔ مگر جب تک یہاں اجازت نہ دی جائے آگے بڑھنے کا قصد نہ کرنا مرتد عربوں سے بھی تم اپنی طرف سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ ہاں اگر وُہ خود تم پر یورش کریں۔ تو مقابلہ کرنے میں مضائقہ نہیں۔

چنانچہ اُنہیں ہدایات خلافت کے مطابق حضرت خالد بن سعید نے تیماء

میں پہنچکر پڑاؤ ڈالدیا۔ اور بہت سے جان نثاران اسلام جمع کرکے کافی لشکر مرتب کرلیا
خالد ثانی کی اس کارروائی کا حال جب شام کے رومی سرداروں نے سُنا
تو سرحد شام کے نصرانی قبائل عرب بنی بہر۔ بنی سلیح۔ بنی غسان۔ بنی کلب۔ بنی جذام
میں اپنے ایلچی بھیج کر اُن کو مسلمانوں کی مخالفت پر اُبھارا۔ جب خالدؓ ثانی کو اس
بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع دی۔ بارگاہ خلافت
سے جواب گیا۔ کہ اب تم اُن لوگوں کی طرف بڑھو۔ مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ
ہماری طرف سے چھیڑ نہ ہو۔ یہ حکم پاتے ہی جانباز خالدؓ اُن کی طرف بڑھے مگر
قریب پہنچے تو دشمن منتشر ہوگئے۔ مگر جہاں دشمنوں کا پڑاؤ تھا۔ اُسی جگہ آپ نے
بھی اپنے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور جو کچھ واقعات گذرے تھے بارگاہ خلافت
میں عرض کئے۔ اس پر حکم ہوا۔ کہ اور آگے بڑھو۔ مگر ہوشیاری اور احتیاط
کے ساتھ ایسا نہ ہو کہ دشمن تمہاری پشت پر آجائیں اور لشکر اسلام کا راستہ بند کردیں"
یہ حکم موصول ہوتے ہی خالد ثانی اور آگے بڑھے۔ تھوڑی دُور بڑھتے اور
رُک جاتے تھے۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے آخر اُن کے مقابلہ پر باہان نام ایک
رومی سردار آیا۔ خالد بن سعید نے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اُسے شکست دیدی
اس فتح کی اطلاع دینے کے ساتھ مدینہ شریف سے مدد مانگی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے چند روز پہلے ہی سارے عرب میں جہاد کا اعلان
کردیا تھا۔ اور مسلمان قبائل عرب سے استدعا کی تھی۔ کہ خدا کی راہ میں جہاد
کرنے کے لئے آئیں۔ اور ثواب آخرت کے ساتھ دنیاوی فائدہ بھی حاصل کریں
اس استدعا کے مطابق تمام اطراف سے لوگ آ آکر مدینہ شریف میں
جمع ہونا شروع ہوئے۔

جان نثاران اسلام جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں چاروں طرف سے

جوق در جوق چلے آئے تھے۔ سب سے پہلے جو گروہ آیا اس میں نامور شہسوار یمن ذی الکلاع حمیری تھے۔ ان کے ساتھ ہی عکرمہ بن ابی جہل بھی اپنے زبردست لشکر کے ساتھ تہامہ، عمان، بحرین اور یمن کی مہمیں سر کر کے آ گئے۔ ان لوگوں کو مدینے میں فروکش دیکھ کر ابو بکر صدیق رضؓ نے اپنے تمام امرائے محصلین زکوٰۃ اور والیوں کو لکھ بھیجا کہ یہ لوگ یمن سے آ گئے ہیں۔ جو کوئی ان سے اپنی خدمت کا مبادلہ چاہتا ہے کرا سکتا ہے۔

اس ارشاد کے مطابق قریب قریب اکثر والیوں نے اپنا مبادلہ کرا لیا۔ اور اس لشکر میں سے کسی کو اپنی جگہ بلا کر جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔ اور مدینے شریف میں ایک ایسا لشکر تیار ہوا۔ جس میں اکثر وہی لوگ تھے۔ جو اپنی خدمتوں کا مبادلہ کرا کے آئے تھے۔ چنانچہ اس لشکر کا نام ہی جیش البدال ہو گیا۔

چنانچہ اسی لشکر کو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے خالد بن سعید کی خواہش کے مطابق شام کی طرف روانہ کیا۔ اور اسی گھڑی سے شام پر فوج کشی کرنے کی کارروائی کو اہمیت دی گئی عمرو بن عاص کو حضور پُر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سعد ہذیم اور بنی عذیرہ وغیرہ قبائل میں تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اُن کو عمان کے مرتدوں کے مقابلے پر بھیجا تو یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ جب اس مہم سے فراغت ہو گی تو تم پھر اپنی پُرانی خدمت پر مامور کر دئے جاؤ گے۔

چنانچہ وہ جیسے ہی عمان سے واپس آئے تو اپنی اُسی قدیم خدمت پر بھیج دیئے گئے تھے۔ اب اُنہوں نے بھی خواہش کی کہ اپنی خدمت پر کسی اور کو مقرر کرا کے خود شام کی مہم پر جائیں۔ اور جہاد کریں۔ عمرو بن عاص کی اس تحریر پر ابو بکر صدیق رضؓ نے انکو لکھا کہ تم کو حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خدمت پر مامور کیا تھا۔ اُس سے میں اپنی طرف سے تبدیلی کرنا مناسب نہیں

سمجھنا۔ لیکن ہاں جس طرح پہلے تم کو عمان بھیجا تھا۔ اسی طرح اب چاہتا ہوں۔ کہ تم کو ایسے کام پر مامور کردوں۔ جو دین و دنیا دونوں میں تمہارے لئے مفید ہے بشرطیکہ تم بھی اسکو پسند کرتے رہو۔ رہی تمہاری یہ خدمت جس پر تم مامور ہو تمہارے لئے محفوظ رہے گی۔

اس حکم کے جواب میں عمرو بن عاص نے لکھا ”میں اسلام کے تیروں میں ایک تیر ہوں۔ اور آپ تیرانداز اور اُن تیروں کو فراہم کرنے والے ہیں۔ لہذا ناوک اندازی کرتے وقت آپ دیکھ لیں کہ کون تیر اچھا تیز باڑھ دار مضبوط اور کاری ہے“۔

یہ خط دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن کو بھی ولید بن عتبہ کو بھی (جو بنی قضاعہ میں رقوم زکوٰۃ کے کلکٹر تھے) حکم دیا کہ جہاد کے لئے عربوں کی فوج جمع کرو“۔ چنانچہ دونوں نے بڑی مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی۔

اس اثناء میں جو اور مجاہدین اطراف عرب سے آکر مدینے میں جمع ہوئے اُنکو بھی اُنہوں نے عمرو بن عاص کے پاس بھیج دیا۔ اور ایک خاص راستہ بتا کے حکم دیا۔ کہ اس راہ سے تم ارض فلسطین کی راہ لو۔

اسی طرح کچھ مجاہدین ولید بن عتبہ کے پاس بھیجے اور اُن کو حکم دیا کہ اپنی اپنی جماعت کے ساتھ تم شہر اردن کی طرف روانہ ہو۔

## فتوحات شام و فلسطین و جنادین وغیرہ

اس کے بعد اور بہت سے مجاہدین عرب مدینے میں جمع ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ نے مدینے شریف میں ہی ان لوگوں کا ایک باقاعدہ لشکر مرتب کیا۔ اور ان پر ابوسفیان کے بیٹے یزید کو سردار مقرر کیا اس لشکر میں سہیل بن عمرو اور اُن کے سے نامور شجاعان مکہ بھی تھے۔

جب اِن لوگوں کی روانگی کا وقت آیا تو ابو بکر صدیقؓ پاپیادہ اُن کے رخصت کرنے کو تشریف لے گئے۔ اور یزید بن ابی سفیان اور دیگر سرکردوں کو یہ ہدایات دیں۔ یزید بن ابی سفیان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"تم کو امتحاناً سردار مقرر کرتا ہوں۔ تاکہ تمہاری آزمائش ہو۔ اور مجھے تمہارا تجربہ ہو جائے۔ میں تم کو اس اہم خدمت پر روانہ کرتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو خیر و خوبی سے انجام دیا تو اپنی گذشتہ خدمت پر پھر مامور ہو گے۔ اگر اس کے خلاف ہوا تو معزول کر دیئے جاؤ گے۔ خیر خدا سے ڈرتے رہنا وہ جیسا تمہارے ظاہر کو جانتا ہے۔ تمہارے باطن کو بھی جانتا ہے۔ خدا کے نزدیک سب سے اچھا آدمی وہ ہے۔ جو اُس کی محبّت میں سب سے زیادہ مستقل ہو۔ اور سب سے زیادہ تقرب الٰہی اُسکو حاصل ہو۔ جو لوگ اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں سب سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ ہم نے تم کو خالد بن سعید کی جگہ سپہ سالار افواج شام مقرّر کیا ہے۔ لہذا خبردار تم سے عہد جاہلیت کی سی ریاکاری و خودنمائی نہ ہو۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ نمائش کو پسند نہیں کرتا۔ جب تم اپنے لشکر میں پہنچو تو اپنی فوج والوں سے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔ اُن کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے ابتدا کرنا۔ اور اپنے طرز عمل سے ان کو شفقت و مرحمت کی اُمید دلانا۔ اور جب کبھی اُن کو کسی امر میں نمائش کرنا ہو تو تقریر میں اختصار کا خیال رکھنا۔ طویل کلام میں اکثر یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک بات دوسری بات کو بھلا دیتی ہے۔ اپنے نفس کو اچھّا اور پاک رکھنا۔ تاکہ تم کو دیکھ کر سب لوگوں کے نفس اچھّے اور پاک رہیں۔ نمازوں کو اُن کے اوقات پر پورے رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرتے رہنا اور لڑائی میں خشوع و خضوع سے کام لینا۔ دشمن کے ایلچی جب تمہارے پاس آئیں تو اُن سے عزت سے پیش آنا۔ مگر

اُن کو اپنے یہاں زیرِ نک نہ ٹھہرانا۔ تاکہ واپس جائیں تو تمہاری فوج کی حالت سے ناواقف جائیں۔ اُنہیں اپنے لشکرگاہ کی سیر نہ کرانا۔ ورنہ وہ تمہارے نقصانات سے واقف ہو جائیں گے۔ اور جن باتوں کو تم جانتے ہو۔ وہ بھی جان جائیں گے ان کو اپنے یہاں اُتارنا تو فوج کے پُرسطوت حصّے میں اُتارنا۔ ان سے تم خود گفتگو کرنا۔ کسی اور کو اجازت نہ دینا کہ تمہاری طرح اُن سے گفتگو کرے۔ یہ بھی خیال رکھنا کہ جو باتیں خلوت میں کرنے کی ہیں اُن کو جلوت میں نہ کیا کرنا۔ ورنہ لوگوں کے دلوں میں تمہاری طرف سے شبہات اور شکوک پیدا ہونگے جب کسی سے مشورہ لینا تو اُس سے سچ سچ واقعہ کہہ دینا تم کو اس سے سچا مشورہ ملے گا اپنے شہروں سے خبروں کو پوشیدہ اور مخفی نہ رکھنا۔ تم کو اپنے دل سے مشورہ مِل جایا کرے گا۔ اپنے لوگوں میں بیٹھ کر رات کو باتیں کیا کرنا۔ اس طریقے سے تمہیں بہت سے ضروری حالات معلوم ہو جایا کریں گے۔ اور تمہاری آنکھوں کے سامنے سے پردے اُٹھیں گے۔ اپنی فوج میں پہرہ دینے والوں کو کثرت سے رکھنا۔ اور انکو اپنی فوج میں اندر باہر ہر طرف پھیلا دینا اور اکثر راتوں کو وقت بے وقت ناگہاں اُنکے سر پر جا پہنچنا بغیر اسکے کہ اُنکو تمہارے آنے کی پہلے خبر ہو۔ اور اس طرح کی گشت میں جس کسی کو پہرے سے غافل پانا اُسے مناسب سزا دینا مگر سزا دینے میں حد سے نہ گذرنا۔ راتوں کو پہرے والوں کو بدلتے رہنا۔ اور پہرے کی پہلی باری پچھلی سے زیادہ لمبی مقرّر کرنا۔ وہ اس لئے کہ پہلے حِصّہ شب کا پہرہ آسان ہوتا ہے مستوجب سزا کو سزا دینے میں خوف نہ کرنا خود بھی بھی گناہ کے مرتکب نہ ہونا۔ اور نہ بُرائی و معصیت کے مٹانے کو آسان و حقیر تصوّر کرنا اپنے سپاہیوں کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونا۔ انمیں جو خرابیاں پیدا ہو جائیں۔ اور تمہیں خبر نہ ہو۔ لیکن ان کی جاسوسی بھی نہ کرنا تاکہ وہ رسوا اور بدنام ہوں

لوگوں کے رازوں کو نہ کھولنا اور جو کچھ ظاہر میں نظر آتا ہو اُسی پر کاربندائی کرنا۔ اُن لوگوں کی صحبت نہ اختیار کرنا۔ جو دین کی باتوں کو تمسخر کیا کرتے ہیں۔ میدانِ کارزار میں ہمیشہ بچے رہنا۔ اور اپنے حرکات سے بزدلی کو نہ ظاہر ہونے دینا۔ تاکہ اور لوگ بھی بزدل نہ ہوجائیں۔ خیانت سے بچتے رہنا۔ اُس سے محتاجی و ہلاکت آتی ہے۔ عنقریب وہاں تم ایسے لوگوں کو پاؤگے جو خانقاہوں میں بند ہو کر بیٹھ رہے ہیں۔ اُن کو اور اُن کے ناموں کو چھوڑ دینا اور اُن کے اطمینان میں خلل نہ ڈالنا۔ بچوں اور عورتوں بوڑھوں اپاہجوں کو قتل نہ کرنا لوگوں کی کھیتیاں، باغ، درختوں کے پھل کا نقصان نہ کرنا۔

ان نصائح و ہدایات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپہ سالار شام یزید بن ابی سفیان کو روانہ کیا۔ اس لشکر کے روانہ ہوجانے بعد جو اور مجاہدین مدینہ شریف میں آکر جمع ہو گئے تھے۔ اُن پر ابوعبیدہ بن الجراح کو سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ تم شہر حمص کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

ابوعبیدہ نے مدینہ شریف سے کوچ کیا تو جب شہر بلقاء کے قریب پہنچے۔ تو وہاں کے لوگوں نے شہر کے پھاٹک پر اُنکے لشکر کو روکا۔ اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ مگر قبل اس کے کہ لڑائی کا کوئی فیصلہ ہو اِن لوگوں نے خود ہی اظہار اطاعت کر کے صلح کر لی اور یہی صلح ارض شام کی جانب مسلمانوں کی پہلی فتح تصوّر کی گئی۔

اس کے بعد بہادران اسلام کو یہ معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر ارض فلسطین کے شہر عربہ کے قریب جمع ہو رہا ہے۔ چنانچہ یزید بن ابوسفیان نے اُنکے مقابلہ پر تھوڑی فوج کے ساتھ ابوامامہ باہلی کو روانہ کیا۔ ابوامامہ نے وہاں پہنچتے ہی اُن لوگوں کو شکست دی اور آگے بڑھے۔

اِدھر خالد بن سعید نے جب سُنا کہ متعدد سرداران اسلام فوجوں کے

ساتھ روانہ ہوئے ہیں۔ تو خلیفہ رسول اللہ صلعم حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی اجازت کے بغیر خود ہی بڑھ کے رومیوں پر حملہ کر دیا۔

رومی سپہ سالار باہان بڑا چالاک اور ہوشیار سردار تھا۔ اس نے اُن کو یہ فریب دیا۔ کہ اپنی شکست اور کمزوری ظاہر کر کے پیچھے ہٹنے لگا۔ بہادران اسلام اُس کا تعاقب کرتے ہوئے بڑھے۔ اس لڑائی میں ذوالکلاع، عکرمہ اور ولید بھی خالد ثانی کے ساتھ تھے۔ رومی لشکر ہٹتے ہٹتے مرج حفر میں پہنچ کر ٹھہر گیا اور اب خالد بن سعید نے جو دیکھا تو ان کا سارا لشکر دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی دشمنوں کی تعداد بھی زیادہ نظر آئی کیونکہ دشمنوں کے بہت سے لشکر چاروں طرف سے یہاں آکر جمع ہوئے۔ اور بہادران کی واپسی کا راستہ بند تھا۔

اس حالت میں لڑائی شروع ہوئی تو رومیوں نے نہایت جوش وخروش سے حملے شروع کر دئے۔ خود باہان نے یورش کر کے خالد کے ایک فرزند کو شہید کر ڈالا۔

خالد نے بیٹے کے مارے جانے کا حال سُنا تو ایسی ہیبت چھائی کہ اُلٹے پاؤں بھاگے اور بھاگتے ہوئے مدینہ شریف کے قریب مقام ذی المراۃ تک چلے آئے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے جو یہ حال سُنا تو فوراً آدمی دوڑائے اور اُن کو حکم بھیجا کہ خبردار مدینے میں نہ آنا۔ بلکہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی جگہ یعنی مقام ذی المراۃ ہی میں ٹھہرے رہو۔

اُدھر میدان مرج حفر میں عکرمہ بن ابی جہل دشمنوں سے مقابلہ کرتے۔ اور مسلمانوں کو بچاتے اور سنبھالتے رہے۔

اسی اثناء میں سیف اللہ خالد بن ولیدؓ کے پاس سے شرجیل بن حسنہ کسی ضرورت سے دارالخلافہ مدینہ میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اُنکو حکم دیا کہ اب تم لوگ بجائے عراق کے شام میں ولید بن عتبہ کی جگہ پر میں تم کو وہاں کا سردار فوج

مقرر کرتا ہوں۔

شرجیل نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر شام کی طرف جاتے ہوئے جب وُہ مقام ذی المراۃ میں پہنچے تو خالد بن سعید کے ہمراہی جو یہاں پڑے ہوئے تھے۔ اُن میں سے اکثر شرجیل کے لشکر میں مل کر شام کی طرف پلٹ گئے۔

اِس کے بعد مدینے شریف میں مجاہدین کا ایک اور گروہ جمع ہوا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا لشکر مرتب کر کے معاویہ بن ابی سفیان کو اُن کا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ تم بھی شام کی راہ لو۔

معاویہ اُس جیش کے ساتھ ذی المراۃ میں پہنچے۔ تو خالد بن سعید کے پاس جو لوگ باقی رہ گئے تھے۔ وہ بھی اُن کو چھوڑ کر اس جیش مجاہدین کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ سُنا کہ اب خالد بن سعید کے پاس کوئی آدمی باقی نہیں ہے۔ تو آپ نے اُن کو مدینے شریف میں واپس بلا لیا۔

کچھ دنوں کے بعد یہ سب سردارانِ عرب شام میں پہنچ گئے۔ ابوعبیدہ نے تو جابیہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ یزید بن ابی سفیان اور اُن کے بھائی معاویہ بلقا میں ٹھہرے شرجیل بن حسنہ نے اُن کے گرد قیام کیا۔ اور عمرو بن عاص عرجہ میں جا کے اترے۔

تاجدار روم ہرقل ان دنوں جوش عقیدت سے بیت المقدس میں آیا تھا۔ جب اُسے عساکر اسلامیہ کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس نے اپنے ارکان دولت اور مشیران سلطنت کو جمع کر کے یہ کہا کہ میری یہ رائے ہے۔ کہ تم اُن لوگوں سے صلح کر لو۔ اگر تم محاصل مملکت شام کی آدھی رقم ادا کرنے کا وعدہ کر کے بھی مسلمانانِ عرب سے صلح کر لو گے تو میرے نزدیک نفع میں رہو گے۔ ورنہ وہ سارے مُلک شام پر قبضہ کر لیں گے۔ مشیران سلطنت اپنے بادشاہ ہرقل کی یہ رائے سُنکر

نہایت موحش ہوئے - بلکہ اُس سے ناراض ہو کر دربار سے اُٹھ کر چلے گئے۔"

مجبور ہو کر اُس نے پھر اپنے معززین ارکان دولت کو جمع کیا اور اُن کو لیکر شہر حمص میں پہنچا وہاں قیام کر کے لشکر مرتب کیا - اور ارادہ کیا - کہ ہر ایک مسلمان سردار کے مقابل ایک نئی فوج بھیجی جائے -

ہرقل کے پاس فوج کی کیا کمی تھی - اُس کا خیال تھا کہ مسلمان سرداروں کو جدا جدا میدانوں میں الجھا لینے سے اُن کی قوت کمزور پڑ جائے گی -

چنانچہ اپنے سگے بھائی تذارق کو نوّے ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن عاص کے مقابلہ پر جرجبہ میں - اور لوفر کو یزید بن ابی سفیان کے مقابلہ پر - فیقار بن نسطوس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابو عبیدہ کے مقابلے پر اور وراقص نام ایک رومی سردار کو شرجیل بن حسنہ کے مقابلے پر روانہ کر دیا -

ہرقل کے یہ انتظامات اور رومی فوجوں کی یہ کثرت دیکھ کر مسلمان گھبرائے اور سب سرداروں نے عمرو بن عاص کو خط لکھ کے دریافت کیا "کہ آپ کے نزدیک ایسی حالت میں کیا مناسب ہے"، اس سوال کا اُنہوں نے یہ جواب دیا "ہمارے لئے مناسب تدبیر یہ ہے - کہ ہم سب ایک جگہ جمع ہو جائیں، اور اپنے منتشر لشکر کو یکجا کر لیں متفرق طور پر سب میں کمزوری رہے گی، مگر ایک جگہ اکٹھا ہو جانے سے ہم کو اپنی کمی محسوس نہ ہوگی اور دشمن کی کثرت فوج کا اتنا اندیشہ نہ رہے گا۔"

چنانچہ دربار خلافت سے اس تجویز پر عمل کرنے کی اجازت طلب کی گئی، تو حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے بھی عمرو بن عاص کی رائے سے اتفاق کر کے اس بات کی اجازت دیدی کہ شام کے تمام عساکر اسلام اور کُل سردارانِ مجاہدین جمع ہو جائیں -

چنانچہ اسی رائے کے مطابق سب سردارانِ اسلام اپنے اپنے لشکر لیکر ایک ہو گئے

**جنگ اجنادین** ادھر سے رُومی لشکر بھی جمع ہو گئے - رومی سردار کا سپہ سالار

تذارق تھا اور مقدمۃ الجیش کی سرداری جرجہ کے سپرد تھی، باقی دونوں پہلوؤں میں سے ایک پہلو کی فوج کا سردار ہامان اور دوسرے پہلو کی فوج کا افسر قیقار اور رود۔

بعض رومی سرداروں کا یہ خیال تھا، کہ بہادرانِ اسلام سے لڑنے کی بجائے صلح پر راضی کر لینا چاہیئے۔ یا بعض کی یہ تجویز تھی، کہ بعض گروہوں کو توڑ لیں اور اسی تاخیر تعویق سے مسلمانوں کو کمزور بنا دیا جائے۔ لیکن بہادرانِ اسلام نے رومیوں کی اس کوتہ اندیشی سے فائدہ اُٹھا کر اُن کے واپس جانے کا رستہ بڑھ کر اپنے قبضے میں کر لیا۔

حضرت عمرو بن عاص نے جان نثارانِ اسلام کی اِس دُور اندیشی سے خوش ہو کر کہا "میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں، کہ تم نے رومیوں کو اپنے حلقے میں کر کے قید کر لیا ہے۔"

رومی جان بُوجھ کر لڑائی کو طول دے رہے تھے، اور اس ڈھیل میں اُنکی فوج دن بدن بڑھتی ہی جاتی تھی، اس طوالت اور رومی لشکر کی جمعیت بڑھنے کا حال عساکرِ اسلامی کے سرداروں نے جب دربارِ خلافت میں لکھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ تم عراق سے شام میں جا کر مسلمانوں کی مدد کرو۔ اور اپنی شجاعت اور دلیری کا سچا جوہر دکھاؤ، جو فوج تمہارے ہمراہ ہے، اس میں سے نصف کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور نصف کو وہیں عراق میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی سرداری میں چھوڑ دو۔ جب شام میں خُدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہو جائے تو پھر تم عراق میں واپس چلے جانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ حکم پہنچتے ہی حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اور خود نو ہزار بہادرانِ اسلام کا لشکر لیکر براہ ارض شام عراق کی راہ لی۔

راستے میں شہر حدودا دیڑا وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ اور خالد بن ولیدؓ اُن کو پسپا کر کے مصیخ میں پہنچے۔ اُس کے بعد بہت سی منزلیں قطع کر کے اور ہر جگہ فتح و نصرت کے پھریرے اُڑاتے ہوئے ثنیۃ العقاب (دمشق کے قریب ہے) میں جا پہنچے۔ یہاں پہنچتے ہی حضرت خالدؓ نے اپنے اُس علم کا پرچم کھول دیا۔ جو حضور پُر نور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اُن کو مرحمت فرمایا تھا۔ اِس کا پھریرا سیاہ تھا۔ اور "رائیۃ العقاب" کہلاتا تھا۔ اِسکے بعد دمشق کو چھوڑ کر مرج راہطہ ہوتے ہوئے یرموک پہنچے، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے پہنچ جانے کی اطلاع کی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے پہنچتے ہی باہان نے اور یرموک اتر کے مقابلہ کیا، اُس کے ساتھ ساتھ مسیحی السقف اور راہب تھے۔ جو انجیل کی دعائیں پڑھتے اور لوبان کی دھونی دیتے جاتے تھے،

حضرت خالدؓ بن ولید نے فوراً بڑھ کے مقابلہ کیا۔ اور تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد رومیوں سے بجز اِسکے کہ اپنی خندق کے اُس پار واپس جا کے پناہ لیں اور کوئی بات بن پڑی

حضرت خالدؓ اور اُن کے ہمراہی جاں نثارانِ اسلام کے آنے سے پہلے یرموک میں کُل بہادرانِ اسلام کی تعداد ستائیس ہزار تھی۔ حضرت خالدؓ بن ولید کے زیرِ علم نو ہزار دلیرانِ عرب کے آجانے سے چھتیس ہزار ہو گئی تھی،

عکرمہ بن ابی جہل کی جمعیت اِسکے علاوہ تھی، جو مسلمانوں کے پیچھے اپنے لشکر کے ساتھ پڑے ہوئے تھے۔ تاکہ کسی دشمن کو مسلمانوں کے پیچھے نہ آنے دیں۔

اور رومیوں کا لشکر دو لاکھ چالیس ہزار تھا، ان میں سے اسّی ہزار زنجیر بند تھے۔ یعنی زنجیروں سے گھوڑوں میں بندھے ہوئے تھے۔ کہ کسی طرح گھوڑے کی پیٹھ سے جُدا نہ ہو سکیں۔ چالیس ہزار ایسے تھے، کہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ سے ہی نہیں، بلکہ باہم ایک دوسرے سے بھی زنجیروں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے، تاکہ میدان سے بھاگ نہ سکیں

اُن کے علاوہ اُن کے ہمراہ ایک لاکھ یا اسّی ہزار پیدل سپاہی تھے۔ اور اُن میں بھی بہت سے باہم زنجیروں میں بندھے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے پہنچنے سے یرموک میں لشکر مجاہدین کی یہ حالت تھی۔ کہ ہر سردار اگرچہ دوسروں کا ممد و معاون رہتا مگر کسی اور کا ماتحت نہ ہوتا تھا۔ اور اپنی جمعیت

پر پورا حکمران تھا۔

اسی حالت میں مسیحی مقتدا اور راہب اپنے رومی سپاہیوں کو پورے ایک مہینے تک اُن کو اپنی ہمّت کا جوش دلا دلا کر مسلمانوں کے مقابل میدان جنگ میں لائے تھے۔

مسلمانوں کو جب دشمنوں کی فوج کی اس جمعیت کا حال معلوم ہوا، تو تمام سرداران عساکر اسلامیہ نے اپنی فوجوں کو اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے مرتب کر کے تائید ایزدی پر بھروسہ کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنا گھوڑا بڑھا کر بہادرانِ اسلام کی صفوں کے آگے چکّر لگایا اور پھر سب کے درمیان بعد حمد الٰہی وثنائے رسالت پناہی یہ تقریر کی

بہادرو! آج کا دن خدا کے مخصوص دنوں میں سے ہے۔ اس دن نہ تو ہمیں ادہ فخر و ناز کرنا چاہیئے اور نہ سرکشی کرنی چاہیئے۔ اس جہاد کو خالصتہً لوجہتہ اللہ رکھو۔ اور اپنے عمل سے خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد اور دن بھی آئے گا۔ مگر تمہاری کارگذاری اسی دن کے ساتھ ختم ہو جائے گی میں کہتا ہوں کہ جو قوم مرتب و منضبط ہو کر با ضابطہ طریقے سے لڑتی ہے۔ اس سے منتشر ہو کر نہ لڑو۔ یہ تفریق تمہارے لئے نہ جائز ہے۔ اور نہ مناسب ہے۔ یاد رکھو کہ تمہارے پیچھے ایک شخص ہے۔ (یعنی امام الامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) انہیں اگر تمہاری یہ کیفیت معلوم ہو جائے تو اس کو دم بھر کے لئے بھی جائز نہ رکھیں گے۔

لہٰذا جس بارے میں تم کو بارگاہ خلافت سے کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے۔ اس میں اپنے سردار کے حکم کی تعمیل کرو۔

اس پر سب نے بہ آواز بلند کیا۔ "فرمایئے آپ کا کیا حکم ہے"

حضرت خالدؓ نے کہا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہمیں اس خیال سے بھیجا ہے۔ کہ ہم آسانی سے اپنے مقصد کو حاصل کر لیں گے۔ وہ اگر یہ جانتے ہوتے۔ کہ یہاں کیا ہوا اور

کیا ہو رہا ہے۔ تو تم کو اس صورت و ترتیب سے نہ جمع کرتے۔ یہ تمہاری تفریق کی حالت اس مصیبت سے بھی زیادہ سخت و دشوار ہے۔ جس سے تم کو سابقہ پڑا ہے۔ اور مشرکین کے حق میں یہ کسی زبردست کمک کے آجانے سے بھی زیادہ سودمند و مفید ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ دُنیا میں تم میں تقسیم کردی گئی ہے۔ اللہ اللہ تم میں سے ہر شخص جُدا جدا شہروں میں ہے۔ لیکن اگر وہ کسی دُوسرے امیر کا ماتحت ہو جائے تو اِس سے اُس کے حق میں کوئی کمی نہیں ہو جاتی۔ اور سب سوار اگر کسی ایک کے ماتحت ہو جائیں تو اُس کو اس وجہ سے کچھ زیادہ نہ بل جائیگا کسی سردار کے ماتحت ہو جانے سے کسی کی خُدا اور خلیفہ رسول اللہ کی نظر میں کوئی تحقیر یا سُبکی نہیں ہو جاتی۔ لہٰذا لڑائی کے لئے تُم بھی تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ تمہارے دشمن لڑائی کیلئے خوب تیار ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو کہ آج کے دن کے بعد وُہ دِن آئے گا۔ لیکن آج کا دِن وُہ دِن ہے۔ کہ اگر تُم نے دشمنوں کو اُن کے خندقوں کے اندر بھگا دیا۔ تو اُنکو ہمیشہ بھگاتے اور پسپا کرتے رہو گے۔ لیکن اگر اُنہوں نے ہمکو شکست دیدی تو پھر اُس کے بعد ہم نہ سنبھل سکیں گے۔ لہٰذا آؤ اور سرداری و افسری کے نظام کو تم انہیں دشمنوں سے عاریتاً لے لو۔ مگر ہم میں سرداری و امارت فوج وار بدلتی رہے۔ یعنی ایک دن ایک شخص سردار ہو، دُوسرے دِن دُوسرا شخص اور تیسرے دِن تیسرا شخص یہاں تک کہ سب کو حکومت کرنے کا موقع مل جائے۔ اگر تُم مناسب سمجھو تو آج مجھ ہی کو اجازت دو۔ کہ میں تمہاری سرداری و افسری کروں۔"

اِس تقریر اور استدعا کے مطابق عام معزز سرداروں اور کُل سپاہیوں نے اُس روز کی معرکہ آرائی کیلئے خالدؓ ہی کو اپنا سپہ سالار تسلیم کر لیا۔

اتنے میں رومیوں کا لشکر بڑھا اور ایسی ترتیب و انتظام سے کہ مسلمانوں نے آج تک کبھی ایسا بارونق منظر نہیں دیکھا تھا۔ مگر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بھی اپنے لشکر کو اِس شان سے مرتب کر کے بڑھایا۔ کہ ایسی یہ شان بھی مسلمانوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

یعنی خالدؓ نے تمام بہادران اسلام کو چالیس رسالوں اور پلٹنوں میں تقسیم کردیا۔ اور کہا دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اگرچہ تم تعداد میں کم ہو مگر بہت سے دستوں اور کالموں میں میں تقسیم ہو جانے سے زیادہ نظر آنے لگو گے۔

ان دستوں میں بہت سے قلب فوج میں تھے۔ اور اُن پر ابو عبیدہ کو سردار مقرر کیا گیا تھا۔ بہت سے دستے میمنہ پر تھے، اُن کی سرداری عمرو بن عاص اور شرجیل بن حسنہ کے سپرد تھی اسی طرح تمام دستوں پر ہر ایک سردار مقرر تھا۔ ابو درداؓ فوج کے قاضی تھے۔ اور ابوسفیان کے ذمے تمام بہادران اسلام کو رجز اور جوش حمیّت دلانے کا کام سپرد تھا۔ اگلے حصّہ فوج یعنی طلیطلے کے سردار قباث بن اُشیم اور سب سے پچھلے حصّہ فوج کے سردار عبداللہ بن مسعود تھے۔

سب سے پہلے حضرت خالدؓ کے حکم سے قعقاع بن عمرو نے لڑائی چھیڑ دی۔ دم بھر میں لڑائی سب طرف پھیل گئی، اور نہایت ہی قیامت خیز لڑائی شروع ہوئی، میدان کارزار میں جس طرف نظر جاتی تھی، تلواروں کی بجلیاں گر رہی تھیں۔ اور خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں عین اُس وقت جبکہ یہ حشر بپا تھا، اتنے میں رومی لشکر میں سے جرجہ نام جو اُن کا بڑا نامور سردار اور روم کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ گھوڑا بڑھا کر میدان میں آیا۔ اور اُس نے خالد بن ولید کو اپنے مقابلے پر بُلایا۔ خالد فوراً اپنے لشکر سے نکل کے گئے۔ تو اُس نے کہا "میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا تھوڑی دیر کے لئے آپ مجھے امن و امان سے ملیں اور ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں"۔ خالد نے اُس کی درخواست قبول کی۔ اور جرجہ نے قریب آکے کہا "جو میں پوچھوں اُسکو آپ سچ سچ بتا دیں۔ کیونکہ آزاد اور بہادر لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے، اور اُمید ہے۔ کہ آپ مجھے دھوکا نہ دیں گے

"آپ یہ بتایئے۔ کہ کیا خُدا نے آپ کے پیغمبر پر کوئی تلوار آسمان سے اُتاری ہے اور اُن سے وہ تلوار آپ کو مل گئی ہے، کہ جس قوم پر آپ اُس کو کھینچتے ہیں، بغیر شکست

دیئے وہ میان میں نہیں آتی۔ خالدؓ نے کہا "نہیں" پھر پوچھا۔ تو پھر آپ کو لوگ سیف اللہ کیوں کہتے ہیں۔ اس پر خالدؓ نے کہا سُنیئے۔ خدا نے ہم میں اپنے پیغمبر مرسل کو مبعوث کیا میں اُن لوگوں میں تھا۔ جنہوں نے ابتداً اُن کی تکذیب کی، اور اُن سے لڑے اُسکے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت کی اور میں نے اُنکی پیروی اختیار کی، اُسوقت اُنہوں نے مجھے فرمایا۔ کہ تم مشرکین کے حق میں اللہ کی شمشیر برہنہ ہو۔ اور میرے لئے تائید الٰہی کی دعا فرمائی۔ یہ سب اُسی دُعا کی برکت ہے۔

یہ سُنکر جرجہ نے کہا۔ اچھا یہ بتایئے۔ کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

خالدؓ نے کہا۔ فقط تین باتیں یا تو اسلام قبول کیجئے۔ یا اطاعت قبول کر کے ہمیں جزیہ دیجئے۔ اور اگر یہ تم کو منظور نہیں تو لڑیئے۔ اور مقابلہ کیجئے۔ اس پر جرجہ نے پوچھا۔ اب یہ بتایئے کہ جو کوئی اسلام قبول کرے۔ اور آپ کی جماعت میں شامل ہو جائے۔ تو اُس کا درجہ آپ لوگوں میں کیا ہوتا ہے؟ جواب دیا۔ ہمارا اور اُسکا درجہ برابر اور یکساں ہوتا ہے۔ پھر پوچھا۔ اور اُسکو اسکا کچھ اجر اور ثواب بھی ملتا ہے؟ کہا بیشک بلکہ ہم سے بڑھ کر۔ وہ اس لئے کہ ہم تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان لائے جبکہ آپ ہمیں غیب کی باتیں بتاتے تھے۔ مگر آپ نے معجزات اور خوارق و عادات دیکھے ہی نہیں۔ لہٰذا اگر آپ صدق دل اور نیّت خیر سے پیغمبر آخر الزمان صلعم کے ایمان لائیں گے۔ تو ہم سے زیادہ افضل ہوں گے۔

جرجہ یہ سُنکر خالدؓ کے ہمراہ لشکر اسلام میں آنکر مشرف بہ اسلام ہوا حضرت خالدؓ نے اُسکو دین کی تلقین و تعلیم کی۔ پھر اُس نے غسل کر کے دو رکعتیں نماز کی ادا کیں۔ اور اُس کے بعد خالدؓ کے ہمراہ میدان میں جاکر رومی لشکر سے لڑنے لگا۔

اِس دوران میں لڑائی برابر جاری تھی۔ اور لڑائی بھی وہ لڑائی جو قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہو۔ رومیوں نے آخر کار ایک ساتھ ملکر ایک ایسا زبردست حملہ کیا۔ کہ

مسلمانوں کو جگہ چھوڑ کے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور رومی اُن کو یہاں تک دھکیلتے اور ہٹاتے چلے گئے کہ مسلمان اپنے لشکر کے اُس آخری حصّہ تک پہنچ گئے۔ جہاں اُن کی معاون فوج اُن کے پیچھے خاموش کھڑی تھی۔

اِس پسپا ہونے والی فوج کے سردار عکرمہ اور اُن کے چچا حارث بن ہشام تھے۔ عکرمہؓ نے کہا۔ کہ آج تک میں آنحضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ہر لڑائی میں لڑا۔ اور آج حمایت دین میں لڑنے کا مجھے موقعہ ملا ہے۔ جس کو شوق شہادت ہو۔ وُہ مجھ سے اِس بات کا وعدہ کرے۔

یہ سُنتے ہی اُن کے چچا حارث ضرار بن الازوار اور چار سو شہسواران عرب نے دوڑ دوڑ کر جوش و خروش سے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور یہ سب لوگ عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ صف اعدا میں گھُس پڑے۔ اور حضرت خالدؓ کے آگے یہ سب اصحاب رسول صلعم جان پر کھیل کے لڑے۔ اور ایسے لڑے کہ اُن میں سے کوئی بھی زخمی ہونے سے نہ بچا جن میں سے بعض تو اچھے ہو گئے۔ اور بعض نے درجہ شہادت حاصل کیا۔

خالد بن ولیدؓ اور اُن کے ساتھ ہی جرجہ بھی بڑی جان بازی سے لڑتے رہے یہاں تک کہ دن ختم ہوتے ہوتے جرجہ نے بھی شربت شہادت پی لیا۔

ظہر و عصر کی نمازیں سب جان نثارانِ اسلام نے دشمنوں سے لڑتے لڑتے اشاروں میں ہی ادا کیں۔ لیکن لڑائی سے مُنہ نہیں موڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ رُومیوں کے قدم کو لغزش ہونے لگی۔

یہ حالت دیکھ کر خالدؓ نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے دشمنوں کی قلب فوج میں گھُس گئے اور دشمن کے سواروں اور پیدلوں کو مار مار کے گرانے لگے، اس حملہ سے اکثر رومی سواروں کو شکست ہو گئی، چنانچہ وُہ پیدلوں کو میدان کارزار میں چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے رومی سرداروں کو بھاگتے دیکھا تو اُن کی طرف اپنے درمیان میں سے نکل جانے کا راستہ

دیدیا ۔ اور اس راستہ سے بہت سے سوار بھاگے اور میدان کارزار سے نکلتے ہی ہر طرف منتشر ہو گئے ۔

لیکن اب پیدلوں پر مسلمانوں کی سخت یورش تھی ۔ اور وُہ بہت بُری طرح قتل ہو رہے تھے ۔ آخر وُہ کٹتے مرتے اپنے خندقوں کی طرف چلے ۔ مگر اُن سے زیادہ کوشش خندقوں میں پہنچنے کی اِن لوگوں نے کی ۔ جو باہم زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اور اُنکی مزاحمت میں اور پیدلوں کو راستہ نہ ملتا تھا ۔

یہ حالت دیکھ کر قیقار اور شرفاء و معززین روم کے ایک گروہ نے اپنے منہ اپنی ٹوپیوں میں چھپالے ۔ اور خاموش بیٹھ گئے ۔ بہادران اسلام نے اُنہیں اُسی طرح کپڑوں میں لپیٹے ہوئے ہی قتل کر دیا ۔

بہادرانِ اسلام خالد بن ولیدؓ لڑتے اور دشمنوں کو بھگاتے ہوئے رومی خندق کے پار ہو گئے تھے ۔ جہاں وُہ دشمنوں کے پڑاؤ میں داخل ہوئے ۔ تو ہرقل کے بھائی تذراق کے خیمے میں اُترے ۔ اور دشمنوں کا کہیں پتہ نہ تھا ۔

جب خالد بن ولیدؓ نے اجنادین کے میدان میں تقریبًا ایک لاکھ رومیوں پر شاندار فتح حاصل کر لی ۔ تو اس کامرانی کی اطلاع اور مال غنیمت دے کر ایک قاصد کو دربار خلافت میں روانہ کیا ۔

قاصد کو مدینہ طیبہ میں آ کر یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ایک روز ذرا سی خنکی تھی ۔ مگر جناب صدیق اکبر نے پروا نہ کی ۔ اسی ٹھنڈک میں نہائے ۔ نہاتے ہی اُنہیں بخار ہو گیا ۔ جو پندرہ روز تک نہ اُترا ۔ اُن کی بیماری میں اُن کے حکم سے حضرت عمر فاروقؓ نماز پڑھاتے رہے ۔ اب چند روز بیماری کے اچھے ہوئے تھے ۔ کہ قاصد نے رومیوں پر فتح پانے کے تمام واقعات عرض کئے ۔ اور مال غنیمت پیش کیا ۔ اس خوشخبری کو سُن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خُدا کا شکر ادا کیا ۔ اور بہادرانِ اسلام کی قوت اور ترقی اسلام کے لئے

درگاہ ایزدی میں دعا کی۔

مگر جناب امام الامتہ حضرت صدیق اکبر کی یہ تندرستی اصلی صحت نہ تھی۔ بلکہ ایک سنبھالا تھا اُسی روز شام کو طبیعت ایسی بگڑی کہ حضرت عمر فاروقؓ کو بلا کے اُنکی جانشینی کی وصیت کی اور ظاہر کر دیا۔ کہ یہی رات میری زندگی کی آخری شب ہے۔

آخر تھوڑی دیر کے بعد دعا مانگتے ہوئے اُنکی رُوح پاک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اصحاب نے اُنکی تجہیز و تکفین کی۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش کے ایک ممتاز قبیلہ بنی تمیم میں سے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں حضور پرنور صلعم سے ملتا ہے۔ وہ اِس طرح کہ قوم قریش کا مورث اعلیٰ تیسری صدی کے قریب فہر نامی تھا۔ جس کا لقب قریش تاجر تھا۔ اور یہی آل فہر قریش کی کنیت تھی۔ فہر کا بیٹا غالب اور غالب کا بیٹا لوی۔ لوی کا بیٹا کعب اور کعب کا بیٹا مرا تھا۔ مرا کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام کلاب دوسرے کا تیم۔ کلاب سے قصیٰ اور قصیٰ سے عبدالمناف ہوئے، اور عبدالمناف سے ہاشم اور ہاشم سے عبدالمطلب یعنی حضور پرنور صلعم کے دادا تھے۔ اسی طرح تیم سے سعد اور سعد سے کعب۔ کعب سے عامر اور عامر سے ابی قحافہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جید عالم اور بڑے قابل مورّخ بڑے زیرک معاملہ فہم دُور اندیش تھے۔ عرب میں آپ ایک نامی تاجر اور بڑے امیر کبیر شخص تھے۔ مکہ کے روسا میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی، نہ فقط انکی بلکہ تمام اہل مکہ ہر معاملہ میں اُنکی بہترین رائے پر عمل کرتے تھے

اسلام لانے پر آپ نے اشاعت اسلام میں حضور پرنور صلعم کے دست راست تھے اور پانچ ایسے شخصوں کو آپ نے اسلام میں شامل کیا۔ جن سے دین کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ (۱) یعنی سعدہ بن ابی وقاصؓ۔ (۲) زبیر بن عوامؓ۔ (۳) طلحہ بن عبداللہؓ (۴) حضرت عثمان بن عفانؓ۔ (۵) عبدالرحمٰن بن عوف۔ یہ سب جان نثاران اسلام آپ کی کوشش

سے اسلام لائے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال و اسباب اسلام کی خدمت میں اور خدا کی راہ میں دیدیا تھا۔ کئی ایک اُن غلاموں کو جن کے مسلمان ہونے پر اُن کے آقا نہایت وحشیانہ ظلم کرتے تھے۔ خرید کر آزاد کرایا۔ حضور پُر نور ہادی اسلام پیغمبر خدا حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مصائب میں اُن کے رفیق اور مونس رہے۔ تمام غزوات میں اُن کا ساتھ دیا۔ جب سے اسلام لائے حضورؐ کی مفارقت گوارا نہ کی۔ آخر اسی غم میں حضور پر نور صلعم کی وفات حسرت آیات کے دو سال تین ماہ ۱۰ یوم بعد ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔

## سنہ ۱۴ ھجری

### خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ
### عہد خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۸ یوم
### تاریخ وفات آخری ذی الحجہ ۲۳ھ سن مبارک ۶۳ سال

۲۲ جمادی الآخری ۱۳ھ کو عام مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔

تیسرے روز جمعہ کی نماز پڑھ کر بعد حمد خدا و صفت پیغمبر خدا حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو اسلام پر کاربند رہنے اور اشاعت دین کی تلقین و دیگر ہدایات و نصائح کر کے بطور مشورہ اس بات کو ظاہر فرماتے ہوئے فرمایا "میں خالد بن ولیدؓ کو لشکر اسلام کی امارت سے معزول کر کے اُنکی جگہ ابو عبیدہؓ بن جراح کو سپہ سالار عساکر اسلام مقرر کرتا ہوں۔

اس پر خالد بن ولید کی قوم بنی مخزوم میں سے ایک نوجوان شخص نے کہا "کیا آپ ایک ایسے شخص کو امارت سے معزول کرتے ہیں جس نے ملک شام میں اپنی قوت بازو سے دشمنانِ

اسلام کو پامال کر کے اسلام کا نام روشن کر دیا ہے۔

اُنہوں نے بے شمار شہر فتح کر کے سلطنت عرب کو وسیع کیا۔ رومیوں کے بے شمار لشکر کو اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ ہر موقعہ پر شکست دی۔ اور حضور پُر نور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سیف اللہ کو حقیقی معنوں میں ظاہر کیا۔ اگرچہ خلیفہ اوّل کے عہد میں بھی بعض اصحاب نے خالد بن ولیدؓ کو امارت سے معزول کرنا چاہا تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ فرمایا تھا۔ کہ میں سیف اللہ اللہ کی تلوار کو نیام میں رکھنا نہیں چاہتا۔ لہذا آپ بھی اپنے فیصلہ پر غور فرمائیے۔

اِس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"مجھ پر اگر آپ لوگوں نے خلافت کی امارت کا بار ڈالا ہے۔ لیکن میں اپنے آپ کو ایک چرواہے کی مانند سمجھتا ہوں۔ چرواہا اگر غفلت کرتا ہے۔ تو نہ فقط اس کو نقصان ہی پہنچتا ہے بلکہ اس کی باز پرس بھی ہونی ہے۔ لہٰذا میں جانتا ہوں۔ کہ اس امارت میں مجھے اپنے فرائض سے اگر کوئی قصور ہو جائے تو مجھے درگاہ ایزدی میں اس کا جواب دینا پڑے گا۔ ہر شخص کو اپنے فرائض کا احساس ہونا چاہیئے۔

مذہبی طریق عمل کے علاوہ دنیاوی طرز تمدّن اور طریقہ انتظام منتظم کی طبیعت پر منحصر ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کی طبیعت فطرتاً مختلف ہے۔

امور مملکت نیک نیتی اور بہ پابندی مذہب اسلام سرانجام ہونے چاہئیں۔ خلیفہ اوّل ابو بکر صدیق رض کو طبعًا خالد بن ولید پر کلی اعتماد تھا۔ اِس لئے آپ نے اُن کو امیر لشکر مقرّر فرمایا تھا لیکن میں خالد بن ولید کی نسبت ابو عبیدہ پر زیادہ مطمئن ہوں۔ اس لئے میں خالد بن ولیدؓ کی جگہ پر ابو عبیدہؓ کو مقرّر کرتا ہوں۔"

اِس جواب پر وہ مخزومی نوجوان خاموش ہو گیا۔ دیگر اصحاب نے بھی حضرت عمر فاروقؓ کے اس خیال سے اختلاف نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ بن جراح کے نام اس مضمون کا مراسلہ لکھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یہ خط عبد اللہ عمر امیر المومنین کی طرف سے ابو عبیدہ بن جراح کے نام۔ سلامتی ہو تم پر۔

بعد حمد خدا اور درود مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔ تمہارے سپرد میں نے مسلمانوں کا جو کام کیا ہے۔ اُس کام کے متعلق تم کو شرم نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ بھی امر حق سے نہیں شرماتا۔ میں تم کو پرہیزگار رہنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ خُدا سے ڈرتے رہنا۔ اُس خدائے واحد سے جس کے سوائے سب ہست نیست ہونے والا ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے تم کو کفر و ضلالت سے نکال کر اسلام کی راہ دکھا کر تم کو نجات دی۔ اور بہادرانِ اسلام کے سردار بننے کی عزت بخشی اُسی خُدا کی مہربانی سے تُم خالد بن ولید کی جگہ مامور کئے جاتے ہو۔ لہٰذا اس حکم سے خالد بن ولید کو مطلع کر کے امارت سے علیحدہ کر دو۔ اور مسلمانوں کو مال غنیمت ملنے کی خوشی میں ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش نہ کرو۔ اور نہ دشمنوں کی کثیر جمیعت کے مقابل بہت کم تعداد بھیجو۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ تم اپنی خوش تدبیری اور معاملہ فہمی سے خُدا پر بھروسہ کر کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرو گے۔ اس بات کا خیال رکھو کہ مسلمان مصائب آلام نہ ہوں۔ طمع دُنیا سے آنکھیں بند اور دل کو پاک رکھو۔ اور اُن لوگوں سے سبق حاصل کرو۔ کہ جو لوگ تمہارے پہلے مرض ہلاکت میں پڑے۔ بس تم اُپنے ماتحت مسلمانوں کو بھی آخرت کے دن سے خبردار کر کے سیدھے اور صاف راستہ پر چلاؤ۔ تاکہ آخرت میں وہ نیکوکاری کے ثواب کا زاد راہ لے کر جائیں۔"

اسی مضمون کا مراسلہ حضرت عمر فاروقؓ نے عامر بن وقاص کو دیکر روانہ کرتے ہوئے تاکید کی۔ کہ اُس سے جس قدر جلدی ہو سکے دمشق میں پہنچ جائے۔ اور تمام سرداران لشکر اسلام کو اس خط کا مضمون سُنا دے۔

اُدھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے دربار خلافت میں قاصد روانہ کر کے ابو عبیدؓ بن جراح سے اپنا خیال ظاہر فرمایا۔

تائید ایزدی سے ہم کو رومیوں پر یہ فتح عظیم ہوئی ہے۔ جس سے رومیوں کا زور اِس طرف سے ٹوٹ گیا ہے۔ انشاء اللہ اب ہم کو اُن کے دیگر قلعے فتح کرنے میں زیادہ دقت نہ ہوگی۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ ہم پھر دمشق کا محاصرہ کریں۔ کیونکہ دمشق مُلک شام کا دار السلطنت ہے۔ اگر اس مرکزی شہر پر اسلام کا قبضہ ہوگیا۔ تو پھر ہم اسی مرکز میں اپنی جمعیت یکجا کر کے تمام مُلک شام پر بتدریج قابض ہو جائیں گے۔

بفضل خُدا اِس وقت ہماری مجتمع تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اسلئے ہم نہایت آسانی سے اس وقت دمشق کو فتح کر سکتے ہیں۔ اگر تائید ایزدی شامل حال ہوئی تو دمشق کے بعد حمص اور انطاکیہ بھی زیر علم اسلام ہو جائیں گے۔

**جنگ دمشق**

ابو عبیدہؓ نے بھی حضرت خالد بن ولیدؓ کے اِس خیال سے اتفاق کیا اور چند روز آرام لینے کے بعد بہادرانِ اسلام کا یہ لشکر دمشق کی طرف بڑھا۔ اور شہر دمشق کے نصف کوس کے فاصلہ پر پہنچکر قلعہ دمشق پر حملہ کرنے کے لئے پڑاؤ ڈال دیا۔

سب سے پہلے خالد بن ولیدؓ نے جان نثارانِ اسلام کے مظفر و منصور لشکر کو چند حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک حصہ پر ابو عبیدہؓ کو سردار مقرر کیا۔ دوسرے حصہ پر یزید بن ابی سفیان کو۔ تیسرے حصہ پر شرحبیل بن حسنہ کو۔ اور چوتھے پر عمرو بن عاص کو۔ پانچویں حصہ پر قیس بن ہبیرہ کو چھٹے حصہ پر خود سردار مقرر ہوئے۔

پھر ان سب دستوں کے سرداروں کو اس طرح الگ الگ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ابو عبیدہ کو دروازہ جابیہ کے مقابل رہنے کی تاکید فرمائی۔ اور یزید بن ابی سفیان کو دروازہ صغیر پر۔ شرحبیل بن حسنہ کو دروازہ توما پر عمرو بن عاص کو دروازہ فرادیش پر قیس بن ہبیرہ کو دروازہ کیسان پر۔ خود دروازہ مشرقی پر ڈٹ گئے۔ اور ضرار بن آذر کو دو ہزار سوار دیکر لشکر اسلام کی حفاظت کے لئے اردگرد گھومتے رہنے کا حکم دیا۔

اِس پر ضرار نے کہا۔ یہ کام تو میری مزاج کے خلاف ہے۔ میں تو دشمنوں سے جنگ کرنے کا شوق رکھتا ہوں۔ چنانچہ خالد بن ولیدؓ نے ضرار کو حکم دیا۔ کہ تم بھی جہاں موقعہ پاؤ دشمنوں کو تہ تیغ کرو۔ اب لڑائی شروع تھی۔ اور جان نثارانِ اسلام نے چاروں طرف سے دشمنوں کو تنگ کر رکھا تھا۔ اہل دمشق مجبور ہو کر صلح کرنے کا مشورہ کرنے لگے۔ لیکن اُن کے سردار توما نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔

آخر قلعہ بند اہل دمشق نے توما سے کہا۔ کہ اس طرح ہم لوگ قلعہ بند ہو کر کب تک اُن سے مقابلہ کریں گے۔ یا تو تم خود قلعہ سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کرو۔ یا بادشاہ کو لکھو۔ کہ وہ ہماری امداد کے لئے کمک روانہ کرے۔ اس پر توما نے اُن کو سمجھایا۔ کہ مسلمان جب قلعہ پر حملہ کریں گے، تو ہم قلعہ کے اُوپر سے اُن پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر کے اُن کو بھگاتے رہیں گے۔ جب تک ہماری کمک بھی آجائے گی۔ پھر قلعہ سے نکل کر دشمنوں پر ایک زبردست حملہ کر کے اُنکو شکست دیدینگے۔

ایک دن تو اسی طرح گذر گیا۔ مگر دوسرے روز بہادرانِ اسلام نے چاروں طرف سے قلعہ پر یورش کر دی۔ اور دشمنوں نے اپنی تجویز کے مطابق اُنکو تیروں اور پتھروں پر دھر لیا۔ اس بوچھاڑ میں شرجیل بن حسنہ کے چند ہمراہی زخمی ہو گئے اور ابانؓ بن سعید نے جام شہادت نوش کیا۔ جب ابانؓ بن سعید کی بیوی نے اپنے شوہر کی شہادت کا حال سُنا تو وہ مسلح ہو کر شرجیل بن حسنہ کے ماتحت سواروں میں شامل ہو کر دشمنوں سے لڑنے لگیں۔

اتنے میں توما نے جو شرجیل بن حسنہ کے ساتھیوں کو زخمی ہو ہو کر گرتے دیکھا۔ تو وہ فوج لیکر دروازہ توما سے قلعہ سے باہر نکل کر ان بہادرانِ اسلام پر حملہ آور ہوا۔ شرجیل بن حسنہ نے توما کو میدان میں آتے دیکھ کر اپنے ہمراہیوں کو فوراً پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ اس حکمت عملی سے توما نے یہ سمجھا۔ کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگا چاہتے ہیں۔ لیکن جان نثاران اسلام نے پیچھے ہٹ کر توما کے لشکر کو تلواروں پر دھر لیا۔ ابانؓ کی بیوی بھی ذرا پیچھے کھڑی

ہوئی دشمنوں پر ایسے تیر چلا رہی تھی۔ کہ اس کا کوئی نشانہ خطا نہ کرتا تھا۔

توما نے جھلا کر شرجیل پر زبردست حملہ کر دیا۔ تو دونوں سرداروں نے اپنی اپنی تلواریں سنبھال لیں۔ اگرچہ توما تابڑ توڑ وار کر رہا تھا۔ لیکن شرجیل بھی ہر ایک وار کو بڑی خوش اسلوبی سے خالی دیتے تھے۔ اتنے میں ابان کی بیوی نے اپنے تیر سے توما کی آنکھ کو چھید دیا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور ساتھ ہی اپنے لشکر کو ساتھ لیکر قلعہ کی طرف بھاگا۔ مسلمانوں نے اُنکا پیچھا کیا مگر قلعہ والوں نے اوپر سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اس کشمکش میں توما اپنے باقی ماندہ لشکر کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور اس طرح اہل دمشق پھر قلعہ بند ہو گئے۔ کئی دن کے بعد ان دشمنان اسلام نے یہ تجویز سوچی۔ کہ رات کے وقت جبکہ مسلمانوں کا لشکر خواب غفلت میں ہو قلعہ کے ہر ایک دروازہ سے الگ الگ ایک ایک دستہ نکلکر شبخون ماریں چنانچہ مقررہ رات کو اسی تجویز کے مطابق قلعہ کے ہر ایک دروازہ سے شبخون کے لئے دشمنوں کے مختلف دستے نکلے

لیکن بہادر خالد بن ولید کب غافل رہنے والے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی شبخون کی احتیاط کر رکھی تھی۔ اور ہر ایک خیمہ میں پہریدار مقرر تھے۔ علاوہ اس کے ضرار بن ازور حفاظت لشکر پر خاص طور سے مامور تھے۔

دشمنوں کے باہر نکلتے ہی بہادران اسلام تیار ہو گئے۔ اور ایک طرف سے اسلامی بہادروں نے اہل دمشق کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ اور ہزارہا دشمنوں کو قتل کر کے رکھدیا۔ شرجیل بن حسنہ نے سب سے زیادہ بہادری دکھائی۔

غرضیکہ دن بھر کی لڑائی کے بعد دشمنان اسلام اپنے ہزارہا مقتول میدان کارزار میں چھوڑ کر قلعہ میں واپس گھس گئے۔ اُن کا سردار توما سخت ہراساں ہو رہا تھا۔ اور اُس کے ہمراہی کہہ رہے تھے۔ کہ ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ مسلمان کسی سے دبنے والے نہیں ہیں۔ اگر اب بھی تم صلح کا مشورہ نہیں دیتے تو ہم خود اُن سے امان طلب کر لیں گے۔ توما جب مجبور ہو گیا۔ تو اُس نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس آکر صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے اُس کی

درخواست منظور کر کے صلح کر لی لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کو صلح کی خبر نہ تھی۔ وہ قلعہ کا دروازہ مشرقی توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور ہزاروں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ مگر ابو عبیدہ نے یہ حال دیکھ کر حضرت خالد بن ولید کو صلح ہونے سے مطلع کیا۔ تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو اِس بات پر تعجب ہوا۔ کہ صلح کیسی ہم نے تو بزورِ شمشیر اِس قلعہ کو فتح کیا ہے آخر یہ فیصلہ ہوا کہ توما اور اُس کے سب ہمراہی قلعہ کو خالی کر کے چلے جائیں۔ چنانچہ بہادرانِ اسلام مظفر و منصور ہو کر اِس قلعہ دمشق پر قابض ہو گئے۔ اور اِس شاندار فتح کی اطلاع اور مالِ غنیمت دارالخلافت میں روانہ کر کے اِسی جگہ آئندہ حکم کا انتظار کرنے لگے۔

دارالخلافت مدینہ شریف میں جب فتح دمشق کا پیغام لے کر قاصد پہنچا۔ تو اُنکے پہنچنے سے چند یوم پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے تھے اور اُنکی جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن تھے۔

چنانچہ خلیفہ ثانی نے جب فتح دمشق کا حال سُنا تو بہت خوش ہوئے۔

ادھر حضرت خالد بن ولید و ابو عبیدہؓ اور بہادرانِ اسلام ابھی دمشق میں ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ کہ حضرت عمر فاروق کا پہلا قاصد حکم نامہ لیکر پہنچا۔ جس سے تمام جان نثارانِ اسلام کو خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضہ کی وفات کا حال سُنکر افسوس ہوا۔ اِسکے بعد قاصد نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا والا نامہ لشکر اسلام میں پڑھکر سُنایا۔

اس حُکم کے مطابق حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے لشکر اسلام کے امیر مقرر ہوئے۔ اور حضرت خالد بن ولید نے خلیفہ ثانی کے حکم پر نہایت خوشی سے اپنا سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔ میں محض اسلام کا ایک سپاہی ہوں۔ اور میں نے اپنے نفس کو خُدا کی راہ میں قید کیا ہوا ہے۔ مجھے امارت یا سرداری کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں اشاعتِ اسلام اور دینِ حق کیلئے ایک سپاہی کی حیثیّت سے دشمنوں سے لڑونگا۔ اور جس سردار کی ماتحتی میں

رہونگا۔ اُسکی اطاعت مجھ پر فرض ہوگی۔

غرضیکہ حضرت ابو عبیدہؓ نے امیر لشکر ہوتے ہی کبھی بیت المقدس کو فتح کرنے اور کبھی انطاکیہ پر حملہ کرنے کا خیال کیا۔

ابھی آپ انہیں خیالات میں تھے۔ کہ ایک شخص نے کہا۔ کہ یہاں سے قریب ہی ایک قلعہ حصن ابی المقدس نام ہے۔ وہاں دشمنوں کی تعداد بھی کم ہے۔ پہلے آپ کو اُسے فتح کر لینا چاہیئے۔

اس مشورہ پر حضرت ابو عبیدہ نے اپنے بہادروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس قلعہ کو سر کرنے کے لئے کون سردار جانا چاہتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ جو جنگ موتہ میں درجہ شہادت حاصل کر چکے تھے۔ اُن کے نوجوان بیٹے حضرت عبداللہ اس کام کے لئے جھٹ آگے بڑھے تو۔ امیر لشکر حضرت عبیدہ رضؓ اس خوبرو نوجوان کی جوانمردی سے بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ عبداللہ کی ماتحتی میں پانچسو سوار دیئے گئے جن میں کارآزمودہ اور قابلِ عزت اصحابی۔ حضرت ابو ذرؓ۔ عامر بن ربیعہ۔ عتبہ بن عبد السلمی سہیل بن سعید۔ سعد بن مالک۔ انس بن صعصہ۔ عمرو بن سفیان۔ وغیرہ شامل تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر جب ان پانچسو سواروں کا لشکر لیکر قلعہ حصن ابی المقدس کے پاس پہنچے تو اُنکو وہاں یہ معلوم کر کے سخت تشویش ہوئی، کہ وہاں ایک میلہ کے باعث دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہ دیکھ کر بعض بہادران اسلام نے مشورہ دیا۔ کہ ہمیں اس وقت ان سے جنگ کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں چاہیئے۔

اس پر عبداللہ نے کہا۔ یہ رائے تو ٹھیک ہے۔ لیکن جب کہ ہم لوگ جنگ کرنے کی نیت سے آگئے ہیں۔ تو ویسے ہی یہاں سے لوٹ جانا بہادرانِ اسلام کی شان کے خلاف ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے۔ کہ ہم امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس اپنا قاصد بھیج کر

کمک طلب کریں۔

چنانچہ سب نے اسی رائے کے مطابق دمشق میں امیر لشکر کے پاس اپنا ایک قاصد روانہ کر کے دشمنوں سے جنگ شروع کر دی۔

**جنگ ابی المقدس** عبداللہ بن جعفر کا قاصد جب دمشق میں پہنچا۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ کو اس سے یہ سُنکر تشویش ہوئی۔ کہ قلعہ حصن ابی المقدس کے دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اور بہادران بہت کم روانہ کئے گئے ہیں۔ اسی تردّد میں امیر لشکر اسلام حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اُس قاصد سے یہ دریافت کیا۔ مسلمانوں نے لڑائی چھیڑ دی ہے۔ یا ابھی کمک کا انتظار کیا جا رہا ہے؟

قاصد نے عرض کیا۔ کہ جب میں وہاں سے چلا تھا۔ تو بعض اصحاب کی یہ رائے تھی۔ کہ تاوقتیکہ کمک نہ آجائے۔ جنگ نہ کی جائے۔ لیکن سردار لشکر عبداللہ بن جعفر نے اس رائے کو پسند نہ کرتے ہوئے لڑائی چھیڑ دی ہوگی۔

اِس بات سے حضرت ابوعبیدہؓ متفکر ہو کر سوچنے لگے کہ کمک کے ساتھ کس سردار کو روانہ کیا جائے۔

اگرچہ وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو پہلے ہی اس مہم پر روانہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مارے شرم کے وہ حضرت خالدؓ کو حکم نہ دے سکے تھے۔ اِس وقت مجبور ہو کر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلا کر اپنی فکر سے مطلع کرتے ہوئے کہا۔ "میں پہلے ہی آپ کو اس مہم پر روانہ کرنے کا خیال رکھتا تھا۔ لیکن محض اس لئے اِس خیال کو میں آپ پر ظاہر نہ کر سکا۔ کہ شاید آپ اس خدمت کو قبول نہ کریں۔ کیونکہ ابھی چند روز پیشتر آپ ہی امیر لشکر تھے۔"

اس پر خالدؓ نے کہا۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ مجھے خلیفہ رسول مقبول صلعم کے حکم پر کسی قسم کا رنج نہیں ہے۔ میں اپنے آپکو اسلام کا ایک ادنیٰ خادم سمجھتا ہوں۔ اور

اشاعت اسلام کے لئے اپنی جان کو خُدا کی راہ میں قربان کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ آپ مجھے جس کام پر مامور کرینگے۔ اُس میں کبھی سرتابی نہ کرونگا۔ بلکہ اپنے طرزِ عمل سے خلیفہ ثانی پر یہ ظاہر کر دونگا۔ کہ مَیں امارت میں اسلام کا جیسا جان نثار تھا۔ ویسا ہی ایک سپاہی کی حیثیت میں بھی وفادار ہوں۔

الغرض حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے حکم سے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور خود بھی زرہ پہنکر علم رایت العقاب لیکر لشکر زحف کے ساتھ قلعہ حصن ابی المقدس کی طرف چلدیئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بھی بڑے شجاع نوجوان تھے، اس تھوڑے لشکر کے ساتھ ہزارہا دشمنوں سے بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے یہ سب بہادر دن بھر لڑتے لڑتے چور ہو گئے تھے۔ لیکن کسی نے ہمت نہ ہاری۔ اگرچہ اس وقت دن ڈھل چکا تھا۔ لیکن لڑائی ابھی تک ہو رہی تھی۔

بہادرانِ اسلام متفرق اطراف میں لڑ رہے تھے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ ہر ایک شخص صرف اتنا دیکھ لیتا تھا۔ کہ علم اسلام لہرا رہا ہے۔ اور اس بات سے سب مطمئن تھے۔ لیکن سب جان نثارانِ اسلام اسوقت لڑتے لڑتے تھک گئے تھے دن ڈھل چکا تھا۔ اتنے میں خالد بن ولیدؓ اور ضرار بن ازور اپنے لشکر لئے ہوئے لڑائی کے موقعہ پر پہنچ گئے۔ اور آتے ہی نعرہ تکبیر بلند کر کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

عبداللہ بن جعفر اور دیگر بہادرانِ اسلام کو اس تائیدِ ایزدی سے نہایت خوشی ہوئی، اور سب نے اِسی خوشی میں شامیوں پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔ اُدھر طرابلس کے حاکم اعلیٰ بطریق نے جان نثارانِ اسلام کا یہ ولولہ دیکھا تو وہ غضبناک ہو کر خود میدانِ جنگ میں کود پڑا۔ اور آتے ہی اُس نے ضرار پر وار کیا۔ لیکن ضرار نے اس کا وار خالی کر دیا۔ اس پر بطریق گرز اُٹھا کر ضرار کی طرف جھپٹا۔ لیکن بہادر ضرار نے اپنے

نیزے کی انی اُس کے گھوڑے کی گردن پر رکھدی۔ اور بطریق کے گھوڑے نے درد سے کراہتے ہوئے بطریق کو زمین پر گرا دیا۔ اتنے میں بہادر ضرار نے اپنے خنجر سے بطریق کا کام تمام کر دیا۔

بطریق کے قتل ہونے پر شامیوں کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور خالد بن ولیدؓ نے اُن پر حملہ کیا۔ تو سب دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بہادرانِ اسلام نے اُن کا تعاقب کیا۔ بہت سے دشمن اسلام قید ہوئے۔ اور کافی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

عبداللہ بن جعفر نے مژدہ خوشی کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجکر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں یہ بھی لکھ بھیجا، کہ یہ فتح بھی خالد بن ولیدؓ کے باعث مسلمانوں کو ہوئی ہے۔

## صلح قنسرین و جوسیہ

اس فتح کے بعد امیر عسکر اسلام حضرت ابو عبیدہ الجراح نے مقامات دمشق کا انتظام کر کے صفوان بن عامر کو دمشق اور اُس کے گرد و نواع کا منتظم مقرر کر کے اُنکے ماتحت پانچسو جان نثاران اسلام کا دستہ دیکر اپنے تمام لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ لیکن خالد بن ولید کو لشکر زحف اور علم رایت العقاب دیکر اسلامی لشکر کے آگے روانہ کر دیا۔ مقام بلقاع پر پہنچکر حضرت ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو اپنے لشکر کے ساتھ حمص کی طرف بھیجدیا۔ اور خود بعلبک کی طرف روانہ ہونے کو ہی تھے۔ کہ اتنے میں مقام جوسیہ کے سردار نے حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ "تاوقتیکہ آپ لوگ بعلبک اور حمص پر پورے طور قابض ہو جائیں۔ ہم سے ایک سال کا خراج لیکر صلح کر لیجئے۔ جب بعلبک اور حمص آپ کے زیر اقتدار ہو جائیں گے۔ تو ہم لوگ کامل طور آپ لوگوں کے ماتحت ہو جائیں گے"۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے جوسیہ والوں کی اس درخواست کو منظور کر کے اُن سے

ایک سال کے لئے صلح کر لی۔

**صلح حمص**

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ بعلبک کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کو ایک ناقہ سوار نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نامہ مبارک دیا جس میں یہ حکم تحریر تھا۔ کہ "اور شہروں کا خیال چھوڑ کر پہلے حمص کو زیر نگین کر لیا جاوے۔ اُس کے بعد انطاکیہ کو۔ کیونکہ اِن دونوں بڑے شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوتے ہی باقی چھوٹے چھوٹے شہر اور قلعے خود بخود مطیع ہو جائینگے"

اِس حکم کے مطابق حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی حضرت خالد بن ولیدؓ کے پیچھے حمص کی طرف روانہ ہو کر اُن سے جا ملے۔

حمص کے حاکم اعلیٰ نے جب اسلامی لشکر کی چڑھائی کی خبر سُنی۔ تو اُس نے اپنے شہر کے معززین کو جمع کر کے بطور مشورہ اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہا"۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کی بجائے صلح کر لینا بہتر ہے"۔ مگر اس میں یہ شرط ہو گی۔ کہ اگر مسلمان ہرقل بادشاہ پر غالب آ جائینگے۔ تو ہم ہمیشہ کے لئے اُنکی حفاظت میں آجائیں گے۔ اِس صلح کی میعاد ایک سال قرار دی جائے۔ تاکہ اِس مدت میں ہم مسلمانوں سے محفوظ رہیں گے۔

جب سب نے اِس رائے اتفاق کیا۔ تو رومیوں نے اپنے ایک افسر کو صلح کی تحریک کرنے کیلئے روانہ کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی مناسب سمجھ کر حمص والوں سے ایک سال کا خراج وصول کر کے صلح کر لی۔

**صلح عواصم معرات و سمعان**

اس کے بعد عواصم۔ معرات۔ سمعان۔ کے لوگوں نے بھی بہادران اسلام سے خود بخود صلح کر لی۔ اِن مقامات سے فارغ ہو کر جان نثاران اسلام نے علاقہ قنسرین کی طرف رُخ کیا۔ قنسرین کا گورنر بادشاہ ہرقل کا منظور نظر دلیر سردار تھا۔ اُس کے پاس دس ہزار

با قاعدہ فوج تھی۔ اُسے جب بہادرانِ اسلام کی فوج کشی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بھی حمص کے حاکم اعلیٰ کی طرح اپنے وزراء امراء سے بطورِ مشورہ مسلمانوں سے جنگ یا صلح کی نسبت دریافت کیا۔ اِس پر وزراء نے متفق ہو کر یہ رائے دی کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے۔ کہ صلح کر لی جائے"۔

چنانچہ گورنر قنسرین نے تمام اُمرائے دولت کی اِس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن مسلمانوں سے ہمیشہ کے لئے دب جانا ہماری شان کے خلاف ہے۔ ہاں سردست ایک سال کے لئے صلح ہی کر لینا بہتر ہے۔ اِس عرصہ میں ہم بادشاہ ہرقل سے کافی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ تاکہ دوسرے سال مسلمانوں کو ہم شکست دینے کے قابل ہو سکیں۔

گورنر قنسرین کی اِس رائے کے مطابق مسلمانوں کے امیرِ لشکر کے نام اِس مضمون کا ایک خط لکھا "آپ لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی فوج اور سامان رسد موجود ہے۔ لیکن ہم خونریزی کو ناپسند کرتے ہوئے۔ آپ سے میعادی صلح کر لینا بہتر جانتے ہیں۔ اگرچہ آپ لوگ چند شہروں کو فتح کر چکے ہیں۔ لیکن ہمارے شاہِ روم کی طاقت سے تم لوگ ابھی بے خبر ہو۔ ایک روز ہمارے بادشاہ ہرقل کے کثیر لشکر کے ساتھ آپ کو مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر اِس وقت تم نے روم کے دار الخلافہ انطاکیہ کو فتح کر لیا تو ہم بھی زیرِ حفاظت ہو جائیں گے۔ لیکن بہر دست آپکے اور ہمارے درمیان اس صلح کی میعاد ایک سال کی ہو گی"۔

اس مضمون کا خط گورنر قنسرین نے ایک افسر کے ہاتھ روانہ کرتے ہوئے اس کو تاکید کر دی، کہ جس طرح ہو سکے شجاعان عرب سے یہ میعادی صلح منظور کرا کر واپس آنا۔

عین اُس وقت جبکہ ابو عبیدہؓ امیرِ لشکر اور بہادر خالدؓ بیٹھے کچھ باتیں کر رہے تھے، گورنر قنسرین کا خط لیکر رومی قاصد حاضر ہوا۔

ابوعبیدہؓ نے خالد بن ولید کے سامنے گورنر قنسرین کا خط پڑھا۔ تو خالدؓ نے کہا کہ "اس میعادی صلح میں دشمنانِ اسلام ہم سے مکروفریب کرنا چاہتے ہیں"۔

رومی قاصد خالد بن ولیدؓ کے یہ الفاظ سنتے ہی کانپ گیا۔ تاہم اُس نے سنبھل کر نہایت عاجزانہ انداز میں خالدؓ سے کہا "ہم نے مسلمانوں کے رحم و کرم کی تعریف سُنی ہے۔ اُمید ہے۔ کہ آپ ہزارہا بندگان کی خونریزی کا خیال کرتے ہوئے ہماری درخواست صلح کو رَد نہ کریں گے"۔

اس پر خالدؓ نے کہا "تمہارا حاکم اعلیٰ ایک طرف تو ہمیں اپنے بادشاہ کی فوج کثیر کی دھمکی دیتا ہے۔ اور دوسرے طرف میعادی صلح پیش کرتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جب تمہارے بادشاہ کا لشکر ہمارے مقابلہ کے لئے تمہارے پاس پہنچ جائیگا تو تم لوگ اس میعادی صلح کی پروانہ کرکے شاہی لشکر سے ملکر ہمارے ساتھ جنگ کروگے۔ اس لئے تاوقتیکہ تم ہم سے یہ عہد نہ کرلو۔ کہ سال کے اندر تم کسی لڑائی میں ہمارے خلاف شریک نہ ہوگے۔ اس وقت تک ہم آپ سے صلح نہیں کرسکتے"۔

رومی قاصد نے کہا "بے شک ہم آپ سے یہ عہد کرنے کو تیار ہیں۔ میعادی صلح تک ہم نہ تو آپ سے جنگ کریں گے۔ اور نہ آپ کے مخالفین کو کسی طرح کی مدد دینگے"۔

آخر انہیں شرائط پر رومیوں نے بہادرانِ اسلام سے صلح کرلی اور ایک سال کا خراج رومیوں نے ادا کردیا۔

## صلح رستن۔ حمہ شیزر۔ سرمج اور قرقینا وغیرہ

اس کے بعد رستن۔ حمہ اور شیزر۔ سرمج۔ قرقینا وغیرہ کے ساکنان نے بھی میعادی صلح کی درخواستیں بھیجیں۔ جن کو حضرت ابوعبیدہؓ نے منظور کرلیا۔

جب ان میعادی مصالحات کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امیر عسکر اسلام ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ ان میعادی صلحوں میں

وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔ پھر رومیوں کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں جب اُن کو اپنے بادشاہ ہرقل کی طرف سے کمک پہنچ جائیگی۔ تو یہ لوگ اِن میعادی مصالحت کی پروا نہ کر کے تم سے لڑائی چھیڑ دینگے۔ اور اس عرصہ میں وہ زیادہ عرصہ تک جنگ جاری رکھنے کیلئے خاطر خواہ سامان رسد وغیرہ جمع کرلیں گے"۔

ابوعبیدہؓ نے خلیفہ ثانی رضہ کے نامہ مبارک کا یہ مضمون دیکھا تو اُنہوں نے سرداران لشکر کو جمع کر کے خلیفہ ثانی کا حکم سنا کر اُن سے بطور مشورہ دریافت کیا کہ یہاں سے اب حلب پر چڑھائی کی جائے۔ یا سیدھے انطاکیہ پر حملہ آور ہوں"۔

ابھی یہ مشورہ ہو رہا تھا۔ کہ کسی نے آنکر یہ اطلاع دی۔ کہ شاہ ہرقل کی روانہ کردہ کمک قنسرین کو جا رہی ہے۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ گورنر قنسرین نے ہم سے دغا کی ہے۔ اس پر خالد بن ولید نے ابوعبیدہ سے کہا "مجھے پہلے ہی خیال تھا۔ کہ قنسرین والے وقت کو ٹال رہے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں، کہ اس دغا باز کو فریب کاری کی پوری پوری سزا دی جائے۔ میری تجویز یہ ہے۔ کہ میں دس جانباز سوار ہمراہ لیکر گورنر قنسرین کے پاس جاؤں۔ اور اُسے ہم لوگ گھیر کر قتل کر دینگے آپ اپنی فوج کے ساتھ تیار رہیں۔ اور ہمارے پیچھے ہی جلد پہنچ جائیں۔ تاکہ اگر ہم دشمنوں میں گھر جائیں تو آپ ہماری مدد کر سکیں۔

اس تجویز سے ایک تو قنسرین کی اندرونی فوج میں بھگدڑ مچ جاویگی۔ اور دوسری طرف آپ شاہ ہرقل کی کمک کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیں۔ کہ کھلے میدان میں اُن کو شکست دیکر قنسرین پر قبضہ کر لیا جاوے"۔

## جنگ قنسرین

ابوعبیدہؓ نے خالد رضہ کی اس تجویز کو پسند کیا۔ تو خالدؓ نے (۱) عباص بن غنم۔ (۲) عمرو بن سعید۔ (۳) سہیلؓ بن عامر۔ (۴) رافع بن عمیرہ (۵) سعیدؓ بن عامر انصاری۔ (۶) عمرؓ بن معدی کرب۔ (۷) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ۔ (۸) ضرارؓ بن ازور۔ (۹) قیسؓ

بن ہبیرہ۔ ربیعہؓ بن عامر۔ ان دسؓ جانباز اصحاب کے علاوہ اپنے غلام ہمام کو بھی اپنے ہمراہ لیا۔ یہ بارہ بہادران اسلام اس خطرناک مہم پر لشکر اسلام سے پہلے قنسرین کی طرف چل نکلے۔ راستہ میں خالدؓ بن ولید نے اپنے ہمراہیوں کو سمجھا دیا۔ کہ راستے میں جس وقت جبلہ کا لشکر ہمارے پاس سے گذرے تو اس وقت چپ چاپ ہم سب اُسکے لشکر میں مل جائیں گے۔ جب حاکم قنسرین جبلہ کے استقبال کو آگے بڑھے گا۔ تو ہم گھوڑے دوڑا کر جبلہ کے لشکر سے نکل جائینگے۔ اور حاکم قنسرین کو پکڑ لینگے۔ اس طرح ہم پر کوئی شک نہ کریگا۔ حاکم قنسرین بھی یہی سمجھیگا۔ کہ جبلہ نے اُسکی تعظیم کے لیئے ہم لوگوں کو روانہ کیا ہے۔ لیکن اس بات میں ہر ایک شخص کو اپنی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نہایت احتیاط رکھنی چاہیئے کہ کسی کو بدگمانی کا موقعہ نہ ملے۔

چنانچہ اس تجویز کے مطابق یہ بارہ جان نثاران اسلام جبلہ کے لشکر میں چپ چاپ جا ملے۔ جب قنسرین سے تھوڑے فاصلہ پر جبلہ کا لشکر پہنچا۔ اور حاکم قنسرین مع ہمراہیوں کے آتا ہوا دکھائی دیا۔ تو۔ اسی وقت خالد بن ولیدؓ اور اُس کے گیارہ جان نثار اپنے اپنے گھوڑوں کو ایڑی لگا کر جبلہ کے لشکر سے نکل کر ہوا ہو گئے۔ حاکم قنسرین نے جو اُنکو آتے دیکھا۔ تو وُہ یہی سمجھا۔ کہ جبلہ کے ماتحت سردار اُس کے استقبال کو آرہے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی اپنے ہمراہیوں سے نکل کر آگے بڑھا۔ خالد بن ولیدؓ سب سے آگے تھے۔ حاکم قنسرین کو دیکھتے ہی اُس نے کہا۔ کہ میں خالد بن ولیدؓ ہوں۔ اور تم کو تمہارے فریب کی سزا دینے کے لئے آیا ہوں۔ ساتھ ہی خالد کے جانباز ہمراہیوں نے نعرہ اللہ اکبر بلند کر کے حملہ کر دیا۔ حاکم قنسرین نے اس بلائے ناگہانی کو دیکھ کر التجا کی کہ مجھے زندہ گرفتار کر لیا جاوے۔ جب گورنر قنسرین کو گرفتار کر لیا گیا۔ تو اتنے میں جبلہ اپنے لشکر کے ساتھ اس موقعہ پر پہنچ گیا۔ اور انہوں نے خالد بن ولیدؓ اور اُنکے گیارہ جاں نثاران اسلام کو گھیر لیا۔ اور جبلہ نے خالدؓ بن

ولید کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کہ تم کون ہو؟ خالد بن ولیدؓ نے کہا۔ میں خالد بن ولید ہوں۔ ہم سب ہادی اسلام حضور پُرنور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ ہیں۔ ہم اور ہمارے تمام مسلمان بھائی خُدا کی وحدانیت اور اشاعت اسلام کیلئے ہر وقت سربکف ہیں۔ اب تم بتاؤ تم کون ہو؟ جبلہ نے جواب دیا۔ کہ میں شاہ غسّان ہوں۔ میرے ایک اشارے سے تم سب قتل ہو سکتے ہو۔

خالد بن ولیدؓ نے فرمایا۔ تم وہی ہو جو اسلام لاکر مرتد ہو گیا۔ اور ایسے بلند مرتبہ پر پہنچکر تیرے نفس نے تجھے چاہ ذلالت میں گرا دیا ہے۔ بیشک اسوقت تمہارے ہزار ہا لشکر میں ہم صرف بارہ آدمی گھِرے ہوئے ہیں۔ لیکن۔ ہم میں سے ہر ایک موت سے خائف نہیں ہے۔ اگر تم ہم لوگوں کو شہید کرنے کا ارادہ کرو گے تو ہم بھی حاکم قنسرین کو جو اس وقت ہماری حراست میں ہے۔ قتل کر کے اُسکی دغابازی کی سزا دیکر شہید ہو جائیں گے۔ لیکن اگر تم حاکم قنسرین کی جان بچانا چاہتے ہو تو ہم سے ایک ایک کر کے مردانہ وار مقابلہ کرو۔ اگر تم نے اس طرح لڑکر ایک ایک کو شہید کر دیا۔ تو حاکم قنسرین آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر تم ہمارے ہاتھ سے قتل ہو گئے تو پھر تم کو حاکم قنسرین سے کچھ سروکار نہ رہیگا۔ پس اگر تم لوگ بہادر ہو۔ تو اس تجویز کے مطابق ہم سے مقابلہ کرو۔"

جبلہ نے اپنے سرداروں سے مشورہ لیکر اس تجویز کو پسند کیا۔ خالد بن ولیدؓ سب سے پہلے خود مقابلہ کے لئے نکلنے لگے، تو عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ نے انکو روک کر کہا۔ پہلے مجھے جانے دیجئے۔ خالد بن ولیدؓ نے عبدالرحمٰن کو دعا دیکر اجازت دی۔ تو دشمنوں میں سے ایک دلیر جنگجو شخص اُنکے مقابل ہوا۔ لیکن بہادر عبدالرحمٰن نے اُسے نیزے کے پہلے ہی وار سے ٹھنڈا کر دیا۔ پھر دوسرا جنگجو دشمنوں کی طرف سے مقابل ہوا۔ اس بہادر اسلام نے اُسے بھی گھائل کر دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے جب عبدالرحمٰنؓ نے پانچ رومیوں کو تہِ تیغ کر دیا۔ تو جبلہ نے غضبناک ہو کر مقابل ہوتے ہی عبدالرحمٰنؓ سے کہا۔ تم واقعی

بہادر نوجوان ہو۔ میں تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے نہیں آیا۔ کیونکہ تم میرے رتبہ کے برابر نہیں ہو۔ میں اسلئے آیا ہوں۔ کہ اگر تم اسلام کو چھوڑ کر ہماری طرف آجاؤ۔ تو میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دونگا۔ اور ہرقل سے کہہ کر تم کو کسی زرخیز علاقہ کا بادشاہ بنادونگا

عبدالرحمن رضؓ نے اسکے جواب میں جبلہ سے کہا "میں اسلام جیسی نعمت الٰہی کے مقابل اس دنیاوی دولت اور وجاہت پر لعنت بھیجتا ہوں تیری اس طمع دلانے والی باتوں میں ایک سچا دیندار مسلمان نہیں آسکتا۔ اگر مقابلہ کرنا ہے۔ تو مردوں کی طرح میرا مقابلہ کر اگر ہمت نہیں ہے۔ تو کسی اور اپنے دلیر سپاہی کو بھیج دے"۔

جبلہ یہ سنکر سخت برہم ہؤا۔ اور نیزہ تان کر عبدالرحمن پر حملہ کیا۔ جس کو بہادر عبدالرحمن رضؓ نے خالی دیکر اپنا نیزہ جبلہ کی طرف بڑھایا۔ مگر جبلہ نے اُسے اپنی ڈھال پر روکا۔ مگر عبدالرحمن کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ یہ دیکھ کر اس بہادر اسلام نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ اور جبلہ نے بھی اپنی تلوار کو سنبھالا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کئے عبدالرحمن رضؓ کی تلوار نے جبلہ کی ڈھال کو کاٹ کر اُسکے سر کو زخمی کر دیا۔ اور جبلہ کی تلوار عبدالرحمن رضؓ کے شانہ پر پڑی۔

خالد بن ولید نے جب عبدالرحمن کو زخمی دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس جوش میں اُسی وقت خالد بن ولید رضؓ نے حاکم قنسرین کو قتل کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر رومی لشکر کے ہزارہا افراد بدحواس ہو کر ان چند جان نثارانِ اسلام پر ٹوٹ پڑے۔

خالد بن ولید رضؓ نے اپنے ہمراہیوں کو کہدیا۔ کہ حلقہ باندھ کر عبدالرحمن کو درمیان رکھ کر دشمنوں کی طرف منہ کر کے خوب مقابلہ کرو۔ جو سامنے آئے اُسے موت کے گھاٹ اتارو۔ لیکن اپنے حلقہ کو نہ توڑو۔

اسی تجویز کے مطابق بہادران اسلام نے سینکڑوں رومی تہ تیغ کئے۔ ہر چند رومیوں نے زور و شور سے کئی حملے کئے۔ لیکن بہادروں نے ہر دفعہ انکو پسپا کیا۔

یہاں تک کہ صبح سے عصر کا وقت ہوگیا۔ اور یہ جان نثاران اسلام رومیوں کو قتل کرتے کرتے تھک گئے۔ تائید ایزدی شامل حال تھی۔ عین اُسی وقت ابوعبیدہ بن جراح لشکر اسلام لیکر آگئے۔ اور انہوں نے آتے ہی رومی لشکر کو آگے رکھ لیا۔ خالد بن ولیدؓ اور اُن کے جان نثار ہمراہی اسلامی لشکر کا حال سنکر نہایت خوش ہوئے۔ اور اس خوشی میں انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کرکے ایک زبردست حملہ کردیا۔ اب رومیوں کو دونوں طرف کا رُخ کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے رومیوں کی بدحواسی دیکھ کر دائیں بائیں تلوار چلانا شروع کی۔ جو سامنے پڑا اُسکو ایک ہی وار میں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں نے ہزارہا رومی قتل کرڈالے تو دشمن میدان چھوڑ کر بھاگے۔ اور مسلمانوں نے انکا تعاقب کیا۔ ہزارہا دشمن اسلام اسیر کئے گئے۔ اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ میدان جنگ میں دشمنوں کو شکست فاش دینے کے بعد خالد بن ولیدؓ کی راسئے سے شہر قنسرین پر قبضہ کرنے کیلئے لشکر اسلام بڑھا تو تمام اہل قنسرین ننگے سر امان امان پکارتے ہوئے شہر سے باہر نکل آئے۔

بہادر۔ رحمدل۔ انصاف پرور۔ مسلمانوں نے باوجود اس کے کہ اہل قنسرین نے بدعہدی کی تھی۔ اہل شہر کو فراخدلی سے امان دیکر اس شہر کو اپنی حفاظت میں لیکر قلعہ قنسرین پر علم اسلام نصب کردیا۔

## جنگ بعلبک

فتح قنسرین کے بعد امیر لشکر اسلام حضرت ابوعبیدہؓ نے بعلبک[۱] پر چڑھائی کرنے کا اپنی فوج کو حکم دیا۔ بہادران اسلام کا لشکر چند دنوں کی مسافت طے کرکے بعلبک کی سرحد میں پہنچ گیا۔ کچھ روز میدان جنگ پر غور کرنے کے بعد شہر بعلبک کے باہر جان نثاران اسلام نے اپنا پڑاؤ ڈالکر سب سے پہلے حاکم بعلبک کو مطلع کردیا۔ کہ اگر تم لوگ ہماری حفاظت میں آنا چاہتے ہو۔ تو ہم صلح کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ورنہ لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ

---

[۱] ۶۳۶ء میں دیار روم میں بعلبک نام شہر بڑا عالیشان شہر ہونے کے علاوہ روم کا تجارتی مرکز تھا مورخوں نے اسی بعلبک کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا دارالخلافہ بھی لکھا ہے۔ (واللہ اعلم)

حاکم بعلبک ہربیس نامی ایک بہادر سردار تھا۔ اگر اُس کو اپنے مشیروں نے شجاعانِ عرب کے ساتھ صلح کرنے کی رائے دی۔ لیکن اُس نے مقابلہ کئے بغیر اِس رائے کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ خود اپنے ساتھ پانچہزار جنگجو مسلح سوار لیکر مسلمانوں کو روکنے کیلئے شہر سے جیسے ہی نکلا۔ بہادرانِ اسلام نے اُسکی فوج کو نیزوں پر دھر لیا۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کو گھیر کر تہ تیغ کر دیا۔ ہربیس بھی اِس معرکہ کارزار میں زخمی ہوا اور اُسکا باقی ماندہ لشکر تتر بتر ہو کر اُلٹے پاؤں میدان جنگ سے بھاگا۔ اور قلعہ بعلبک میں گھُس کر سب نے دم لیا۔

ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ دشمنوں کا تعاقب کیا لیکن وہ قلعہ بند ہو چکے تھے۔ جان نثارانِ اسلام نے چاروں طرف سے قلعہ بعلبک کو محصور کر لیا۔

دوسرے روز مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کیا لیکن دشمنوں نے قلعہ پر سے تیر اور پتھر مار مار کر مسلمانوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ بلکہ کئی ایک جانباز مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اسی طرح تین دن مسلمانوں کو قلعہ والوں سے پسپا ہونا پڑا۔

آخر ابو عبیدہؓ نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ تو یہ رائے قرار پائی۔ کہ کل کے روز بہادرانِ اسلام قلعہ پر دھاوا نہ کریں۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں پڑے رہیں۔ لیکن کچھ فوج دائیں بائیں ذرا فاصلے پر بھیجدی جائے۔

جب دشمن یہ سمجھیں گے۔ کہ ہم ہمّت ہار کر واپس ہونا چاہتے ہیں۔ ہماری اِس بے دلی سے دشمن قلعہ سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہونگے۔ تو اُسوقت ہم دشمنوں سے مقابلہ کریں گے۔ اِس اثنا میں ہماری دائیں بائیں کی فوجیں۔ لڑائی کا حال دیکھ کر دشمنوں کو گھیر لیں گی۔ اور ہم قلعہ پر قابض ہو جائیں گے۔

اِس رائے کے مطابق ابو عبیدہؓ نے ایک ہزار سواروں کا دستہ منتخب کر کے اُسکے دو حصّے کئے۔ ایک حصّہ پر تو ضرار بن ازور کو اور دوسرے حصّہ پر سعید بن زید

کو افسر مقرر کر کے اُنکو تاکید کر دی۔ کہ تم دائیں اور بائیں طرف ذرا دُور فاصلہ پر دشمنوں سے اوجھل رہو۔ جب ہمارے کیمپ سے دھواں اُٹھتا دکھائی دے اُس وقت فی الفور یہاں پہنچ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔"

چنانچہ دوسرے روز اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ پر اس روز دھاوا نہیں کیا۔ تو ہربیس نے کچھ عرصہ انتظار کر کے سمجھا۔ کہ مسلمان ناکام ہو کر بے دل ہو گئے ہیں۔ اس خیال سے اُس نے اپنے تمام سپاہیوں کو قلعہ سے نکلکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کئی ہزار دشمنانِ اسلام اپنے حاکم ہربیس کے حکم کے مطابق قلعہ سے نکلے۔ مگر مسلمانوں نے پھر بھی اُنکی طرف رُخ نہ کیا۔ تو ہربیس نے جرّت کر کے اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا جب یہ رومی لشکر اسلامی پڑاؤ کے قریب پہنچا۔ تو شجاعانِ عرب نے اُنکا مقابلہ کیا۔ اور چند مسلمانوں نے الاؤ میں آگ دُھکا دی جس کا دھواں نمودار ہوتے ہی ضرار بن ازور اور سعید بن زید۔ دائیں بائیں اطراف سے اپنے اپنے سواروں کو لے کر دشمنوں کو نرغہ میں لے لیا۔

ہربیس نے اپنے لشکر کو جو نرغے میں دیکھا تو وُہ ہراساں ہو کر اپنے باقی ماندہ سپاہیوں کو لیکر بائیں طرف جان بچا کر بھاگا۔ لیکن سعید بن زید نے اپنے دستے کے سپاہیوں کے ساتھ اُسکا تعاقب کیا۔ اور اُنکو قلعہ کی طرف جانے نہ دیا۔ ہربیس نے جب قلعہ کا رستہ رُکا ہوا دیکھا تو گھبرا کر ایک غیر آباد پہاڑی پر چڑھ گیا۔ اور سعید بن زید نے اِس پہاڑی کو محاصرہ میں لے لیا۔

ہربیس اور اُسکے ہزار ہا ہمراہیوں نے جب دیکھا کہ اب ہم کسی طرف سے قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہاں پڑے پڑے ہم بھوک اور پیاس کی شدت سے خود بخود ہلاک ہو جائیں گے۔ تو مجبور ہو کر اُس نے سعید بن زید کو کہلا بھیجا کہ ہم لوگ امان طلب کرتے ہیں سعید بن زید نے امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو ہربیس کی اس التجا سے مطلع کیا

آپ نے از راہ رحمدلی جب ہربیس کی التجا منظور کرلی تو ہربیس نے خود حضرت ابوعبیدہ رض کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ ہمارا جان مال اگر بالکل محفوظ رکھا جائے اور اہل عرب میں سے کوئی شخص ہمارے شہر میں داخل نہ ہو۔ تو پھر جس شخص کی ماتحتی میں آپ ہم لوگوں کو دیں گے۔ ہم ہر طرح اُسکی اطاعت کریں گے۔

ابوعبیدہؓ نے ہربیس کی یہ درخواست منظور کر کے۔ ابو عبیدہ رافع بن عبداللہ کو بعلبک کا منتظم مقرر کر کے بعلبک والوں پر سالانہ خراج مقرّر کر کے اہل بعلبک کو اپنی زیر حفاظت لے لیا۔ اور خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچواں حصّہ مال غنیمت اور رقم سالانہ خراج کے ساتھ فتح بعلبک کی خوشخبری تحریر کر کے ایک قاصد کو روانہ کر دیا۔

چند روز شہر بعلبک کے باہر ہی قیام کر کے جان نثارانِ اسلام کا یہ فاتح لشکر حمص کی طرف روانہ ہوا۔

## جنگ حمص

راستہ میں چھوٹے چھوٹے شہروں اور قلعوں کے ساکنین نے خود بخود سر اطاعت خم کر دیئے۔ اور یہ پُرجلال و منصور لشکر اسلام سرحد حمص میں پہنچ گیا۔ حمص والوں سے اگرچہ ایک صلح ہو چکی تھی لیکن وُہ صلح میعادی تھی۔ جسکی میعاد کا ایک سال گذر چکا تھا۔ اور اب اہل حمص سے اِس بات کا فیصلہ کرنا تھا کہ آیا وُہ سابقہ صلح کو بحال رکھ کر سالانہ خراج ادا کرنے کو تیار ہیں یا جنگ پر آمادہ ہیں۔

لیکن حمص والوں نے بھی اہل قنسرین کی طرح اپنا سامان جنگ اور رسد وغیرہ جمع کرنے اور کمک کے انتظار میں یہ میعادی صلح کی تھی۔

اور اتنی مدّت میں حاکم حمص مریس نامی جنگجو نے کافی سامان حرب اور رسد وغیرہ جمع کرلی تھی۔ اور اُسے اس بات کی بہت اُمید تھی۔ کہ روم کے دارالخلافہ انطاکیہ سے شاہ ہرقل کی کمک عنقریب آنے کو ہے۔ انہیں خیالات کے مطابق حمص والوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی دل میں ٹھان رکھی تھی۔

چنانچہ جب امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہؓ نے حاکم حمص کے نام اپنے رومی غلام کے ہاتھ خط بھیجا۔ حاکم حمص مریس نے خط پڑھا جس کا مضمون یہ تھا:۔ چونکہ صلح کی میعاد گذر چکی ہے۔ اگر تم لوگ اسی صلح پر قائم رہنا چاہتے ہو۔ تو سالانہ خراج ادا کرو۔ ورنہ اس خط کو اعلان جنگ سمجھو۔

مریس نے اپنے مشیروں کو اس مضمون سے مطلع کر کے بطور مشورہ یہ رائے پیش کی کہ میرا ارادہ جنگ کرنے کا ہے۔ ہم سالانہ خراج ادا کر کے اپنے بادشاہ ہرقل کو ذلیل کرنا نہیں چاہتے۔ ویسے بھی ہمارے پاس سامان حرب اور رسد وغیرہ کا کافی ذخیرہ ہے۔ اور عنقریب شاہی لشکر ہماری مدد کو آجائیگا"۔

مشیروں کو اگرچہ حاکم حمص مریس کی رائے سے اتفاق نہ تھا۔ تاہم اُنہوں نے از راہ اطاعت اپنے افسر کے آگے سر تسلیم کر کے جنگ کی نسبت اپنی امداد کی ظاہر کی۔

لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کو یہ اُمید نہ تھی۔ کہ اہل حمص اہل قنسرین کی سرکوبی کا حال سننے پر بھی صلح کی بجائے جنگ کو ترجیح دیں گے۔ اسی خیال سے امیر لشکر اسلام نے پانچہزار سوار دیکر میسرہ بن مسروق کو حمص روانہ کر دیا تھا۔ اور اس کے بعد پانچہزار سواروں کے ساتھ ضرار بن ازور کو بھیجا تھا۔ پھر پانچہزار سواروں کے ہمراہ عمر بن معدی کرب کو۔ اور باقی لشکر کو اپنے ہمراہ لیکر حمص کی طرف بڑھے تھے۔ لیکن جب اہل حمص کو جنگ کرنے پر آمادہ پایا تو اپنے لشکر کو اہل حمص کے ساتھ لڑنے کا حکم دیدیا۔

ادھر مریس بھی اپنی فوج لیکر بہادران اسلام کے مقابلہ کیلئے میدان میں نکلا۔ سب سے پہلے ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کی اگلی صف کو دشمنوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن رومیوں نے بھی دیوار آہنی کی طرح جم کر مقابلہ کیا۔

جب اور مسلمانوں نے بھی ملکر رومیوں پر ایک زبردست حملہ کیا تو قلعہ والوں نے بہادران اسلام پر تیر اور پتھر برسانا شروع کئے جس سے کئی مسلمانوں نے جام شہادت

نوش کیا۔ اور ساتھ ہی کچھ مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔

یہ حالت دیکھ کر خالد بن ولیدؓ نے اپنی قومی فوج بنی مخزوم کے ساتھ لشکر سے نکل کر اہل حمص کے قلب پر جیسے ہی حملہ کیا۔ اسی وقت دوسری طرف سے میسرہ بن مسروق اپنی قوم بنی عبس کو لیکر دشمنوں پر پل پڑے۔ اور میدانِ جنگ میں ہر طرف سے کشتوں کے پشتے لگنے لگے۔

بہادر خالد بن ولیدؓ لڑتے لڑتے رومیوں کی صفوں کو درہم برہم کرتے دشمنوں میں گھس گئے تھے۔ اُنکے بعد بنی مخزوم سپاہی بھی دشمنوں کو تہ تیغ کرتے خالد بن ولیدؓ تک پہنچ گئے۔ اور ہزار ہا رومیوں کو خالد اور اُنکے ہمراہیوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ دوسری طرف میسرہ بن مسروق اور مرقال بن ہاشم نے رومیوں کے میمنہ پر آفت بپا کر دی۔ میسرہ کی طرف قیس بن ہبیرہ بلائے بے درماں کی طرح دشمنوں پر لوٹتے ہوتے تھے۔ عکرمہ بن ابوجہل نے اِس لڑائی میں بڑی شجاعت دکھائی۔ سینکڑوں رومیوں کو اُس نے تہ تیغ کیا۔ دشمنوں میں گھس کر جس طرف تلوار چلاتا رومی سپاہیوں کے سر کاٹ کے رکھدیتا۔ آخر اسی لڑائی میں سینکڑوں جنگجو رومیوں کو قتل کرتے ہوئے شہید ہو گیا

عصر کے وقت تمام رومی لشکر جو بہادران اسلام کی تلواروں سے بچ گئے تھے میدانِ جنگ سے بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گئے اور مظفر و منصور جان نثارانِ اسلام اپنے لشکر گاہ میں واپس آ گئے۔

اِس خونریز لڑائی میں بہت سے مسلمان بہادروں نے جام شہادت نوش کیا۔ عکرمہ بن ابوجہل کے مارے جانے پر خالد بن ولید نے افسوسناک لہجہ میں کہا۔ کاش! خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ میرے شجاع بھائی عکرمہ کو دشمنوں سے لڑتے دیکھتے۔

ابو عبیدہؓ نے بھی جان نثارانِ اسلام کی موت پر افسوس کرتے ہوئے کہا۔ کہ جسقدر اِس لڑائی میں مسلمان شہید ہوئے ہیں۔ اور کسی لڑائی میں نہیں ہوئے۔ اِس پر

خالدبن ولیدؓ نے کہا واقعی اہل حمص بہ نسبت اور دشمنان اسلام کے زیادہ جنگجو اور بہادر ہیں۔ اگر قلعہ کے نیچے ہم اسی طرح ان سے لڑتے رہیں گے۔ تو ہماری کامیابی ناممکن ہے کیونکہ قلعہ کی آڑ اور قلعہ والوں کی امداد اُنکے میدانِ جنگ کے نبرد آزماؤں کی تقویت کا باعث ہے۔ البتہ اگر ہم دشمنوں کو اُنکے قلعہ سے دُور لا کر اُن سے مقابلہ کریں۔ تو پھر ہمارے بہادر اُن سے اچھی طرح نپٹ سکتے ہیں۔"

ابو عبیدہؓ نے اِس تجویز کو سُنکر کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر ہم پیچھے ہٹ آئیں تو دشمن قلعہ سے باہر نکلے ہی نہیں پھر کب تک ہم انکا انتظار کرتے رہیں گے۔ اس پر خالدبن ولیدؓ نے کہا ہم یہی بات اُن پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وُہ اپنے زعم میں ہم کو عاجز سمجھیں۔ پھر جیسے اہل قنسرین ہم کو بے دل سمجھ کر قلعہ سے نکلے تھے۔ اُسی طرح حمص کی قلعہ بند فوج اپنے زعم میں ہمارا تعاقب کریگی۔ اور ہم یک لخت اُنکے مقابل ہو کر اُنکو اس طرح گھیر لیں گے۔ کہ وُہ قلعہ تک پہنچنے نہ پائیں۔

اب اس کی ترکیب یہ ہو سکتی ہے۔ کہ اسوقت عورتوں اور دیگر سامان باربرداری مع پیادہ فوج کے آپ روانہ کر دیں۔ اور یہ لوگ یہاں سے کچھ دُور جا کر ٹھہر جائیں۔ اس وقت ہمارے سب سوار ہی یہاں رہ جائیں صبح کو بجائے میدانِ جنگ میں جانے کے ہم میں سے کچھ کچھ سوار واپس ہونا شروع ہوں۔ مگر اپنے خیمے اور معمولی سامان بلکہ زائد اونٹ اور بیمار گھوڑے بھی اِسی جگہ رہنے دیں۔

جب ہم یہ کارروائی کر لیں گے تو اہل حمص ضرور یہی خیال کر لیں گے۔ کہ ہم بھاگنا چاہتے ہیں۔ اور یقیناً وُہ ہمارا سامان وغیرہ لوٹنے اور تعاقب کرنے کیلئے قلعہ سے نکلیں گے۔ لیکن ہم لوگ کچھ فاصلہ پر پہنچکر اپنی رفتار کو سُست کر لیں گے۔ تاکہ ایک جگہ پر سب اکٹھے ہو جائیں۔ وہاں یک لخت پلٹ کر اُنکے مقابل ہو جائیں گے۔ اور ایک ہی حملہ سے دشمنوں کو پامال کر دیں گے۔"

چنانچہ خالد بن ولیدؓ کی اسی تجویز پر ابو عبیدہؓ نے عمل کیا۔ صبح کو مربیس جب اپنا لشکر لیکر قلعہ کے باہر نکلا تو مسلمانوں بھی دکھانے کے طور اپنی صفیں درست کیں لیکن کسی نے آگے بڑھنے کی بظاہر جرأت نہ کی۔ بلکہ اپنے گھوڑوں کا منہ میدانِ جنگ سے پھیر کر پیچھے کو بھاگے۔ مربیس نے سمجھا کہ مسلمان عاجز ہوکر بھاگ نکلے ہیں۔ تعاقب کے زعم میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ اتنی دیر میں بہادرانِ اسلام اپنے لشکر گاہ سے بہت دور نکل آئے تھے۔ مربیس نے جب اسلامی لشکر گاہ میں سامان وغیرہ کو بے ترتیب پڑا پایا تو اُسے پورا یقین ہوگیا۔ کہ مسلمان بھاگ نکلے ہیں۔ اس لیے مربیس نے اپنے کچھ سپاہیوں کو سامان وغیرہ پر قبضہ کرنے کیلئے وہیں چھوڑ دیا۔ اور باقی لشکر کو لیکر مسلمانوں کا تعاقب کیا۔

حسب تجویز بہادرانِ اسلام نے کچھ دُور جاکر اپنی رفتار کم کردی تھی۔ جب اُنہوں نے دُشمنوں کو قلعہ سے کافی دُور آتے بھانپ لیا۔ تو ایک دم سب جان نثارانِ اسلام مجتمع ہوکر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور ایک ایک بہادر نے بیسیوں رومیوں کو قتل کیا۔ سعید بن زید نے ایک ہی وار میں مربیس کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ تقریباً سات حصّے رومی لشکر تباہ ہوگیا۔ باقی ماندہ لشکر کے ایک حصّہ کے سپاہی جان بچاکر قلعہ کی طرف بھاگے راستے میں جو رومی لشکر گاہ اسلام پر سامان وغیرہ بٹورنے پر متعین تھے۔ وہ بھی اپنے رومی سپاہیوں کو دیکھ کر سب سامان وغیرہ اُسی طرح چھوڑ کر دُم دبا کے بھاگے۔ اتنے میں تمام بہادرانِ اسلام اپنے لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ اور آگے بڑھ کے قلعہ حمص پر قبضہ کرلیا۔

اہالیانِ حمص میں سے تمام معزز لوگ امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوکر امان کے طالب ہوئے۔

جس پر ابو عبیدہؓ نے کہا۔ اگرچہ اس لڑائی میں ہمارے بہت سے جان نثارانِ اسلام شہید ہوئے ہیں لیکن ہمارے مذہب نے ہمیں رحم و انصاف کی تعلیم دی ہے اس لیے ہم لوگ اہالیان حمص کو امان دیتے ہیں جب تک تم سالانہ خراج ادا کرتے

رہو گے۔ تمہارا جان و مال محفوظ رہے گا۔

اہل حمص مسلمانوں کے اس رحم و انصاف سے نہایت خوش ہوئے اور انہوں نے چند ہی دنوں میں سالانہ خراج فراہم کر کے ابو عبیدہؓ کے پیش کر دیا۔

ابو عبیدہؓ نے رقم خراج اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت میں روانہ کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی۔

## ۱۵ سنہ ھ

۶۳۶ سنہ عیسوی میں آفتاب اسلام کو طلوع ہوئے پچیسواں برس اور خلافت راشدہ کو پانچواں سال تھا۔ اس وقت تک نہ فقط تمام عرب پر مسلمان قابض ہو چکے تھے بلکہ روم و شام کا نہائی علاقہ بہادران اسلام نے فتح کر لیا تھا۔ [۱]

شام اور عراق وغیرہ میں بہادران اسلام باوجود اس زمانہ کے جدید فنون جنگ سے محض ناواقف ہونے پر بھی اس خوش اسلوبی کے ساتھ لاکھوں دشمنوں کے مقابل لڑتے تھے۔ کہ کسی قابل سے قابل ملٹری کالج کے تعلیم یافتہ جرنل کو بھی ایسی تدبیر ذہن میں نہ آتی۔ جان نثاران اسلام لڑائی چھیڑنے اور حملہ کرنے سے پہلے واپسی کا راستہ محفوظ کر لیتے تھے۔ تاکہ ضرورت کے وقت فوج کے واپس ہونے کا راستہ بند نہ ہو۔ اسی لئے کھلے میدان میں لڑتے تھے۔ اور غنیم کی لکھو کھا فوج کو تباہ کر ڈالتے تھے۔ تمام شجاعان عرب اس قاعدہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے۔ اسی قاعدہ کے متعلق مثنیٰ بن حارثہ شیبانی جو ایک بہادر جنگجو عربی سردار تھا۔ اس نے اسوقت جبکہ اسے مسلمانوں کے اہل فارس سے معرکہ آرا ہونے کے لئے ملک عراق میں آنیکی اطلاع ملی۔ تو اس نے امیر لشکر اسلام کو یہ کہلا بھیجا کہ اہل فارس سے انکے ملک کی سرحدوں پر ایسے مقام میں جنگ کریں۔ جہاں کہ سرزمین

[۱] اسی سال مسجد نبوی وسیع کی گئی۔ اور سن ہجری کا اسی تاریخ سے آغاز ہوا۔ بخاری عبداللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے ڈھائی سال بعد تاریخ لکھانی شروع کی۔

عرب کا ایک چھوٹا سا پتھر بھی پایا جا سکے" "خبردار اُنکے گھروں میں گھُس کر نہ لڑنا۔ اگر خداوند پاک نے مسلمانوں کو فتح مند بنایا تو جو کچھ اہل فارس کے پس پشت ہے۔ سب اُنہیں کا ہوگا" "لیکن بصورت دیگر اُنہیں اپنے ہی لوگوں میں سے کسی گروہ میں واپس آنا ہوگا۔ جس کے بعد وہ اپنی راہ سے زیادہ باخبر اور اپنی سرزمین پر زیادہ دلیر ہونگے۔ یہانتک کہ حق سبحانہٗ اُنہیں دوبارہ حملہ کرنے کی استطاعت دے"۔

اسی طرح خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہ خواہش تھی۔ کہ مرکز خلافت مدینہ اور اسلامی مملکت کے تمام گوشوں سے آمد و رفت کا سلسلہ باقی رہے بلکہ امیر لشکر اسلام کو خلیفہ ممدوح کا یہ خاص حکم ہوتا تھا۔ کہ اُن کے اور تمام مسلمانوں کے مابین راہ میں کوئی دریا حائل نہ ہو۔ فارس اور مصر فتح ہو چکنے بعد جس زمانہ میں کہ امیر سعد بن ابی وقاص مدائن میں اور امیر عمرو بن العاص سکندریہ میں مقیم تھے۔ حضرت عمرؓ نے تمام امراء اسلام کو یہ فرمان لکھا تھا" کہ میرے اور اپنے مابین کسی دریا کو حائل نہ کرنا تاکہ جسوقت میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تمہارے پاس آنا چاہوں۔ تو آسکوں۔

بہادران اسلام کا یہ بھی قاعدہ تھا۔ کہ جب کسی شہر یا ملک کو فتح کرتے تو وہاں کے رہنے والوں کو بدستور سابق اُنہیں کے طور و طریق اور حالتوں پر رہنے دیتے۔ اُن کے مذہب میں، معاملات میں، اور اُنکی تمدنی و انتظامی وغیرہ حالتوں سے کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔

چنانچہ عمرو بن العاص رضؓ نے جب مصر کو فتح کیا ہے۔ تو اُنہوں نے وہاں بھی ایسا ہی برتاؤ کیا۔ یعنی قبطیوں کی حکومت اور انتظامی حالت خود اُنہیں کے ہاتھوں میں رہنے دی۔ حتیٰ کہ قبطی لوگ اپنے ہی گروہ میں سے اپنا قاضی بھی مقرر کرتے جو اُنکے معاملات کا فیصلہ کرتا تھا اور بہت سے مفتوحہ ممالک میں اہل عرب کا یہی طرز عمل رہا۔

اور جو رقم جزیہ کے نام سے غیر مسلموں سے وصول کرتے تھے۔ وہ رقم اُنکی حفاظت جان و مال کا معاوضہ ہوتا تھا۔ خود رومیوں کو غسانی وغیرہ کے قبائل عرب جو ملک

شام کی حدود میں رہتے تھے ۔ اِس قسم کی مالی امداد دیتے رہنے کی عادت تھی ۔ تاکہ وُہ اُنکے مددگار رہیں ۔ اور اہل فارس کے مقابلہ میں اُنکے ساتھ جنگ کریں ۔

بہادرانِ اسلام نے اپنی مفتوح قوموں پر ادائے مال کے ساتھ ہی "حتّٰی یُعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون" کی نص پر عمل کرتے ہوئے اطاعت فرمانبرداری کا اظہار بھی مشروط کر دیا تھا ۔ اگر اپنی اطاعت منواتے تھے ۔ اور جزیہ کے بدل اُنکی حفاظت اور خبرگیری کا اقرار کرکے اس پر عمل کرتے تھے ۔ اور اِس بات کے ذمہ دار ہو جاتے تھے ۔ کہ اُنہیں کسی قسم کا مالی یا جانی نقصان بیرونی دشمنوں کے ہاتھوں نہ پہنچنے دینگے ۔

عبادۃ بن الصامت نے مقوقس مصر کے حکمران سے جو گفتگو کی تھی اُس سے شاید ناظرین کرام بے خبر ہونگے ۔ اُنھوں نے مقوقس اور تمام مصر کے رہنے والوں سے مخاطب ہو کر یہ کہا تھا " لیکن اگر تم اسلام کو قبول نہیں کرتے اور نہ لڑنا چاہتے ہو ۔ تو جزیہ ادا کرو ۔ پھر جسقدر رقم پر ہم تم باہم راضی ہو جائیں ۔ وُہ تم ہر سال ہمیں دیدیا کرو ۔ جب تک ہم اور تم باقی رہیں ۔ ہم تمہارے اُن دشمنوں سے لڑینگے ۔ جو تم کو ایذا دینے پر آمادہ ہوں یا تمہاری طرف سے حفاظت جان و مال کی خدمت ادا کرینگے ۔ اور اِس امر کا تم کو قول دینگے ۔"

غرضیکہ اسی مضمون کے اقرار نامے اور خطوط ذمی لوگوں کو اہل اسلام لکھ دیتے تھے جو تاریخ عالم میں بکثرت درج ہیں ۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ بہادرانِ اسلام کی پے در پے فتوحات سے رومیوں اور فارسیوں کا نہ فقط ملکی امن و انتظام تباہ ہو چکا تھا ۔ بلکہ پھوٹ اور خانہ جنگیوں نے اُنکی متفقہ قوت کو کمزور کر دیا تھا ۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ سلطنت کی کمزوری نے ملک کے اصلی باشندوں اور اُن کے غیر قوم حکمرانوں میں منافرت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا ۔ مصر اور شام کے ملک میں اِس جذبہ منافرت اور عداوت کا بہت زور تھا ۔ وُہ اسلئے کہ مصر کے اصلی باشندے جو کہ قبطی تھے ۔ پے در پے کئی صدیوں تک غیر قوم کے حکمرانوں

کی زیادتیاں برداشت کرتے رہتے تھے"۔ وہ پہلے فارس والوں کے محکوم ہوئے بعد ازاں یونان والوں کے اور پھر رومی قوم کے زیر فرمان آئے۔ اس تغیر وتبدل نے اُنکی طبیعت کو انقلاب پسند بنا دیا تھا۔ اور آئے دن کے ظلم وستم سے بچنے کیلئے ایک حکومت کے پنجہ سے نکل کر دوسری سلطنت کی ماتحتی میں آجانا اُنہیں ایک آسان کام ہو گیا تھا۔ اسی طرح اہل شام جو کہ آرامی۔ سریانی۔ قبطی اور یہودی وغیرہ قوموں سے تھے وہ بھی اپنے مصری پڑوسیوں کی طرح مصیبت کے مارے ہوئے اور اُنہیں کی مانند استقلال سے مایوس ہو چکے تھے! اسلئے اُنہیں اسکی کوئی پروا نہ تھی۔ کہ ان کا حاکم رومی ہو یا عربی۔ البتہ وہ صرف اِسقدر چاہتے تھے۔ کہ اُنہیں اس حکمران کے ماتحت راحت وآرام وامن نصیب ہو۔

بس چونکہ مسلمان اپنے اصول مذہب کے لحاظ سے منصف مزاج۔ امن پسند۔ رحم پرور تھے۔ اِس لئے جو قوم جس شہر کی رعایا۔ غرضیکہ جس قوم کے لوگ مسلمانوں کے زیر حمایت آتے تھے۔ وہ بہ نسبت اپنی قومی حکومت کے زیادہ خوش اور مطمئن ہوتے تھے۔

**جنگ یرموک** [۱] فتح حمص سے فارغ ہو کر ابو عبیدہؓ بن جراح بیت المقدس پر حملہ آور ہونے کو تھے۔ چونکہ راستے میں شہر انطاکیہ حمص کے شمالی حصّہ میں ساحل سمندر کے قریب تھا۔ جو قیصر روم ہرقل کے ایشیائی مقبوضات کا دار السلطنت تھا۔ اور اس وقت شاہ ہرقل انطاکیہ میں موجود تھا۔

[۱] طبری نے جنگ یرموک کو ۱۳ھ میں یعنی جنگ اجنادین اور فتح دمشق سے پہلے لکھا ہے۔ اور بعض قابل مورّخین نے بھی طبری کی تقلید کی ہے۔ لیکن واقدی نے جنگ اجنادین ۱۳ھ میں اور یرموک کو ۱۵ھ میں درج کیا ہے۔ اور یہی مستند ہے۔ وہ اس لئے کہ ایک تو یورپ کے مصنفین نے فتح شام کی تحقیقات میں واقدی کی تاریخ کو صحیح مانا ہے۔ دوسرے واقدی زمانہ قریب کا مورّخ تھا۔

اگرچہ ابن اثیر نے بھی طبری کی تقلید کی ہے۔ اور ابن اثیر سے ہمارے ہاں کے بعض مورّخین نے سند لی ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جن لوگوں نے جنگ یرموک کے متعلق طبری کی تقلید کی ہے اُنہوں نے غلطی کی ہے۔ (شوق)

ادھر یروشلم یعنی بیت المقدس تمام فلسطین کا مرکز تھا! اسلیئے امیر لشکر اسلام ابو عبیدہؓ اس کشمکش و پیچ میں پڑ گئے کہ پہلے انطاکیہ کو فتح کیا جاوے یا بیت المقدس کو۔ کیونکہ انطاکیہ کے فتح ہونے سے تمام سیریا کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آسکتا تھا۔ اور بیت المقدس کی فتح سے تمام فلسطین کا علاقہ۔ یہ خطہ بڑا زرخیز تھا جو سیریا کے جنوب میں بحیرۂ روم تک پھیلا ہوا تھا۔

امیر لشکر اسلام ابھی اسی تردد میں تھے۔ کہ اُنکو خبر ملی کہ قیصر روم شاہ ہرقل نے اپنا لشکر جرار مسلمانوں سے مقابل ہونے کیلئے تیار کیا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی آپ نے جان نثاران اسلام سے مشورۃً دریافت کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس پر قیس بن ہبیرہؓ وغیرہ نے یہ رائے پیش کی " ہم نے بڑی جانفشانی سے شام کو فتح کیا ہے۔ اسلیئے ہم یہاں کی چپہ بھر زمین نہ دینگے۔ دشمن کی فوج اگرچہ لکھوکھا نبرد آزماؤں کی تعداد میں ہے۔ لیکن ہمیں خدا پر بھروسہ ہے۔ جس نے آج تک ہم لوگوں کو فتحیاب کیا ہے اُسی طرح اِس معرکہ میں بھی انشاءاللہ ہم کامیاب ہونگے۔

چنانچہ ابو عبیدہؓ نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ بیت المقدس پر چڑھائی کرنے سے پہلے اسی جگہ ہرقل کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید بھی سرداران لشکر میں تھے۔ لیکن اُنہوں نے اس امر میں جب کسی قسم کی رائے نہ دی تو امیر لشکر نے اُن سے کہا " اے ابا سلیمان اس امر کی نسبت آپ نے اپنی رائے کا اظہار کیوں ضروری نہیں سمجھا "۔ اس پر خالد بن ولید نے کہا " میں نے دیدہ دانستہ اسلیئے خاموشی اختیار کی ہے۔ کہ تمام سرداران لشکر کے خلاف میں اپنی رائے پیش نہیں کرسکتا۔ کیونکہ مجھے اس مقررہ رائے میں اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف بموجب نفاق ہوگا۔

چونکہ حضرت خالد بن ولیدؓ اگرچہ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تھے لیکن آپ اپنی جنگی قابلیت اور اولالعزم شجاعت کے باعث جان نثاران اسلام میں ایک ایسے قابل احترام فرد تھے

جنگی رائے لینا ضروری تھا۔ اس لئے ابو عبیدہؓ نے جب حضرت خالدؓ کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کیلئے مجبور کیا۔ تو آپ نے کہا "میری رائے میں اس جگہ ٹھہر کر دشمنوں سے مقابلہ کرنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو دشمنوں کی تعداد ہم سے دس گنا زیادہ ہے۔ (دوم) یہ میدان کھلی لڑائی کیلئے تنگ ہے۔ ہمیں اسقدر میدان ہونا چاہیئے۔ جہاں ہماری فوج بکھر کر دشمنوں کی لاکھوں کی فوج سے لڑ سکے۔ (سوم) اگر یہاں ہم لوگ دشمن کے ساتھ مقابل ہوئے اور لڑائی نے طول کھینچا تو بہت ممکن ہے۔ کہ بیت المقدس سے رومی افواج ہمیں پیچھے سے گھیر لیں۔ اس وقت ہم دشمنوں کے نرغے میں پھنس جائینگے۔ نہ تو ہم نکل سکتے ہیں۔ اور نہ مدینہ طیبہ سے ہمیں کمک پہنچ سکتی ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے میری یہ رائے ہے۔ کہ آپ اس مقام سے کوچ کر کے وادی یرموک میں ٹھہر کر دشمن کا انتظار کریں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ ایک تو وہ میدان فراخ ہے۔ جہاں ہم ہر طرح سے دشمنوں کو پامال کر سکتے ہیں۔ (دوم) دارالخلافت مدینہ طیبہ تک راستہ صاف رہیگا۔ تاکہ وقت پر ہماری مدد کیلئے اسلامی فوج کے آنے میں آسانی ہو۔"

حضرت خالدؓ کی یہ مدبرانہ رائے ایسی نہ تھی۔ کہ جو اسے سنتا اور وہ اس پر صاد نہ کرتا۔ حتیٰ کہ تمام سرداران لشکر کے ساتھ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی اس رائے کو پسند فرما کر لشکر اسلام کو کوچ کا حکم دیا۔

یرموک اطراف شام میں ایک وادی (نالہ) ہے۔ جو بصریٰ کے قریب واقع ہے جس کا پانی بحیرۂ طبریہ میں گرتا ہے۔ اسی ندی کے کنارے پہنچکر لشکر اسلام نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ اور خالد بن ولیدؓ نے اس میدان کے تمام محفوظ مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک کھلا میدان دشمن کی فوج کیلئے چھوڑ دیا گیا۔

اس کام سے فراغت پا کر حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا۔ میرا خیال ہے کہ شام کے جن شہروں کو فتح کر کے ہم نے اپنے فوجی دستے حفاظت کیلئے وہاں چھوڑ دیئے

ہیں۔ اُن سب کو بھی بہت جلد یہاں بلا لینا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے چھوٹے چھوٹے دستے رومی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب رہا شہروں کا قبضہ اگر ہم نے دشمن پر فتح حاصل کر لی تو تمام شہر ہمارے قبضے میں پھر بھی آ سکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے یرموک پہنچتے ہی تمام محافظہ دستوں کے نام اس مضمون[1] کے خط لکھے کہ وہ سب یرموک پہنچ جائیں۔

فتوح شام میں جنگ یرموک اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس پر تمام دُنیا حیران ہے مسلمانوں کی شجاعت اور اسلام کی صداقت کا سکّہ بالخصوص رومیوں کے دل پر جنگ یرموک نے ہی بٹھایا ہے۔ اور یہی وُہ معرکہ ہے جسکے باعث متعصب مورخّین کے قلم لرز اُٹھے ہیں۔ اور اُنھوں نے بے خود ہو کر یہ لکھدیا ہے "مُسلمانوں کی جسارت قابل تعریف ہے جنھوں نے اپنی دس گنا فوج سے نہ فقط جنگ یرموک میں فتح حاصل کی۔ بلکہ رومیوں کی تمام ہمتیں پست کر دیں"۔

جنگ یرموک کی کامیابی کا باعث صرف خالدؓ بن ولید کی شجاعت ہے۔ جن کو اُدھر تو آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کے خطاب سے ملقب فرمایا اور اِدھر مخالفین اسلام تک خالد کو خالد اعظم کا خطاب دینے سے مجبور ہوئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی نسبت مورّخین نے جہاں اُنکی شجاعت و ذہانت کا اعتراف کیا ہے۔ وہاں بعض مورّخین نے حضرت خالدؓ کو خونخوار جرنیل بھی لکھا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ خالد بن ولید جیسے بہادر اور جان نثار اسلام کو کس وجہ سے خونخوار کہا گیا ہے اگر دشمنوں کو پامال کرنا ہی خونخواری ہے۔ تو رحمدل سے رحمدل بادشاہ کو بھی خونخوار کہا جا سکتا ہے۔ اِس میں کچھ شک نہیں۔ کہ حضرت خالد بن ولید دشمنوں پر شیر کی طرح

[1] حمص والوں سے جسقدر جزیہ کی رقم وصول کی گئی تھی وہ سب اُنکو یہ کہکر واپس کر دی گئی "کہ اب ہم ایک مہم میں مبتلا ہو چکے ہیں تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تمہیں اختیار ہے کہ جس طرح بنے اپنی حفاظت کرو"۔ اس کے جواب میں مشرکین حمص نے کہا۔ تمہاری حکمرانی اور تمہارا انصاف قابل تعریف ہے۔ ہم بجائے اسکے کہ اپنی قوم کے بادشاہ سے خوش ہوں۔ تم لوگوں کے انصاف سے خوش ہیں۔ (تمدن اسلام)

جھپٹتے تھے۔ اور اپنے بالمقابل باقاعدہ فوج کی صفیں ایک ہی وار میں درہم برہم کر دیتے تھے لیکن صرف لڑائی کیوقت اور دشمنوں سے مقابل ہوتے ہوئے۔ میدان جنگ کے علاوہ کسی وقت کسی موقعہ پر بھی حضرت خالدؓ کی خونخواری کا واقعہ کوئی مؤرخ نہیں بتاسکتا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نہ تو ملٹری کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔ اور نہ کسی قواعددان کمانڈر سے اُنہوں نے فنون جنگ کو حاصل ہی کیا تھا لیکن جس میدان جنگ میں جس ترتیب سے وُہ دشمن سے لڑے ہیں۔ بڑے بڑے ماہران جنگ کو اُنکی مہارت کا اعتراف کرنا پڑا۔

جنگ یرموک کی فتح کا سہرا بھی دراصل خالد بن ولیدؓ کے ہی سر پر رہا ہے۔ ابوعبیدہؓ اگرچہ امیر لشکر تھے لیکن حضرت خالدؓ کے مشورہ پر چلتے تھے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ ہی کے رائے سے ابوعبیدہؓ نے وادیٔ یرموک کو اس آخری عظیم الشان جنگ کیلئے پسند کیا اور اپنے مفتوح علاقہ کے محافظ دستوں کو اس جگہ بلا بھیجا۔

قیصر روم اگرچہ مسلمانوں کی عظمت اور خداداد قوّت سے سہما ہوُا تھا لیکن شجاعانِ اسلام سے بے خبر نہ تھا۔ اُس نے کئی سال کوشش سے اِس آخری جنگ کی بنیاد ڈالی تھی۔ تاکہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکالکر آرام کے سانس لے سکے۔ رومی لشکر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ کسی مورخ نے دس لاکھ کا لشکر لکھا ہے۔ اور کسی نے پانچ لاکھ کا۔ مگر ابن اثیر نے رومی لشکر کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار لکھی ہے۔ اور سید امیر علی صاحب نے بھی اِسی کی تقلید کی ہے۔ یورپین مورّخ گبن صاحب ایک لاکھ کی تعداد میں یورپین اور ساٹھ ہزار غسانی عرب اور باقی ایشیائے کوچک آرمینا وغیرہ کی سپاہ کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن کسی مورّخ نے رومی قواعددان لشکر کی تعداد تقریباً اڑھائی لاکھ سے کم نہیں بتائی۔ اور مسلمان شجاعان کی تعداد زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار سے زائد نہیں لکھی۔

اس پر ہمارا کہنا یہ ہے۔ کہ اگر رومیوں کی کم از کم اور بہادرانِ اسلام کی زائد سے زائد تعداد کو ہی مان لیا جائے۔ تو اس حساب سے بھی ایک مسلمان کے سامنے پانچ مشرکین پڑتے ہیں۔

اور وُہ بھی قواعد دان۔ توپ، بندوق، تلوار اور بارود سے مسلح۔ بالمقابل اُنکے وُہ کمبل پوش مسلمان پاؤں میں کھجور کی چھال کی بنی ہوئی نعلین پہنے۔ تلوار کے پرتلہ کو بھی چھال کی رسیوں سے تھامے۔ بھوکے پیاسے صرف دین اسلام کیلئے میدان جنگ میں نظر آتے تھے

مگر شاہ ہرقل قیصر روم تک اُن سے تھراتا تھا پہلے پہل تو اُس نے انطاکیہ میں بیٹھے بیٹھے اس خوفناک مہم کو روکنے کی کوشش کی لیکن جب اُسکے کانوں میں ہر وقت یہ آوازیں آتی رہیں۔ کہ مملکت روم میں آج فلاں شہر عربوں نے فتح کرلیا آج فلاں مقام پر رومی لشکر کو مسلمانوں نے شکست دی تو اس خوف وہراس کو دُور کرنے اور اہل اسلام کو ہمیشہ کیلئے نیست ونابود کرنے کیلئے اُس نے اپنے ماتحت بادشاہوں سے امداد طلب کی ابھی یہ فوج مکمل ہی ہو رہی تھی۔ کہ اُدھر جان نثاران اسلام نے حمص کو بھی فتح کرلیا۔ شاہ ہرقل نے یہ سنتے ہی اپنے بیٹے قسطنطین کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ قیساریہ بھیجدیا۔ تاکہ وہ ساحل سمندر کے شہروں کی حفاظت کرسکے۔ اور ساتھ ہی اسکے بیت المقدس کی حفاظت کیلئے بھی کئی لاکھ کی فوج روانہ کی۔

اس لشکر کا کمانڈر انچیف ماہان نام رومی قوم سے تھا۔ اور دیگر جرنیل۔ قناطیر۔ جرجیر۔ دربجان۔ قورير۔ اور جبلہ بن ایہم[1]۔ شاہ غسان اپنی اپنی فوجوں کے جنرل تھے رومی لشکر انطاکیہ سے کوچ کرتا ہوا جب حمص کے قریب پہنچا تو اُنکو یہ معلوم کرکے نہایت خوشی ہوئی۔ کہ بہادران اسلام حمص کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ ابھی رومی

[1] یہ وہی جبلہ بن ایہم تھا۔ جو اسلام لاتے ہی بڑی شان وشوکت کے ساتھ طواف کعبہ کیلئے آیا۔ اس کا تہمد بہت نیچا تھا۔ جس پر کسی مسلمان کو پاؤں پڑنے سے جبلہ نے اُسکو ایک تیر مارا۔ جب اُس شخص نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے پاس جبلہ کی شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد تحقیقات جبلہ کو ویسی ہی سزا دینے کا حکم نافذ فرمایا۔ لیکن جبلہ نے اپنی شاہانہ رعونت سے اس فیصلہ کو نہ مانا۔ بلکہ فرار ہوکر نہ فقط دین اسلام سے مرتد ہوگیا بلکہ مسلمانوں کا دشمن بن کر ہرقل کے پاس پہنچا۔ اور ہرقل نے اس کو اپنے ساتھ ملاکر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔ اس وجہ سے جبلہ بن ایہم اپنی ساٹھ ہزار غسانی قوم کو لے کر رومی لشکر کے ساتھ جنگ یرموک میں شامل تھا۔

لشکر حمص میں ہی تھا۔ کہ قیساریہ سے شاہ ہرقل کے بیٹے قسطنطین نے رومی کمانڈر ماہان ارمنی کو اطلاع بھیجی کہ مسلمانوں کا لشکر وادیٔ یرموک میں پڑا ہے۔ تم بہت جلد وہاں پہنچ کر اُن سے مقابل ہو جاؤ۔

چنانچہ رومی لشکر نے یہ اطلاع پاتے ہی وہاں سے کوچ کر کے یرموک کی راہ لی۔ اور یرموک پہنچکر جیسے کہ خالد بن ولید نے رومی لشکر کیلئے میدان جنگ تجویز کیا تھا۔ ماہان نے بھی اُسی جگہ کو پسند کر کے وہاں پڑاؤ ڈالا۔ چند روز لڑائی میں توقف رہا۔ کہ اتنے میں ماہان کو شاہ ہرقل کا حکم پہنچا۔ کہ لڑائی شروع کرنے سے قبل مسلمانوں سے صلح کی شرائط پیش کرو۔ اگر یہ لوگ حجاز سے لیکر جابیہ تک کا علاقہ لینا چاہئیں تو اس شرط پر صلح کر لی جائے۔

ہرقل کے اس حکم مطابق۔ جب شاہ غسان جبلہ بن ایہم کو شرائط صلح پیش کرنے کیلئے مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا گیا۔ تو جبلہ نے اسلامی لشکر میں پہنچتے ہی اپنی قوم کے کسی لائق شخص کو گفتگوئے صلح کرنے کیلئے طلب کیا۔ امیر لشکر ابو عبیدہؓ نے جبلہ کی مرضی کیمطابق عبادہ بن صامت کو اسکے سامنے کیا۔ چنانچہ عبادہ بن صامت سے جبلہ نے کہا۔ کہ دیکھو تم اپنی حالت پر رحم کھاؤ۔ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ تم کیا مقابلہ کر سکتے ہو۔ میری ہی قوم کے نبرد آزما ساٹھ ہزار ہیں۔ جن سے تم نہیں بچ سکتے مجھے رحم آتا ہے۔ کہ ایک عرب دوسرے عرب سے قتل ہو۔ اس لئے تم اپنے سردار کو سمجھاؤ۔ کہ اس خبط میں نہ پڑے۔ ہرقل رحم دل ہے۔ جس غرض سے تم لڑنے آئے ہو۔ وہ بھی پوری ہو جائیگی یعنی تم کو حجاز کا علاقہ جابیہ تک دیا جا سکتا ہے۔ مگر اس میں یہ شرط ہے۔ کہ جابیہ سے آگے تمہارا ایک فرد بھی نہیں آسکتا۔ اور آئندہ کیلئے تم سے اگر کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ بھی ہوئی تو نہ فقط تم سے یہ علاقہ چھین لیا جائیگا۔ بلکہ تم لوگ رومی لشکر سے پھر نہیں بچ سکو گے۔"

عبادہ بن صامت نے جبلہ کی یہ تقریر سُنکر کہا۔ ہم لوگ کسی کو بیجا نہیں ستاتے ہمارے خدا اور پیغمبرؐ کا بھی ہمیں یہی حکم ہے۔ لیکن جب ہم کو چھیڑا جاتا ہے۔ جب ہمارے

مسلمان بھائیوں کو ستایا جائے تو پھر ہم مدافعانہ جنگ سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ جب سرحدی مشرکین نے ہمارے مسلمان بھائیوں کو ستانا شروع کیا۔ تو ہم نے انکی سرکوبی کیلئے تلوار اُٹھائی۔ تاکہ امن قائم ہو جائے لیکن شاہ ہرقل نے اپنی قوم کی حمایت میں اپنا شاہی لشکر ہمارے مقابل بھیجا۔ اس کا کیا حشر ہوا۔ وُہ آپ پر روشن ہے۔ ہم لوگ اسی کیلئے لڑتے ہیں۔ اور وہی ہمیں غالب سے غالب پر فتح دیتا ہے۔ یہ علاقہ کی فہمائش کرتے ہوئے ہرقل نے جو ہمیں پیغام دیا ہے۔ اسکی ہمیں پرواہ نہیں۔ خدا کی ساری زمین کے ہم وارث ہیں۔ اگر زمین کے قبضہ کا سوال ہے۔ تو ہرقل کے قبضہ میں جسقدر زمین ہے ہم سب اُس سے لے لینگے۔ کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور خدا کی ہی زمین ہے۔ ہاں اگر تم سب لوگ اسلام قبول کرو۔ تو پھر ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ تمہارا ملک تمہارا مال و اسباب تمہیں مبارک۔ اور ہمارا بھی تمہارا۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے۔ اور نہ لڑنا چاہتے ہو۔ تو جزیہ ادا کرو۔ عاجزی کے ساتھ ہمارے مطیع رہو۔ اور جسقدر رقم جزیہ پر ہم تم باہم راضی ہو جائیں۔ وُہ تم ہر سال ہمیں دیدیا کرو۔ جب تک ہم اور تم باقی رہیں۔ ہم تمہارے اُن دشمنوں سے لڑینگے۔ جو تم کو ایذا دینے پر آمادہ ہوں۔ یا تمہاری زمینوں، مالوں اور جانوں کو تلف کرنا چاہیں۔ اگر تم ہماری ذمہ داری پر رہو گے۔ تو ہم تمہاری طرف سے حفاظت جان و مال کی خدمت ادا کرینگے۔ اور اس امر کا تم کو قول دیں گے۔"

جبکہ عبادہ بن صامت سے یہ باتیں سُنکر سخت برہم ہوا۔ اور اس نے کہا۔ کہ مجھ کو اُمید نہ تھی۔ کہ تمہارا امیر لشکر تم جیسے سخت دل شخص کو میرے ساتھ گفتگوئے مصالحت کرنے بھیجیگا۔ اس پر عبادہ بن صامت نے کہا یہ باتیں سچی ہیں۔ اور سچی بات ہمیشہ کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ ہم میں سے تم جس شخص کے ساتھ بات کرو گے۔ وُہ یہی باتیں پیش کریگا۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا خدا ہمارا رسول ہمارا دین ایک ہے۔ اور ہم سب آپس میں ایک دل ایک زبان اور ایک جان ہیں۔

جبلہ نے جب یہ حالت دیکھی تو غصہ سے بیتاب ہو کر اُس نے رومی لشکر میں واپس آ کر ماہان کمانڈر لشکر سے یہ کہا کہ یہ عرب نہایت اکھڑ واقع ہوئے ہیں۔ انفاقیہ فتوحات نے اُنہیں مغرور کر دیا ہے۔ اسلئے وُہ کچھ نہیں مانتے بلکہ سختی سے اعلان جنگ دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے تکلے سے بل جب تک نہیں نکل سکتے جب تک اُنکو سیدھا نہ کیا جائے۔ اگر تم لوگ ان سے لڑنے میں ہچکچاتے ہو۔ تو میری فوج ہی ان کیلئے کافی ہے۔ میں تو ان سے ضرور لڑونگا۔

چنانچہ ماہان نے جبلہ کی یہ گفتگو سنتے ہی لڑائی کا بگل بجا دیا۔ اور سب سے پہلے جبلہ کے ساتھی۔ یعنی غسانی عرب رکھے گئے۔

غرضیکہ خوب گھمسان کا معرکہ ہوا۔ اور کئی روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ اور بہادران اسلام نے ہزاروں غسانیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ لڑائی طویل ہو رہی تھی۔ اسلئے حضرت خالدؓ نے ایک روز اپنے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے رومی لشکر میں دھاوا بول دیا جس طرف سے جان نثاران کے سپاہی رومیوں پر پڑتے انکو قتل کرتے گئے۔ اس روز تقریباً تہائی حصہ رومی لشکر کا مسلمانوں نے تہ تیغ کر کے دم لیا۔ دوسرے روز بہادران اسلام نے ایسی بہادری دکھائی۔ کہ غسانیوں کو بھگا دیا۔ جب غسانی عربوں کو رومیوں نے جی چراتے دیکھا تو انکے رہے سہے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ اور تیسرے روز رومی لشکر بھی ذرا سا مقابلہ کر کے بھاگا۔ حضرت خالد نے پہلے ہی رومی لشکر کیلئے ایسا میدان تجویز کیا تھا۔ جہاں سے وُہ بھاگ نہ سکیں۔ لہذا مسلمان بہادروں نے تمام لشکر کا پیچھا کر کے رومی میدان جنگ کو لالہ زار بنا دیا۔ بعض دستوں کے جرنیل اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ ساحل سمندر سے ہوتے ہوئے قیساریہ، اسکندریہ، موصل اور مصر میں جان بچا کر بھاگے اس طرح ہزارہا جان نثاران اسلام نے اسلام پر اپنی جان نثار کر کے میدان یرموک پر فتح حاصل کی۔ اور ملک حجاز میں لوائے اسلام بلند کیا۔

امیرلشکر حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کی شجاعت اور ذہانت اور اپنے ماتحت بہادرانِ اسلام کی جانفروشی کی تعریف کرتے ہوئے جنگ یرموک کا مژدہ فتح اور لاکھوں روپے کا مالِ غنیمت دارالخلافت میں روانہ کر دیا۔ اس فتح کی خوشخبری اور مالِ غنیمت سے امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ بہت خوش ہوئے۔ اور تمام مسلمانوں کو اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں خاطر خواہ انعام وعطیات ملے +

# ۱۶ سنہ ھ سے ۲۲ سنہ ھ تک

جنگ یرموک کے بعد رومیوں کی رہی سہی طاقت بھی زائل ہو گئی۔ اور تمام حجاز میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگی۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہو گئی تھی۔ اس تعداد کا بہت سا حصہ دارالخلافت مدینہ منورہ میں تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے حفظ ماتقدم کے لحاظ سے حضرت سعد کو شہر کوفہ بسانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد امور سلطنت کی طرف توجہ کی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مشورہ سے سن ہجری کا آغاز ہوا۔ اور مدینہ شریف میں فوجی دفاتر قائم کئے گئے جن میں تمام مسلمان مردوں کے نام لکھے گئے۔ اور ان کے وظیفوں کی شرح قرار پائی۔ اس میں تمام مہاجرین انصار اور اُن کے تابعین کے نام بشرح تنخواہ درج کئے گئے۔ وظیفہ کا کم وبیش ہونا ہادی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور قبولیت اسلام کی منصبت کے لحاظ سے تھا۔ ہر ایک سپاہی اپنی تنخواہ خود پاتا تھا۔ اور اسکے بیوی بچوں کا وظیفہ علیحدہ مقرر تھا

عام لوگوں میں سے فوج کیلئے سپاہیوں کی بھرتی کرنیکا ایک خاص طریقہ تھا۔ اور جنگی خدمت کے خواہشمند کے واسطے چند شرطیں مقرر تھیں جن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص فوج میں بھرتی ہونا چاہتا۔ وہ طلب ہونے پر امیر لشکر کے پاس پیش ہوتا اگر امیر لشکر اُس شخص کو آزاد، بالغ، مسلمان، تندرست، صحیح الحواس اور دلیر پاتا تو اُس کا نام معہ نسب اور

حلیہ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا۔

دفتر جنگ میں سپاہیوں کی ترتیب کے وقت ہمیشہ نسب کے اعتبار سے ہوتی تھی یعنی فوج کی ترتیب جنسوں اور قبیلوں سے شروع ہوتی تھی جس وقت ہر ایک قبیلہ اور جنس دوسری سے متمیز ہو جاتی تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوتی یعنی عربی یا عجمی پس اگر عربی النسل سپاہی ہوتے تو انکے قبیلوں کی ترتیب بلا اعتبار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت مندوں کے ہوتی۔ ترتیب کی ابتدا خاندان نبوی کی اہل سے کی جاتی تھی۔ اسکے بعد اسکی شاخوں کی نوبت آتی۔ مثلاً اہل عرب کی دو قسمیں ہیں۔ عدنانی اور قحطانی۔ عدنانی عرب قحطانیوں پر مقدم کیئے جاتے تھے۔ یہ اسلیئے کہ نبوت انہی کے گھرانے میں تھی۔ گویا بنی ہاشم اس ترتیب کے قطب اور مرکز تھے۔ ان کے بعد وہ لوگ تھے جو اُن کے ساتھ نسبتی قرابت میں درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہوتے۔

فوجی عطیات سے اِن کے وظیفے یا تنخواہیں مراد ہیں جو سال کے اندر مقررہ اوقات میں مسلمان حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اِن وظائف کی ترتیب اس طرح دی تھی۔

## فہرست وظائف سالانہ بنام بہادران اسلام در عہد خلافت حضرت عمر فاروقؓ

ہر ایک مہاجر اور انصار کیلئے جس نے بدر کبریٰ کی جنگ میں شمولیت کا شرف حاصل کیا ... ۵۰۰۰ درم

ہر ایک ایسے مہاجر اور انصار کیلئے جو اس جنگ میں کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ .. .. .. .. ... ۴۰۰۰ درم

ازواج مطہرات حضرت محمد صلی اللہ علیہ کے لیئے .. .. .. ۱۲۰۰۰ درم

حضرت عباس رضؓ (آنحضرت صلعم کے چچا) کے لیئے .. .. .. ۱۲۰۰۰ درم

حضرت حسنؓ و حسینؓ کے لیئے۔ .. .. .. .. .. ۵۰۰۰ درم

مہاجرین اور انصار کی ہر ایک لڑکی کے لیئے .. .. .. ۲۰۰۰ درم

ہر ایک اہل مکّہ کو　..　..　..　..　۸۰۰ درم

ہر ایک مسلمان کیلئے جو مختلف طبقوں میں سے ہوں　۳۰۰ سے ۵۰۰ درم

مہاجرین اور انصار کی بیویوں کے لئے　..　..　۲۰۰ سے ۶۰۰ درم

مناسب معلوم ہوتا ہے۔کہ واقعات جنگ کے بالمقابل اب ملکی معاملات کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھا جائے۔تاکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصول سیاست اسلامی اختراع ناظرین کو معلوم ہو جائے:-

(۱) خلافت کا مفہوم سلطنت جمہوری کے مترادف ہے جس کی خوبی اور عمدگی پر آج یورپ کو ناز ہے۔یہی پہلا اصول تھا جس پر عمرؓ پابند رہے۔

(۲) دوسرا اصول۔خلیفہ کو آزادی اور خودمختاری کا حاصل نہ ہونا۔امام اور خلیفہ اجرائے اور انتظام امورات سلطنت میں آزاد اور خودمختار نہ تھا۔یعنی اپنی خواہشات اور ارادوں کو بلا قید شریعت پورا نہ کر سکتا تھا۔بلکہ قرآن شریف اور سنت نبوی کا پابند ہوتا تھا۔

(۳) تیسرا اصول رعایا کو آزادی حاصل ہونا۔سوائے احکام شریعت رعایا کو کسی قسم کے امام اور خلیفہ کی طرف سے پابندی نہ تھی۔اور خلیفہ کو کسی پر کچھ اختیار سوائے اس کے جو قانون شریعت سے جائز تھا حاصل نہ تھا۔بلکہ ذاتی معاملات میں خلیفہ خود مدعی اور خود ہی مدعا علیہ ہوتا تھا۔اور نہ کوئی عامل اور صوبہ اسی اصول کی پابندی کے مطابق اپنے اختیارات کو ناجائز طور سے استعمال میں لا سکتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا۔کہ فلاں حاکم نے مجھے بے قصور شرعی کوڑے مارے ہیں۔حضرت عمرؓ نے بعد ثبوت اس حاکم کو بھی سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔اِس پر حضرت عمروؓ ابن عاص نے جب سفارش کی تو خلیفہ وقت نے کہا۔جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کو قصاص اور احکام شرعی سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے

تو پھر میں یا یہ کون ہیں۔
کوئی شخص اپنی عزت اور جان و مال میں کسی کا خائف نہ تھا۔ اور سوائے اُن ذرائع کے جو شرعاً جائز ہیں کسی سے خلیفہ وقت کچھ مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ جو امور مصلحت وقت سے خلیفہ جاری کرنا چاہتا۔ اور کوئی اُسکی اباحت ثابت کرکے اُس سے انکار کرتا تو خلیفہ کو سوائے سکوت کے کچھ چارہ نہ ہوتا۔
چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مہر کے زیادہ باندھنے کی ممانعت پر خطبہ پڑھا تو ایک بڑھیا عورت نے قرآن شریف کی آیت قنطارا مقنطرۃ پڑھتے ہوئے کہا۔ کہ جس چیز کو خداوند کریم جائز اور مباح کرے تم کیوں کر منع کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے انصاف کو قیمت دیتے ہوئے فرمایا۔ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات آزادی کا درجہ یہاں تک پہنچا ہوا تھا۔ کہ اگر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کسی شخص کو شرعی جرم میں ماخوذ کرتے لیکن اگر وہ گرفتاری بغیر ضابطہ معینہ ہوتی تو مجرم اسکا عذر کرکے اپنے آپکو بچالیتا تھا۔
(۴) چوتھا اصول شوریٰ قرآن مجید سے یعنی جو کام درپیش ہو اُس میں صلاح و مشورہ کرنا۔ پھر جب عزم مصمم ہو جائے تو خدا پر بھروسہ کرکے اُس کام کو شروع کرنا۔
حضرت عمر فاروقؓ نے اِس اصول کا بھی ہمیشہ لحاظ رکھا اور نہایت حسن و خوبی سے اُس کی پابندی کی۔ اور آپ کو اس اصول کا یہاں تک لحاظ تھا۔ کہ اگر کسی فروعی مسئلہ میں وُہ نص صریح کتاب و سنت کی نہ پاتے تو وُہ مشورہ کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ اُنہوں نے اپنی آنکھ سے ایک شخص کو زنا کرتے دیکھا۔ تو باہم مشورہ کیا۔ کہ خلیفہ کو اپنی رویت پر تعزیر کرنے کا اختیار ہے یا نہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ جب نص صریح موجود ہے۔ کہ چار گواہ ہونے چاہئیں تو اپنی رویت پر تعزیر کا حکم کس طرح لگ سکتا ہے۔
یہ اصول وہی ہے۔ جسے آج یورپ میں کونسل کہا جاتا ہے۔
(۵) پانچواں اصول خلیفہ کو ملک کی آمدنی کا سوائے حق معیّن کے اپنے صرف میں نہ

لاتا۔ ملک کی آمدنی خواہ وہ جزیہ کی ہوتی یا خراج کی یا عشر کی وہ سب بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ خلیفہ کو کسی قسم کا اختیار اُس پر نہ تھا۔ صرف روزینہ یا تنخواہ مقررّہ کے سوا خلیفہ وقت ایک حبہ بھی زیادہ نہ لے سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اپنی ذات کے واسطے صرف اتنا ہی حصہ لیتے تھے۔ جسقدر اور مہاجرین یا انصار کو دیتے تھے۔

جو آمدنی ملک کی ہوتی تھی۔ وہ خزانہ میں جمع ہوتی، اسمیں سے فوج کے سرداروں اور سپاہیوں اور مہاجرین و انصار کو وہی تنخواہ ملتی تھی جسکی تفصیل ہم پچھلے صفحہ پر دکھا چکے ہیں۔ بقایا رقم سے فقرا اور مساکین کو آذوقہ دیا جاتا۔ اور بوقت ضرورت رفاہ عام کے لیئے صرف کی جاتی۔

فقیر اور مساکین میں مسلمانوں کا خاص امتیاز نہ تھا۔ بلکہ ہر اہل کتاب کو آزوقہ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے اور اندھے یہودی کو ایک جگہ سوال کرتے دیکھا۔ دریافت حال کے بعد معلوم ہوا۔ کہ یہ شخص جزیہ کے مطالبہ کیواسطے سوال کرتا ہے۔ آپ اُسی وقت اُس بوڑھے یہودی کا ہاتھ پکڑ کر نہایت اخلاق سے اُسے اپنے گھر لائے۔ اُسکی خاطر مدارات کرنے کے بعد کچھ اُسے دیا۔ اور جزیہ کے تحصیل کرنے والوں کو حکم دیا۔ کہ آئندہ وصولی جزیہ کیوقت اِس قسم کے لوگوں کا خیال رکھیں۔ یہ کیسا انصاف ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی جوانی کی کمائی تو ہم کھائیں اور بڑھاپے میں اُنکو بجائے اُنکی دستگیری کرنے کے تنگ کیا جائے۔

(۶) چھٹا اُصول لشکرکشی کے وقت مراعات اور حسن سلوک کا لحاظ رکھنا اور کسی پر بے جا زیادتی نہ کرنا۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو نرمی سے پیش آنا۔

(۷) ساتواں اُصول۔ امورات مملکت اور انتظام سلطنت کے عمدہ انصرام کیلئے لائق عہدہ داروں اور اہلکاروں کا منتخب کرنا۔ اور اُنکو وقتِ تقرر ہدایات خاص کرنا اور اُنکی ہمیشہ نگرانی رکھنا تھا۔ چنانچہ جس عامل کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر کرتے۔ اُس کو

احکام ذیل سُنائے جاتے تھے۔ ہر ایک عامل کو اِن ہدایات کی پابندی کرنا ضروری تھا۔
(۱) چوبدار اور حاجب نہ رکھنا کسی مستغیث کو آنے کی روک ٹوک کا ذریعہ پیدا نہ کرنا۔ گویا یہ
حکم اسلئے تھا۔ کہ درعدالت ہر وقت کھلا رہے۔ (۲) جب کوئی استغاثہ کرے اُسکو غور سے
سننا۔ اور مدعی سے گواہ عادل اور منکر سے قسم لے کر اس کا فیصلہ کرنا۔ جس شخص پر حد شرعی جاری
نہ ہوئی ہو۔ یا جھوٹی شہادت میں مشہور نہ ہو۔ تو اُس پر محبت اور وراثت کی تہمت نہ ہو۔ وُہ
عادل سمجھا جائے۔ اور اگر گواہوں کی حاضری کیواسطے مہلت مانگی جائے تو مہلت دیجائے۔
(۳) مقدمات جلد فیصل کرنا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مدعی دیر کے باعث اپنا دعویٰ چھوڑ دے (۴)
باہم مصالحہ اور رضامندی کو منظور کرنا بشرطیکہ اُس سے تحلیل حرام اور تحریم حلال نہ ہو۔ (۵)
متخاصمین پرستی اور درشتی اور غصہ نہ کرنا۔ (۶) رعب قائم رکھنا مگر اسقدر نہیں۔ کہ وہ مبتحر
بجبر ہو۔ اخلاق اور نرمی کرنا۔ مگر اسقدر نہیں کہ حکومت میں سستی اور بے رعبی ہو (۷) ہمیشہ
عدل اور انصاف کرنا۔ اور حق بہ حقدار پہنچانا۔

یہ تمام احکام عدل اور انصاف پر مبنی تھے۔ اور ان پر اسقدر عمل تھا۔ کہ حضرت عمرؓ مسلمان
اور مشرک میں عدل وانصاف کی نسبت کسی امتیاز اور خصوصیت کو دخل نہ دیتے تھے۔ چنانچہ سعید
بن مسیب نے روایت کی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک یہودی اور مسلمان مخاصمہ
کرتے ہوئے آئے۔ اور اُن کے نزدیک یہودی سچا ثابت ہوا۔ تو حضرت عمرؓ نے یہودی کے
حق میں ہی فیصلہ کیا۔ بعض متعصب مورخین نے حضرت عمرؓ کو جابر اور سخت دل لکھا ہے حالانکہ
آپ نہایت رحمدل اور انصاف پسند واقع ہوئے تھے۔ بلکہ اُنکے فیصلے اگر عاملوں کیواسطے
بطور نظیر کے ہوتے تھے۔ آپ کے فیصلوں میں نرمی اور رحم کی نظیر ملتی ہے۔ اکثر بجائے
جسمانی تعزیر کے مالی تعزیر کا حکم دیتے تھے۔ جیسا کہ عبدالرحمن بن حاطب سے منقول ہے
کہ ایک شخص نے ایک ناقہ چرایا۔ شرعی حکم کے مطابق حضرت عمرؓ نے چور کے ہاتھ کاٹ دینے کی
تعزیر کا حکم سناتے ہوئے آخر مدعی سے پوچھا۔ کہ اس ناقہ کی کیا قیمت ہے۔ اُس نے چارسو درم بتائے

چنانچہ حضرت عمرؓ نے آٹھ سو درم کا جرمانہ مجرم پر کر کے مدعی کو دلا کر مجرم پر رحم کر دیا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح اپنے عاملوں کو رحم و انصاف کی تاکید کرتے تھے۔ اُسی طرح رعایا کو بھی آگاہ کرتے رہتے تھے۔ کہ سوائے احکام شریعت کسی اعلیٰ سے اعلیٰ حاکم کو ادنیٰ سے ادنیٰ رعیّت پر کچھ اختیار نہیں ہے۔ اگر کوئی عامل کسی پر کسی طرح کا جبر یا زیادتی کریگا۔ تو میں اُسکو اسی طرح پر مجرم سمجھونگا۔ جیسے کہ ادنیٰ رعیّت کو سمجھتا ہوں اور اُس کو وہی سزا دونگا۔ جو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کیلئے تجویز ہو۔ سب رعایا سوائے احکام شرعیہ آزاد اور خود مختار ہیں۔ اور حاکم و رعیت سب برابر ہیں۔

آپ اپنے عاملوں کو خود مختار اور آزاد نہ ہونے دیتے تھے۔ اُنکی نگرانی رکھتے تھے۔ ہمیشہ اُنکی تبدیلیاں کیا کرتے تھے۔ اگر اُن سے کوئی خطا ہو جاتی تھی۔ تو اُن کو معزول کر دیا کرتے تھے۔

(۸) آٹھواں اصول۔ اُمور مملکت کے انتظام کی نظر سے قوانین اور ضابطہ جدید کا جاری کرنا اور وقتاً فوقتاً موقع اور مصلحت دیکھ کر اُسکی اصلاح اور ترمیم کرنا۔ بشرطیکہ کوئی نص صریح اُسکی حرمت پر کتاب و سنت کی موجود نہ ہو۔

غرضیکہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت پر اگر غور کیا جائے۔ تو اُس عہد کو ہزاروں عمدہ قواعد اور مفید ضوابط سے آپ مملو پائیں گے۔ درحقیقت اُنکی رائے نہایت عمدہ اور اُنکے کام نہایت عجیب و غریب ہوتے تھے۔ جو کچھ اُنہوں نے سلطنت کے قاعدے اور ضابطے مقرر کئے ہیں۔ اُنکو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

لہذا آپ نے امور انتظام مملکت میں جو کچھ اختراعات کی ہیں۔ اس میں ہم چند اختراعات کا بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

پہلا نیا کام جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا وہ دفتر اور کچہری کا مقرر کرنا۔ اور لشکریوں ملازموں اور روزینہ والوں کا نام لکھا جانا۔ اور اُنکی تنخواہیں مقرر کرنا ہے۔ آپ کے

عہد خلافت کے قبل جو مال غنیمت آتا تھا۔ وُہ ویسا ہی تقسیم کر دیا جاتا۔ نہ تو پانے والے کا نام اور نہ اُس مال کی تعداد لکھی جاتی تھی۔ مگر حضرت عمرؓ کو اس سابقہ قاعدہ میں ترمیم کی ضرورت معلوم ہوئی۔ آپ نے اصحاب رسول صلعم سے اس امر میں جب مشورہ کیا تو ولید ابن ہشام نے کہا کہ میں نے بادشاہان شام کے ہاں دیکھا ہے۔ کہ وُہ دفتر رکھتے ہیں۔ اور اس میں سب حساب کتاب تحریری رہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس بات کو پسند کر کے عقیل ابن ابی طالبؓ اور محرفہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو بطور منشی مقرر فرما کر مال غنیمت کی تعداد اور معطیوں کے نام لکھنے کا حکم دیا۔

دوسرا کام جو آپ نے اپنے عہد خلافت میں جاری کیا وُہ تاریخ ہجری کا جاری کرنا ہے۔ اس سے پہلے سن کا رواج نہ تھا۔ تیسرا کام خزانہ کا مقرر کرنا ہے۔ جس کو بیت المال کہا جاتا ہے۔ چوتھا کام تقسیم اختیارات اور عہدوں کا ہے۔ اس سے پہلے ایک ہی شخص ہر ایک عہدہ کو انجام دیتا تھا۔ لیکن آپ نے تین قسم کے عہدیدار مقرر کئے۔ ایک امیر جو شہر اور فوج کا منتظم ہوتا تھا۔ دوسرا عہدہ قاضی کا تھا۔ جس کا کام انفصال خصومات اور تصفیہ حقوق تھا۔ تیسرا عہدہ تحویلدار کا تھا۔ جس کی سپردگی میں خزانہ رہتا تھا ان عہدیداروں کو ایک دوسرے کے کام سے کچھ تعلق نہ تھا۔ پانچواں کام قواعد خراج اور محصول مقرر کرنا۔ محصول لینے کے چند طریقے رکھے گئے تھے۔ ایک جزیہ اگر وُہ برضامندی دینے والے کے ٹھہرتا تو اُس میں بیشی نہ ہوتی۔ ورنہ بشرح مختلف لیا جاتا۔ مگر چار درم ماہواری سے زیادہ نہیں۔ دوسرا محصول مال تجارتی پر۔ جس کی شرح یہ تھی۔ ذمیوں سے پانچ روپیہ سینکڑہ۔ اور حربیوں سے دس روپیہ سینکڑہ لیکن یہ محصول سالانہ ہوتا تھا۔ اگر وُہ مال سال بھر میں چند مرتبہ آتے۔ تو پھر کبھی اُس سے نہ لیا جاتا۔ اور اگر کوئی تحصیل کنندہ غلطی سے کسی سے لیتا تو وُہ واپس کر دیا جاتا تھا۔ تیسرا محصول زمین کا۔ اس محصول کے وقت با قاعدہ مقرر ہونے پر لوگوں کو تعجب ہوگا۔ کہ وہ فی جریب شرح مقرر پر بعد پیمائش اراضی کے اکثر جگہ لیا جاتا تھا

چنانچہ جب عراق کا ملک فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا۔ کہ اس زمین کی پیمائش کی جائے۔ چنانچہ عثمان ابن حنیف اور خدیفہ بن عیان اس کام پر مقرر ہوئے۔ بعد پیمائش کے معلوم ہوا۔ کہ کل اراضی تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ہے۔ اس پر موافق حیثیت پیداوار اراضی کے شرح مقرر کی گئی۔ عامر شعبی کے لکھنے کے مطابق وہ شرح یہ تھی۔

اراضی قابل زراعت پر فی جریب . . . . . . ایک درم سالانہ
ترکاری کی زمین پر فی جریب .. .. .. .. پانچ درم سالانہ
انگور اور چھوہارے کی زمین پر فی جریب .. .. .. دس درم سالانہ

یہ لگان کا طریقہ صرف عراق میں ہی جاری نہیں ہوا۔ بلکہ شام اور دیگر جزائر میں بھی اسی طور پر کیا گیا۔ اگرچہ سب ملک مقبوضہ میں اس کا رواج نہیں ہونے پایا۔

محصول کے تحصیل کرنے میں نہایت آسانی کا حکم تھا۔ اور تکلیف جسمانی دینے کی سخت ممانعت تھی۔

چنانچہ ایک دفعہ خود حضرت عمرؓ نے سفر شام سے واپس ہوتے وقت دیکھا کہ ایک قوم کی قوم کو تحصیل کرنے والے محصول کے ستاتے ہیں۔ آپ نے انکو چھڑا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو لوگ دنیا میں عذاب دیتے ہیں۔ وہ قیامت میں عذاب کئے جائینگے۔

جو ملک فتح کیا جاتا اور مصالحہ کیا جاتا۔ تو یہ شرائط عہد نامہ میں داخل ہوتیں۔
(۱) خراج کی تفصیل۔ (۲) جو مسلمان انکے ملک میں گذرے اسکی تین روز تک مہمانی کرنا۔ (۳) راستہ بتلانا۔ (۴) دشمنوں سے سازش نہ کرنا۔ (۵) مجرم کو پناہ نہ دینا۔

چھٹا کام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمین کی آبادی میں کوشش کرنا۔ اسلئے آپ کا حکم تھا۔ کہ جو شخص بنجر زمین کو مزروعہ کرے گا۔ وہ زمین اسکی ہو جائیگی۔

ساتواں کام آپ کا شہروں کو آباد کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے بصرہ کو آباد کیا۔

کیونکہ وہاں جہاز اور کشتیاں عجم اور ہند کی لنگر کرتی تھیں۔ بصرہ کے علاوہ کوفہ بھی آپ کا ہی آباد کیا ہوا ہے۔ اُسکے آباد کرنے کا سبب یہ تھا۔ کہ علاوہ ان ہر دو شہروں کے شام اور مصر اور چند جزائر میں بہت سے شہر آپ نے آباد کئے

آٹھواں کام اُنکا تجارت کی آزادی ہے۔ تمام لوگوں کو بلا لحاظ مذہب اور دین کے تجارت کرنے کی اجازت تھی۔ بلکہ حربیوں کو حکم عام تھا۔ کہ وُہ اِس بات کے مجاز ہیں۔ کہ دارالاسلام میں آئیں اور مسلمانوں سے خرید و فروخت کریں۔ منبج شہر کے حربیوں نے درخواست کی کہ ہم کو عشر دے کر آنے کی اجازت ہو چنانچہ اُنکو اجازت دیگئی۔

یہ اُمور جنکو ہم نے بیان کیا ہے۔ بطور نمونہ ہیں۔ ورنہ حضرت عمرؓ نے جو عظیم الشان کام انجام دیئے ہیں۔ اُنکی تفصیل کیلئے ایک علیحدہ کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

تاریخ اسلام لکھتے وقت ہمیں اس پابندی کا نہایت افسوس ہے کہ اس کا حجم اسقدر نہ بڑھ جائے جو ناشر و ناظر کی مجبوری کا باعث ہو۔ ورنہ ہم ایک ایک واقعہ کو تاریخی نظر سے جانچکر لکھتے اور اُسکو تفصیل وار بیان کرتے۔ اگرچہ ہم نے جنگی کارناموں کی تفصیل میں تاریخ کو جنگنامہ بنانا نہیں چاہا۔ تاہم بعض ایسے واقعات ہیں جنکا اختصار کرتے ہوئے ہمیں رنج ہوتا ہے۔ یہ چند فقرے عرض کرتے ہوئے۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کی دیگر فتوحات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔ گذشتہ واقعات ۱۶ھ و ۱۷ھ ہجری کے ہیں۔ ۱۸ھ میں ہی اہواز مدائن فتح ہوئے۔

## حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی وفات حسرت آیات

ان فتوحات کے بعد جب ملک شام پر پورے طور مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا۔ تو آپ نے ابوعبیدہؓ بن جراح کو انکی خدمات کے عوض ملک شام کا حاکم مقرر کر دیا۔ جب بیت المقدس پر فتحیاب ہونے کی باری تھی چنانچہ حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ کو اس مہم پر روانہ کیا۔ لیکن اہالیان بیت المقدس نے اطاعت صلح کا

ف بعض تاریخوں میں مسجد نبوی صلعم اکو وسیع کرنے کا کام بھی ۱۸ھ میں لکھا ہے۔ اور اسی سال مدینہ شریف میں قحط سالی کا تذکرہ ہے۔

سوال پیش کیا۔ یہ مرحلہ چونکہ ذرا مشکل تھا۔ اسلیئے حضرت ابو عبیدہؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیت المقدس کا فیصلہ بذاتِ خود فیصل کرنے کیلیئے آپکی تشریف آوری کیلیئے عرض کیا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول صلعم کے مشورہ کے مطابق مدینہ شریف سے بیت المقدس کا سفر اختیار کیا تھا۔ یہ سفر کسی ساز و سامان سے بالکل مبرّا تھا۔ صرف ایک اونٹنی اور ایک غلام آپکے ساتھ تھے نہ کسی طرح کا سامانِ سفر تھا۔ نہ جاہ و حشم۔ باوجود آپ کئی ایک ممالک کے بادشاہ ہونے کے ایک غریب الحال مسافر کی طرح[1] اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام دیکھتے بھالتے عاملان شہر کو ہدایات کرتے ہوئے جابیہ میں فروکش ہوئے۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کو جب آپکی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو اُن کا ایک وفد شرائط صلح لیکر آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ غرضیکہ چند شرائط پر عیسائیوں نے اطاعت نامہ صلح پر دستخط کر کے اطاعت نامہ مرتب کر دیا۔ اِن تکمیل معاہدہ صلح کے بعد آپ بیت المقدس کی زیارت کے لیئے آگے بڑھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ دیگر افسرانِ فوج اسلامی جب آپ کے استقبال کیلیئے حاضر ہوئے تو آپکو معمولی لباس پہنے اور شاہانہ زیب و زینت سے مبرّا دیکھ کر زرّیں لباس اور عمدہ سواری خدام و غلام پیش کرنے کی التجا کی۔ تاکہ آپ اپنے ماتحت اہالیانِ بیت المقدس کے سامنے جاہ و حشم سے تشریف آور ہوں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اِس پر فرمایا "ظاہری شان و شوکت خُدا کی اصلی بخشی ہوئی عزت کے آگے ہیچ ہے ہمارے لیئے یہی عزت ہے۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔

۱۸ھ کے زمانہ میں شام و عراق میں سخت وبا پھیلی اور اِس وبا میں جرار اسلام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت عمرؓ کو اپنے جرار سپہ سالار کی رحلت کا سخت صدمہ ہوا۔ اور ابو عبیدہؓ بن جراح

---

[1] وہ بھی اس طریق سے کہ کچھ فاصلہ تک اونٹنی پر آپ سوار ہوتے اور اونٹنی کی باگ غلام پکڑے چلتا تھا اور کچھ فاصلہ تک خود اُونٹنی کی باگ پکڑ کر پیدل چلتے اور غلام کو اونٹنی پر بٹھاتے۔

مرحوم کے جانشین یزید بن ابی سفیان مقرر کئے گئے۔ انکی سرکردگی میں ۱۸ھ میں نیشاپور۔ ہمساطہ۔ حران نصیبین کے علاوہ اکثر جزائر اور موصل فتح ہوئے۔ ۱۹ھ میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاویہ بن ابی سفیانؓ کو قیساریہ کی مہم پر امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ لیکن رومیوں نے قلعہ کی حفاظت کیلئے ایک لاکھ فوج متعین کر رکھی تھی۔ اسلئے بہادران اسلام کو اس جنگ میں بہت دیر ہوئی۔ آخر ایک بدرو کے راستہ سے قیساریہ کے قلعہ میں داخل ہو کر اسکو بھی فتح کر لیا۔ اسی طرح ۲۰ھ میں عمرو بن العاص کی سرکردگی میں مصر۔ اسکندریہ اور شستر فتح ہوئے۔ اور ۲۰ھ میں قیصر روم ہرقل نے وفات پائی۔

اس زمانہ میں امیر سعد[1] بن ابی وقاص مدائن میں اور امیر عمرو بن العاص اسکندریہ میں مقیم تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے انکو لکھا کہ میرے اور اپنے مابین کسی دریا کو حائل نہ کرنا۔ تاکہ جس وقت میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تمہارے پاس آنا چاہوں۔ تو آسکوں۔

اس حکم کے وصول ہوتے ہی حضرت سعدؓ تو کوفے میں آگئے۔ اور عمرو بن العاص فسطاطہ میں۔

۲۱ھ میں نہاوند و دیگر جزائر فتح ہو گئے۔

۲۲ھ میں کرمان۔ سیستان۔ مکران۔ اصفہان طرابلس الغرب ری عسکر و قوس فتح ہوئے ان تمام غزوات کی تفصیل اور جنگی کارنامے لکھنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی نکتہ نگاہ سے ان فتوحات کی تمدنی حالت پر ایک نظر ڈالی جائے۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ولائت اعمال[2] یعنی عہدہ گورنری بہ نسبت ملک پر قابض التصرف بن جانیکے محض فوجی مداخلت سے زیادہ ملتی تھی۔ عاملوں یا والیوں سے وہ فوجی

---

[1] سعد بن ابی وقاص نے ۱۶ھ میں الطاکیہ دار السلطنت روم کو بھی فتح کر لیا تھا۔ اور بعد فتح ایوان کسریٰ میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ یہ عراق میں سب سے پہلا جمعہ ہے۔ جو ۱۶ھ میں صفر کے مہینے میں پڑھا گیا۔

[2] اہل عرب کی اصطلاح میں خلیفہ یا سلطان جس شخص کو انتظام ملک کیلئے اپنا قائم مقام مقرر کرتا ہے۔ اسکو عامل کہتے ہیں۔ اور عہدہ (یعنی گورنری کو) عمل۔

افسر مراد ہوا کرتے تھے۔ جو مفتوحہ ملکوں کے قرب وجوار میں قیام رکھتے تھے۔ اور جنکو رابطہ یا حامیہ کے لقب سے ملقب کر سکتے تھے۔ اسلامی فوجیں بہت سی جمعیتوں پر منقسم تھیں جو ایسے مقامات پر فوجی سپاہ دستوں میں مقیم رہتی تھیں۔ کہ وہ بہ نسبت ساحلی مقامات اور دریائی رستوں کے صحرا اور لق و دق بیابانوں سے زیادہ قریب ہوں۔ لہذا شامی افواج کے چار دستے تھے۔ یہ دستے دمشق۔ اردن۔ اور فلسطین میں مقیم رہتے تھے۔ اس وجہ سے ان اقلیموں کا نام اجناد رکھا گیا تھا۔ ملک عراق کی فوجی جمعیتوں کا قیام کوفہ اور بصرہ میں رہتا تھا۔ اور مصری سپاہ فسطاطہ اور اسکندریہ کے قرب وجوار میں۔ یہ فوجی جمعیتیں بستیوں اور شہروں میں نہیں رہتی تھیں۔ اور نہ اہل ملک سے ملنے جلنے پاتی تھیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مندرجہ بالا فتوحات کی تقسیم گیارہ اقلیموں پر کی گئی تھی۔ جن میں سے ہر ایک اقلیم کے ماتحت متعدد شہر تھے۔ اور ہر ایک اقلیم کا ایک صدر مقام بھی تھا۔

چنانچہ اس موقعہ پر ہم ایک فہرست میں اُن اقلیموں کے نام اور اُنکے ماتحت شہروں کی تعداد اور اُنکے صدر مقامات کے نام درج کرتے ہیں۔ جو امیر المومنین حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بہادران اسلام کے قبضے میں تھے۔

| نام اقلیم | ماتحت شہر | صدر مقام | عامل |
|---|---|---|---|
| سوریا اوّل | ۹ | انطاکیہ | |
| سوریا دوم | ۷ | حماۃ | |
| سوریا سوم | ۱۳ | منبج | |
| فینیقیہ اول یا بحیریہ | ۱۲ | صور | |
| فینیقیہ دوم یا لبنانیہ | ۱۳ | دمشق | |
| عربیہ۔ حوران | ۱۴ | بصریٰ | |
| اسرو انا | ۱۲ | ادرفا | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| فلسطین اولی<br>فلسطین ثانیہ<br>فلسطین ثالثہ | ۶ | قیساریہ<br>بیسان<br>بطرجریہ | |

نوٹ :- مندرجہ بالا ہر ایک اقلیم کا ایک حاکم یا عامل ہوتا تھا۔

## سنہ ۲۳ھ

فتوحات گذشتہ کے بعد سب سے آخری جنگ عمرو بن العاص کے مشورہ سے اور انہیں کی سرکردگی میں مصر سے ہوئی۔

حضرت سعد بوجہ سفر تجارت چونکہ مصر و اطراف مصر سے خوب واقف تھے۔ اسلئے راستہ میں چھوٹے چھوٹے قصبے فتح کرتے ہوئے سیدھے اسکندریہ تک پہنچ گئے۔

شاہ مقوقش والئے مصر نے رومیوں سے بڑی بھاری فوج مدد کیلئے بلائی تھی لیکن بہادران اسلام نے سب کا قلع قمع کر کے اس آخری مہم کو بھی فتح کر لیا۔

لیکن مسلمانوں کا قاعدہ تھا کہ جب کسی شہر یا ملک کو فتح کرتے تو وہاں کے رہنے والوں کو بدستور سابق انہیں کے طور و طریق اور حالتوں پر رہنے دیتے۔ ان کے مذہب میں معاملات میں اور انکی تمدنی و انتظامی وغیرہ حالتوں میں کسی قسم کا تعرض نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب عمرو ابن العاصؓ نے مصر کو فتح کیا ہے۔ تو انہوں نے وہاں بھی ایسا ہی برتاؤ کیا یعنی قبطیوں کی حکومت اور انتظامی حالت خود انہیں کے ہاتھوں میں رہنے دی حتیٰ کہ قبطی لوگ اپنے ہی گروہ میں سے اپنا قاضی بھی مقرر کرتے جو انکے معاملات کا فیصلہ کرتا تھا۔ اور بہت سے مفتوحہ ممالک میں مسلمانوں کا یہی طرز عمل رہا۔

جرجی زیدان ایک عیسائی مورخ ہیں۔ انکا مقولہ ہے "کہ مسلمانوں کی فتح کی جرأت اور اس میں امداد صرف انکے مذہب نے دلائی اور اپنی فتحمندی پر انکے سچے دلی اعتقاد

نے جس کے ساتھ اُنکی شاہسواری اور تیر اندازی کی مہارت جسمانی قوت اور سیاہ خانہ زندگی بسر کرتے رہنے سے مستعدی کی عادت لڑائی کو طول دینے کا ڈھنگ۔ اور اُنکی قوم میں اہل الرائے اور شجاع افراد کا پیدا ہونا بھی شریک تھا۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ اُنکی انصاف پسندی دادگستری اور مہربانی تھی۔ جو وُہ مفتوح رعایا کے ساتھ برتتے تھے۔ اِن صفات کے باعث دس برس سے کچھ ہی زائد عرصہ میں اُنہوں نے شام فلسطین مصر۔ عراق۔ فارس کی سلطنتوں پر قبضہ کر لیا۔ اور حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں ان تمام مقامات پر انکا کامل تسلط ہو گیا۔"

## واقعہ وفات امیر المؤمنین حضرت عمرؓ

۶۴۴ء کے زمانہ میں یعنی ۲۳ ھ ہجری میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج سے فارغ ہو کر آئے تھے۔ کہ ماہ ذی الحجہ کے آخری دنوں میں آپکی شہادت کا واقعہ ہوا جسے ابو رافع نے اس طرح لکھا ہے۔ مغیرہؓ کا غلام ابو لؤلؤ نامی چکیاں بنایا کرتا تھا۔ اور اُسکا آقا مغیرہ ابو لؤلؤ سے روزانہ چار درم بطور ٹیکس وصول کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وُہ اس ٹیکس کے معاف کرنے کی درخواست لیکر امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے ابو لؤلؤ سے اپنے آقا کی شکایت کی نسبت کہا "تم کو اپنے آقا کی شکایت نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے حسن سلوک سے آقا کو خوش رکھنا چاہیئے۔ اب رہا ٹیکس کا معاملہ۔ سو تم جبکہ اس سے بہت زیادہ کما لیتے ہو تو چار درم روزانہ اپنے آقا کو دینے کچھ زیادہ نہیں ہیں۔"

لیکن ابو لؤلؤ نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو بہ نگاہ استحسان نہیں دیکھا بلکہ اُسکے دل میں امیر المؤمنین کی طرف سے دشمنی کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اُس نے واپس ہوتے ہی یہ الفاظ کہے کہ آپ امیر المؤمنین ہیں۔ سوائے میرے آپ ہر ایک کا انصاف کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہی ابو لؤلؤ واپس گھر پر پہنچا اور اُس نے ایک خنجر زہر میں بجھایا۔ اور حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کی فکر میں لگا رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت مبارک تھی۔ کہ آپ سب سے پہلے صبح کی نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔ اور دیگر اصحاب کو جگا کر نماز میں شامل کرتے تھے۔ نیز آپ کو

نماز کی صفیں سیدھی کرنے کی بھی عادت تھی۔ آپ قبل از تکبیر مقتدیوں سے صفیں برابر کرنے کی تاکید کرتے تھے۔

ایک روز ابو لؤلؤ صبح کی نماز ادا کرنے صفِ اوّل میں کھڑا ہو گیا۔ جب حضرت عمرؓ صفیں سیدھی کرا رہے تھے۔ تو اُس نے آپکے کندھے پر اس زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے دو تین وار کئے۔ جس سے حضرت عمرؓ وہیں گر گئے۔ جن لوگوں نے ابو لؤلؤ کو گرفتار کرنا چاہا۔ اُس نے اُنکو بھی زخمی کیا۔ حتیٰ کہ ابو لؤلؤ نے تیرہ آدمیوں کو اپنے زہر آلودہ خنجر سے زخمی کیا۔ جن میں سے چھ اصحاب نے جام شہادت نوش کیا۔

اس واقعہ سے نماز میں بھی دیر ہو گئی۔ آخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز صبح ختم کی۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ کو اپنے مکان پر اُٹھا لے گئے۔ بعض لوگوں نے آپکو دوائی پلائی لیکن حلق سے نہ اُتری۔ عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عثمان طلحہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے آپکو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کچھ فکر نہ کیجیے۔ اس پر آپ نے فرمایا شہید ہونے میں مجھے کسی طرح کا فکر نہیں ہے لیکن میں اب شہید ہو چکا۔ یہ سنتے ہی اصحاب رسول صلعم آپکی تعریف و ثنا کرنے لگے۔ مگر آپ نے اُن کی بات کاٹ کر فرمایا۔ میری یہ تمنّا تھی۔ کہ میں جب دنیا سے جاؤں تو مجھے کسی سے نہ لینا نہ دینا ہو اور دوسرے جب میں دفن کیا جاؤں۔ تو حضور پُر نور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔

چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی یہ استدعا کی گئی کہ انہیں حجرہ اطہر میں آنحضرت محمد صلعم کے مزار اقدس کے بائیں پہلو میں جگہ دیجائے۔ لہذا آپکی یہ استدعا قبول ہوئی۔ اب خلیفہ وقت کے انتخاب کا مسئلہ طے ہونا ضروری تھا۔ اصحاب رسول مقبول صلعم نے اسکے متعلق دریافت فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت سعدؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ ان چھ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم میں سے جس کو چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔ چونکہ زیست کے چند سانس ہی باقی تھے۔ اسلئے اس سے زیادہ آپ کچھ نہ فرما سکے آخری ساعت کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اس جہان فانی سے اسلام کو داغ مفارقت دیکر راہی بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

# ۲۴ھ تا ۳۵ھ

## خلیفہ سوم حضرت عثمان ذی النورین رضؓ
کا عہد خلافت کچھ دن کم ۱۲ سال
تاریخ وفات ۱۲ ذی الحجہ ۳۵ھ
سن مبارک تقریباً ۸۰ سال

۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کو ابو لؤلؤ مجوسی نے زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے زخمی کیا اور جب اُنہیں اپنی زندگی کا خاتمہ ہوتا محسوس ہوا تو حضرت عمرؓ نے اصحاب نبی صلعم میں سے چند اصحاب کو جن میں حضرت عثمانؓ بن عفان۔ طلحہؓ بن عبداللہ۔ زبیرؓ بن العوام اور علیؓ بن ابی طالب بھی شامل تھے۔ اپنا جانشین ہونے کیلئے نامزد کر کے یہ وصیت کی تھی کہ وہ حضور پر نور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر میں جمع ہو کر اپنے میں سے ایک شخص کو کثرت رائے سے منتخب کرلیں۔"

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وقت منتخب کرنیکی نسبت مختلف رائیں ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابو طلحہ انصاری کو بلا کر کہا کہ تم انصار میں سے پچاس آدمیوں کو لیجا کر اصحاب شوریٰ میں جاملو۔ جو کہ ابھی جمع ہونے والے ہیں تم اپنے آدمیوں کے ساتھ دروازہ پر کھڑا رہنا۔ تاوقتیکہ انتخاب خلیفہ کا فیصلہ نہ ہو جائے وہاں سے نہ ہلنا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت عثمان سے علیحدگی میں دریافت کیا۔ کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کرنیکی رائے دینگے۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت علیؓ سے پھر میں نے حضرت علیؓ سے بھی یہی سوال کیا۔ تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کا

---

ھ آپ عفان کے صاحبزادے اور عفان کا سلسلہ قصی بن کلاب سے ملتا تھا۔ عام الفیل کے چھٹے سال آپ پیدا ہوئے اس حساب سے حضور پرنور صلعم کے سن مبارک سے صرف سات سال آپ چھوٹے تھے حضرت صدیق اکبرؓ کی وساطت سے آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپکی پہلی شادی بھی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلعم سے ہوئی۔ اور دوسری شادی بھی ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم سے ہوئی۔ اس وجہ سے آپ ذالنورین کے لقب سے مشہور ہیں۔

نام لیا۔ پھر میں نے زبیرؓ سے پوچھا۔ تو اُنھوں نے یہ کہا۔ کہ عثمانؓ سے یا علیؓ سے پھر سعد کو بُلا کر اُن سے بھی اسی سوال کے زمرہ میں کہا کہ تم جانتے ہو۔ میرا یا تمہارا خلافت کا ارادہ نہیں ہے پھر کس کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے بھی حضرت عثمان کا نام پیش کیا۔ اسی طرح تمام امت کی رائے حضرت عثمان ہی کی طرف تھی۔

حضرت عثمانؓ بن عفان بنی امیہ کے کنبہ میں سے تھے اور ان سب لوگوں میں بہ اعتبار عمر بڑے بھی تھے۔ یوں تو بنی امیہ تمام قریش کے گھرانوں میں اخوت وجمعیت کے لحاظ سے بڑھے ہوئے تھے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ مکّہ کے فتح ہونے اور اپنے سرگروہ ابوسفیانؓ کے مسلمان ہو جانے کے بعد اسلام لائے تھے۔ اس لئے اِن لڑائیوں میں جن پر سلطنت اسلامی کے رکن قائم ہوئے ان کی کوششوں کا کوئی حصّہ شامل نہ تھا۔

لیکن جب حضرت عثمان مسند آرائے خلافت ہوئے تو اُنکی وجہ سے بنی اُمیہ کی عزت میں نشوونما ہوا۔ یوں تو حضرت عثمان نہایت نیک مزاج اور صاف باطن بزرگ تھے اُنھوں نے قرآن شریف کی آیت شریف وآتِ ذالقربیٰ حقہ کے مطابق انکو اپنے اقربا کا خیال رکھنا پڑا۔ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو عامل شہر بنانا شروع کیا۔ تو یہ امر بعض ان صحابہ کو جو ان خدمات کے پہلے سے مستحق چلے آتے تھے۔ ناگوار گذرا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض شہروں کے عامل اور وہاں کے باشندے حضرت عثمانؓ کی خلافت سے ناخوش ہوئے۔

۲۴ھ میں یعنی حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہد خلافت کے پہلے ہی سال شہر رے اور ملک روم کے بہت سے قلعے فتح ہوئے۔ اور اسی سال آپنے حضرت مغیرہؓ کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے سعد بن وقاصؓ کو وہاں کا عامل مقرر کیا۔ اس سال تمام لوگ نکسیر کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی عارضہ کی وجہ سے حج ادا نہ کر سکے۔ اس سال کا نام اہل عرب نے سنتہ الرعاف یعنی نکسیر کا سال رکھا۔

۲۵ھ میں حضرت عثمان نے سعد بنؓ ابی وقاص کو کوفہ سے معزول کر کے ولید بن عقبہ بن معیط

اصحابی کو عامل مقرر فرمایا۔ چونکہ ولید بن عقبہ آپ کی والدہ کی طرف سے رشتہ میں بھائی ہوتے تھے۔ اسلئے سب سے پہلا الزام مخالفین نے یہی آپ پر قائم کیا ہے۔

۲۶ھ میں سابور فتح ہوا اور حضرت عثمانؓ نے کچھ مکانات خرید کر مسجد حرام کو وسیع کیا۔

۲۷ھ میں معاویہ نے بحری راستے سے قبرس پر حملہ کیا۔ اس لشکر میں عبادہ بن صامت معہ اپنی بیوی کے شامل تھے۔ آپکی بیوی گھوڑے سے گر کر رحلت کر گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

اسی سال ارجان و دار بجرد فتح ہوا۔ اور حضرت عثمانؓ نے حضرت عمروؓ بن عاص کو مصر سے معزول کرکے انکی جگہ عبداللہ بن سرح کو بھیجا۔ یہ وہی عبداللہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے افریقہ پر حملہ کرکے تمام ملک پر قبضہ کرلیا۔ اس مہم میں بہت سامال غنیمت بہادران اسلام کے حصہ میں آیا۔

۲۹ھ میں اصطخر اور فسا فتح ہوئے اور اسی سال میں حضرت عثمانؓ نے مسجد مدینہ کو وسیع کیا۔ اس میں منقوش پتھر لگائے۔ اور پتھر کے ستون ایستادہ کئے۔ چھت میں ساگوان کی لکڑی لگائی مسجد کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض ڈیڑھ سو گز تک وسیع کیا۔

۳۰ھ میں جور اور خراسان کا اکثر حصہ نیشاپور۔ طوس۔ سرخس۔ مرو اور بیہق فتح ہوئے ان سب فتوحات سے مال غنیمت کی ایسی کثرت ہوئی۔ کہ اور خزانے بنانے پڑے اور حضرت عثمانؓ نے اسقدر مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا کہ ہر ایک کے حصے میں چار چار ہزار اوقیہ کے ایک ایک لاکھ بدرے آئے۔

یہاں تک تو عروج اسلام اور خلفائے راشدہ کی بے لوث خدمات اسلامی کا زمانہ تھا جسکے متعلق جرجی زیدان نے لکھا ہے "کہ مذکورہ بالا زمانہ مشہور اور ذی شان لوگوں کے پیدا کرنے میں ویسا ہی ممتاز گذرا ہے۔ جیسا کہ نپولین کا زمانہ نامی جرنلوں کیلئے مشہور ہوا ہے۔ کیونکہ وہی ملک فرانس بعد میں اس قسم کے جنگجو سردار پھر نہ پیدا کرسکا۔ زمانہ نپولین اعظم کے جنرل فرنچ بغاوت کے بدنام آدمی کے میدان میں اترے جیسا کہ اسلام کے دور اول میں نامور لوگ نمایاں ہوئے جبکہ ملک عرب میں واقعہ فیل گذرا اور حبشی لوگوں نے ہاتھیوں اور فیل سواروں کی کثیر تعداد کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا۔ اس واقعہ نے عربوں کے سکون میں ایک قسم کی حرکت پیدا کردی۔ اور زمانہ کے

انقلابات کی وجہ سے جو صدمات پہنچے اُنہوں نے اہل عرب کو اپنے شکنجہ میں کس کر انہیں اپنی حالت سنبھالنے کا خیال دلا دیا جس کی وجہ سے اُنکی وُہ مخفی قوتیں جو اَب تک دبی ہوئی اور پنہاں تھیں۔ اُبھر کر آشکارا ہو گئیں۔

ایسے سخت حادثے لوگوں میں اکثر ایک قسم کا مادہ ترقی اور جوش پیدا کر دیتے ہیں جس سے پوشیدہ قوتیں اور دبی ہوئی طاقتیں آشکارا ہو جاتی اور اُبھر آتی ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ پر تاریخ ایک زبردست شاہد ہے۔ گویا کہ خداوند کریم نے عرب والوں کی قسمت میں فتحمندی لکھدی تھی۔ کہ اُنکو ایسے سرداروں اور سپہ سالاروں کے ساتھ مختص کیا جو فنونِ جنگ حسن تدبیر اور حکمت عملی میں دُنیا کے چیدہ چیدہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

مثلاً خالد بن ولید۔ خالد بن سعید۔ ابی عبیدہ بن جراح۔ سعد بن ابی وقاص۔ یزید بن ابی سفیان۔ حمزہ بن عبد المطلب اور علی بن ابی طالب جیسے اشخاص جن میں دلیری اور سپہ سالاری کا مادہ غالب تھا۔ اور عمرو بن العاص۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ کی مانند مدبر اور ہوشیار لوگ۔ اور ابوبکر صدیق۔ و عمر بن خطاب و عثمان بن عفان جیسے دانا اور متقی اور صاحب ہمت لوگ ان میں پیدا ہوئے۔ آج اگر ابوبکر۔ عمر۔ حضرت ابن العاص۔ معاویہ اور خالد جیسے لوگ ظاہر ہوتے تو بڑے بڑے اُن لوگوں میں انکا شمار ہوتا۔ جن کی عظمت کو مہذب دُنیا بطور ضرب المثل پیش کرتی ہے۔

آگے چل کر خلفائے راشدین کے زمانہ کی نسبت ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔

"حالات مندرجہ بالا سے صاف عیاں ہو رہا ہے۔ کہ خلفائے راشدین کی حکومت نہایت سادگی پر قائم ہوئی۔ اور انصاف و عدل کے ساتھ مستحکم۔ خلفائے راشدین بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اِن کے عہد خلافت کا طرز تمدن دینی رتبوں سے ملتا جلتا تھا۔ حکومت دنیاوی سے اُنکو کوئی مناسبت نہ تھی۔ ہر ایک خلیفہ دقت موٹے سوتی کپڑے کا لباس پہنتا تھا۔ ان کے پیروں میں کھجور کی چھال سے بنی ہوئی نعلین ہوتی تھیں۔ اُنکی تلوار کا پرتلا بھی کھجور کی چھال کی رسیوں سے

بنا ہوتا تھا۔خلیفہ وقت اس طرح بازاروں میں چلا پھرا کرتے تھے جیسے کوئی عام رعایا میں سے کوئی شخص گھومتا پھرتا ہے۔اور خلیفہ وقت جس وقت کوئی بات کسی چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے کہتے تھے۔تو اپنی بات سے جواب میں کہیں زیادہ سخت گفتگو سنتے تھے۔وہ پاک طینت لوگ اِن تمام باتوں کو دینداری کی قسم سے خیال کرتے تھے۔اور لوگوں پر خدا ترسی۔انصاف۔اور عمدہ برتاؤ کے ساتھ حکمرانی کرتے تھے۔

خلفائے راشدین کی غذا اُن کے یہاں کے غریب سے غریب شخص کی غذا کے مطابق ہوتی تھی۔وہ لوگ محتاجی یا تنگدستی کی وجہ سے اِس قسم کی کمی نہیں کرتے تھے بلکہ ایسا کرنے سے اُنہیں اپنی غریب رعایا کے ساتھ ہمسری اور ہمدردی کا خیال رہتا تھا۔چنانچہ علی ؓ ابن ابی طالب کو اُن کی املاک سے بہت بیش قرار آمدنی ہوتی تھی لیکن آپ سب کی سب محتاج لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔اور اپنا گذارہ اُسی قناعت اور صبر کی روش پر کرتے تھے۔

خلفائے راشدین کو مال و دولت کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی۔یہ کچھ خلفاء پر ہی موقوف نہ تھا۔بلکہ اُنکے وقت میں تمام اصحاب رسول اللہ صلعم کا یہی طریقہ تھا۔

یہ اقتباسات ایک عیسائی مورّخ جرجی زیدان کے ہیں۔جن کو آپ مطالعہ کر چکے ہیں اِس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ ہر ایک شخص نہ فقط مسلمان بلکہ مشرک بھی خلفائے راشدین کے طریقِ حکومت و طرز تمدّن کا مداح تھا۔

چنانچہ خلیفہ سوئم حضرت عثمان ؓ نے اسی روش پر خلافت کی ہے۔اُنکی نسبت جن لوگوں کو جو اعتراض ہیں۔وہ سب کمزور اعتراض ہیں جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔بلکہ اِن اعتراض میں سے قرآن شریف کو با ترتیب اور قرأت کے لحاظ سے صحیح کرنے کی جو خدمت حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انجام دی ہے بعض معترضین نے اِس خدمت اسلام

کو بھی اعتراض کی شکل میں دکھایا ہے۔ یعنی حضرت عثمانؓ نے قرآن کو اُلٹ پلٹ کردیا۔ اس لئے اِس کے متعلق اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں قرآن شریف کی مختلف آئتیں لوگوں کے پاس محفوظ تھیں اور بعض لوگ قرأت میں بھی غلطی کرتے تھے بلکہ اپنی اپنی یادداشت کی صحیح روایت کرتے ہوئے ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے تھے ہمارا خیال ہے۔ کہ اگر حضرت عثمانؓ اس اختلاف کی طرف توجہ نہ کرتے۔ تو قرآن شریف یادداشت کے اختلاف کے باعث باترتیب اور صحیح نہ رہتا۔

لیکن حضرت عثمانؓ نے اِس طرف توجہ فرماتے ہوئے۔ قرآن شریف باترتیب جمع کردیا۔ اور جو آیات یادداشت کے طور لوگوں نے غلط ملط لکھی تھیں۔ یا جن میں قرات کے لحاظ سے غلطیاں تھیں۔ وہ آیات لوگوں سے لے کر ضبط کی گئیں۔

اس طرزِ عمل سے حضرت عثمانؓ نے قرآن شریف کو محفوظ کردیا۔ یہ وہی قرآن شریف ہے جس پر مسلمانوں کو آج بجا طور پر فخر اور ناز ہے۔

چونکہ اس سے پہلے کسی علم کی کوئی ایسی آسمانی کتاب نہ تھی۔ جو ارشادات آلٰھی اور احکام ربانی کے مصدر کے ساتھ علوم حاکمیہ علمیہ اور حکمت الٰہیہ کا بھی معدن ہو منجملہ اِن علوم کے قرآن مجید نیچرل فلاسفی اور نیچرل تھیالوجی بھی ہے۔ یعنی علوم مناظر قدرت و مظاہر فطرت سے قرآن مجید مالامال ہے۔ اس میں حقائق موجودات اور محاسن کائنات کا بیان کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اور پھر اِن سب وجود واجب التعالےٰ اور اُس کے علم و قدرت پر ہر جگہ استدلال ہوتا گیا ہے۔

ہم نے گذشتہ صفحات پر کسی جگہ وعدہ کیا تھا۔ کہ قرآن شریف کے متعلق حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا۔ لہٰذا اس موقعہ پر ہم قانون اسلام یعنی کلام باری تعالیٰ کی صداقت پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید کے منجانب آلٰہی ہونے اور کلام انسانی نہ ہونے کا یہ ادنیٰ ثبوت ہے۔

کہ بارھویں صدی عیسوی سے اِس زمانہ تک ممالک جرمن ۔ فرنچ ۔ روم ۔ انگلستان کے عالموں اور ادیبوں نے قرآن مجید کے ترجموں اور اقتباس سے جس قدر فائدہ اُٹھایا ہے ۔ وُہ ذیل کی فہرست سے ملاحظہ فرمائیں ۔

| نام مترجم | زبان | جس سن میں ترجمہ ہُوا |
|---|---|---|
| رابرٹ روٹن این سس | لاطین | سنہ ۱۱۴۳ء میں |
| انڈریا ارا دابینی | اطالی | . . . . . |
| جودھانس انڈریاس[۱] | اروگونین | سنہ ۱۵۰۰ء میں |
| انڈر زلوڈ ورایر | فرنچ | سنہ ۱۶۰۰ء میں |
| الگزنڈر راس[۲] | انگریزی | .. .. .. .. .. |
| سیوس مراکشی | لاطن | سنہ ۱۶۹۸ء میں |
| جارج سیل | انگریزی | سنہ ۱۷۳۴ء میں |
| سیواری | فرنچ | سنہ ۱۷۸۳ء میں |
| میگرلن | جرمن | سنہ ۱۷۷۲ء میں |
| واھل | ” | سنہ ۱۸۲۸ء میں |
| گارس ڈی ٹاسی | فرنچ | سنہ ۱۸۲۹ء میں |
| کاسمرسکی | ” | سنہ ۱۸۴۰ء میں |
| ایمان | جرمن | سنہ ۱۸۴۰ء میں |
| راڈ دیل | انگریزی | سنہ ۱۸۶۲ء میں |

[۱] یہ شخص پہلے ایک مسلمان فقیہ تھا ۔ پھر سنہ ۱۴۸۷ء میں شہر ویلنشیا صوبہ اندلس میں عیسائی ہوگیا ۔ اِس نے کتب احادیث کا بھی ترجمہ کیا ہے ۔ [۲] اس نے ڈورایر کے ترجمہ سے ترجمہ کیا ۔

ممالک یورپ کے مطبوعہ قرآن مجید کی فہرست یہ ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| اسکندریہ پگنینسی[1] | مقام وینس | ۱۵۱۵ء میں |
| ابراہام ہنکلمین | ہمبرگ | ۱۶۴۹ء میں |
| فلیوگل | لیپسہ | ۱۸۳۴ء میں |

## قرآن شریف کے متعلق محققین یورپ کی تحقیق

(حضرت، محمد صلعم) کی حیات میں قرآن (مجید) کی حفاظت صرف ان متفرق تحریروں پر ہی منحصر نہیں تھی۔ یہی وحی آلہٰی تمام مسلمانوں کا نبی تھا۔ ہر ایک جماعت عام میں قرآن پڑھنا ضروری تھا۔ اور خلوت میں قرآن شریف کی تلاوت کرنا باعث ثواب عظیم تھا۔ یہ مضمون تمام روایات قدیم میں متواتر المعنی ہے۔ اور خود قرآن ہی سے پایا بھی جاتا ہے۔ اسی کے مطابق ہر ایک مسلمان کم وبیش حفظ کرتا تھا۔ اور مسلمانوں کی قدیم سلطنت میں جو شخص جس مقدار تک قرآن شریف پڑھ سکتا تھا۔ اسی اندازہ کے موافق اُسکی قدر ومنزلت ہوتی تھی اور اس عزت کی رسم سے اُس کی زیادہ تائید ہوتی۔ وہ لوگ نظم کے تو از حد مشتاق تھے اور فن کتابت کا سامان کافی اُنکے پاس نہ تھا۔ کہ خطبوں کو لکھ رکھتے اسلیئے مدت سے وہ لوگ اسکے عادی ہو رہے تھے۔ کہ اشعار وخطبہ کو اپنے دل کی زندہ تختیوں پر نقش کر رکھتے تھے۔ قوّت حافظہ اُنکی انتہا درجہ تھی۔ اور اُس کو وہ لوگ قرآن (شریف) کی نسبت بکمال سرگرمی کام میں لاتے تھے اُن کا حافظہ ایسا مضبوط اور اُن کی محنت ایسی قوی تھیں۔ کہ حسب روایات قدیم اکثر اصحاب (حضرت، محمد صلعم) کی حیات ہی میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے۔ (آنریبل سر ولیم میور سوانح محمدی جلد ۱ صفحہ ۱۵)

پھر آگے چل کر صفحہ ۹ و ۱۰ پر لکھتے ہیں:—

”ہم کو یہ بھی معلوم ہے۔ کہ جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تھا۔ تو (حضرت، محمد صلعم) اپنے اصحاب میں سے کسی ایک یا دو صحابہ کو اُنکے پاس بھیجا کرتے تھے۔ تا کہ اُن کو

[1] یہ نسخہ پوپ کے حکم سے جلا دیا گیا تھا۔

قرآن شریف اور ضروریات دین سکھلائیں۔ اور اکثر خبر ملتی ہے۔ کہ وُہ اپنے ساتھ مذہبی امور کی تعلیم کیلئے تحریر لیجایا کرتے تھے۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وُہ لوگ قرآن شریف کی ضروری سورتیں بھی ہمراہ لیجاتے ہونگے۔ بالتخصیص وُہ اجزا قرآن (شریف) جن پر مذہبی رسوم موقوف تھیں۔ اور جو نماز میں اکثر پڑھی جاتی تھیں۔ علاوہ ان تصریحات کے جو قرآن ہی میں خُود اُس کے مکتوب ہونے پر پائی جاتی ہیں۔ ایک صحیح روایت میں جس میں (حضرت) عمرؓ کی بہن کے گھر میں اس زمانہ میں زمانہ ہجرت سے ۲ یا ۳ برس پیشتر تھیں تو اگر اس قدر قدیم زمانہ میں قرآن شریف کی نقلیں لکھی جاتی تھیں۔ تو یقینی (حضور پر نور حضرت) محمدؐ (صلعم) کی رحلت کے وقت قرآن شریف کے نسخے کثرت سے بڑھ گئے ہوں گے۔

یہاں پر ایک شبہ وارد ہو گا۔ جبکہ قرآن مجید نبی کریم حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی سب لکھا گیا تھا۔ تو پھر عہد خلافت حضرت عثمانؓ ابن سر نو کیسے جمع کیا گیا۔

اسس کا جواب یہ ہے:۔

"خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں قرآن شریف جمع کئے جانے اور اس سے پہلے اس کا جمع کیا ہوا نہ ہونے کی خبر منجملہ اخبار احاد ہے۔ جو قطعی اور یقینی حالت کے مقابلہ میں قائم نہیں رہ سکتی اور اُس کی تقریر ایسی مبالغہ آمیز ہے۔ جو قطعی واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ پھر اگر اسی طور سے زید ابن ثابت کا قرآن شریف جمع کرنا ہوا ہوتا۔ تو ضرور مشتہر ہوتا۔ اور بہت سی روائتیں اسکی نسبت ہوتیں۔ مگر برخلاف اسکے حجاج میں بہت کم اسکی خبر ملتی ہے۔

خیال کیجئے کہ جنگ یمامہ ۱۲ھ کے ربیع الاوّل میں ہوئی۔ اسوقت عہد خلافت صدیق اکبرؓ ۲ برس ۲ مہینے تک مشکل پہنچتا ہے۔ اور زید کی تتبع وتلاش البتہ ایک معتدبہ عرصہ تک رہی ہوگی۔ اور کھجور کے پتے اور پتھر کے ٹکڑے چمڑے کے ورق تختیاں اور چوڑی ہڈیاں ڈھونڈنی اور حافظوں کو ہر چہار طرف سے جمع کرنے میں بہت عرصہ لگتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ

معاملہ ایسا مشہور ہو جاتا۔ جیسے بدر کا معرکہ اور جنگ احزاب۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں قرآن مجید کے کئی ایک نسخے لکھوا کے حکماً اطراف و جوانب دیار اسلام اور فوج کی چھاونیوں میں بھجوا دئے اس وجہ سے قرآن شریف مشہور اور محفوظ ہو گیا۔

وان ہمیر کا قول ہے کہ:-

"حضرت عثمانؓ کا ترتیب شدہ قرآن شریف کا نسخہ بلا تحریف اُس زمانہ سے محفوظ چلا آتا ہے۔ درحقیقت ایسی احتیاط سے اُسکی حفاظت ہوئی ہے۔ کہ قرآن شریف کے بیشمار نسخوں میں جو اسلام کی کثیر الوسعت مملکت میں منتشر ہیں بڑے اختلاف نہیں ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ بالکل اختلاف نہیں ہیں۔ حضرت محمد صلعم کی وفات کے بعد ایک چہارم صدی میں شہادت عثمان کے وقت سے مسلمانوں میں تنازع اور شدید مخالفتیں پیدا ہونے سے مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ تاہم اِن میں قرآن انکا قرآن شریف ایک ہی رہا۔ اور سب میں بالاتفاق اسی ایک ہی قرآن شریف کا استعمال میں رہنا اِس بات کے ثبوت کی ایک لاجواب دلیل ہے۔ کہ ہمارے پاس اب وہی کتاب ہے۔ جو اس مظلوم خلیفہ کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ غالباً دنیا میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جو ۱۲ سو برس تک ایسی صحیح رہی ہو"

یہ اقتباسات مسیحی مورخین کے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف انسان کا کلام نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔ جو آج تک صحیح اور محفوظ ہے اور تا قیامت صحیح اور محفوظ رہے گا۔

**قرآن شریف اور وید**

آریہ مذہب کے لوگ اپنے ویدوں کی نسبت دعویٰ کرتے ہیں کہ وید ابتدائی زمانہ سے آج تک بدستور چلے آئے ہیں لیکن وہ اس دعویٰ پر کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ حالانکہ بشٹ پرمان شستم خداوند عالم کی قدرت سے ویدوں اور تمام مخلوق میں اختلاف ہے اور وید بارہا غائب ہوئے۔ اور کئی مرتبہ ویدوں کا مضمون تبدیل ہوا۔ رنگا مہابھارت پرب ۱۲ دواپر میں ویدوں کی ایسی تعریف لکھی ہے "کہ آدھے بھی

تحریر میں نہ آئے"۔ سانت پرب راجہ یدھشٹر کا یہ کہنا ہے۔ کہ "وید پرتوں میں علیحدہ ہوتا ہے"۔ کرشن جی کا فرمانا یہ ہے۔ کہ "ویدیوں نے ویدوں میں عقلی اور قیاسی باتیں بھر دیں" جب ان پر اعتراض ہوا۔ لیکن تب بھی وہ باتیں نہ بدلی گئیں۔ اور نہ منتروں کو ویدوں سے خارج کیا گیا۔

ان سب اختلافات کے ہوتے ہوئے سوامی دیانند جی بھی ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ "اپنشد نرسنگھ تاپنی وغیرہ مختلف فرقہ کے لوگوں نے ویدوں میں داخل کئے ہیں"۔ اس بیان سے بھی ویدوں میں تحریف ثابت ہوتی ہے۔

پھر سوامی دیانند کا عقیدہ تھا۔ کہ ویدونکی ۱۱۳۱ شاکھا ہیں۔ یعنی رگوید کی ۲۱۔ یجروید کی ۱۰۱۔ سام وید کی ایک ہزار۔ اتھروید کی ۹ دیکھئے ایڈیشن صفحہ ۱۰۵

لیکن جب دیانند جی سے اصل وید کا مطالبہ کیا گیا۔ تو اُن ۱۱۳۱ شاکھا ہیں سے چار وید کے نام مشہور کر دئے۔ اور اپنی آئندہ تصانیف ۱۱۲۷ شاکھا بیان کرنی شروع کر دیں غرضیکہ اس اختلاف و تحریف کے علاوہ وید کے کسی مضمون سے خدا کا کلام ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ یہ وید ہدایت خلق کیلئے خدا نے فلاں شخص پر نازل کئے ہیں۔ اور نہ کسی رشی کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ فلاں وید مجھ پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

اب ہم ویدوں کے مضامین پر ایک غائر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ ہمارے ہم وطن آریہ دوست قرآن شریف کے مقابل وید کو الہامی اور جامع العلوم مانتے ہیں۔

ملاحظہ ہو۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۵۔

"پھر دوسرے لوگ اپنی اور اپنے پاؤں کی پوجا کرنے لگے! اور کہنے لگے کہ اسی ہماری سیوا میں تمہاری بھلائی ہے۔ جب یہ لوگ انکے بس میں ہو گئے۔ تب نفس پرستی میں غرق ہو کر گدڈیئے کی طرح جھوٹے تنتروں سے پھنسانے لگے"۔

اسی ستیارتھ پرکاش میں صفحہ ۳۶۶ پر ایک ایسا اینڈا بینڈا قابلِ ندامت اشلوک

ہے۔ جس کو لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے۔ اِس لئے وُہ اشلوک درج نہیں کیا گیا۔
مذکورہ بالا عبارات میں ہندوستان کے اُن برہمنوں کا تذکرہ ہے۔ جو حاملان وید و حافظان وید و ماہران وید غرضیکہ سب ہی کچھ تھے۔ اب ارباب عقل خود بخود غور فرمائیں کہ اُس منحوس زمانے کے اُن نابکار آدمیوں کے ہاتھوں ویدوں کو کیا کچھ نقصان نہ پہنچا ہوگا۔ جبکہ حافظان وید کی یہ حالت ہو۔ کہ دین و ایمان اور غیرت اور شرم سب کو بالائے طاق رکھ کر دولت طلبی اور شہرت پرستی کے نشہ ہوش رُبا میں سرشار ہو گئے ہوں۔ بہن بیٹی تک سے صحبت جائز کر دی ہو۔ بدکاری و حرام کاری کو کمالِ انسانیت و روحانیت دے رکھا ہو۔ دروغ گوئی وافترا پردازی کا یہ حال کہ اپنے لغو و بیہودہ خیالات کو رشیوں اور مہرشیوں کا الہام قرار دیتے ہوں۔ جھوٹی عزت کی خواہش کا یہ غلبہ ہو۔ کہ اپنے آپ کو معبود و قابل پرستش ظاہر کرتے ہوں۔ جہنم اور بہشت کو اپنی ملکیت بتاتے ہوں۔ زمانہ ایسا جاہل کہ جو کچھ برہمنوں کی زبان سے نکلے وُہ سب الہام اور وحی آسمانی سمجھی جائے۔ نہ راجہ کو بات کرنے کی مجال نہ پرجا کو آنکھ دکھانے کی طاقت۔ تھوڑا بہت جو کچھ علم تھا۔ وُہ برہمنوں کے گھر کا چاکر اور غاشیہ بردار دوسروں کو پڑھنا تک حرام۔

اِن واقعات کو پڑھ کر انصاف کے ساتھ کہیئے کہ کیا اِن سے ویدوں کی تحریف و تنقیص ثابت نہیں۔ کیا عجب ہے برہمنوں نے جس طرح سینکڑوں خود تصنیف کردہ کتابوں کو کتب الہامی قرار دے کر دنیا کو دھوکے میں پھنسا دیا۔ اسی طرح ویدوں میں بھی اپنے مطلب کی باتیں ملا جُلا دی ہوں جس کی خبر نہ اس وقت کے جاہلوں کو ہوئی ہو۔ نہ بعد کے پڑھے لکھوں کو۔

ویدوں میں تحریف کا احتمال اُس وقت اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس زمانہ میں تحریف کو بالکل عام اور معمولی روزمرہ کی مشق سے پایا جاتا ہے۔

کتاب مہابھارت کو ہی دیکھ لیجیئے۔ جو ایک مشہور کتاب ہے۔ خدا جانے اسمیں کب کب اور کتنی

دفعہ تحریف ہوئی۔ ستیارتھ پرکاش میں صفحہ ۲۹۳ پر لکھا ہے۔ کہ ویاس جی نے چار ہزار چار سو اشلوک اور ان کے شاگردوں نے پانچ ہزار چھ سو اشلوک والا یعنی کل ہزار اشلوک کے انداز میں مہابھارت بنایا تھا۔ وہ مہاراجہ بکرماجیت کے زمانہ میں بیس ہزار شری بھوج پتا جی کے زمانہ میں پچیس ہزار اور مہاراجہ بھوج کے زمانہ تیس ہزار اشلوک والی مہابھارت کی کتاب ملتی ہے۔ اگر اسی طرح بڑھتی رہی تو کسی روز مہابھارت کی کتاب ایک اونٹ کا بوجھ ہو جائیگی۔

دیانندجی کی یہ تحریر کافی سند ہے۔ کہ اس زمانہ میں تحریف بالکل معمولی بات ہے۔ اب ویدوں کی تحریف کے متعلق دو ایسی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں جنہیں یقینی نہ کہنا سخت ہٹ دھرمی اور ضد بیجا ہے۔

(۱) دیانندجی پرانے زمانہ کے برہمنوں کو وام مارگی کے بھیس میں یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جب ان لوگوں کا مذہب بہت پھیلا تو فریب کر کے ویدوں کے نام سے بھی وام مارگ کی لیلا رچائی۔ (دیکھئے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۶۸)

(۲) دیانندجی نے پانڈو گیتا نامی کتاب کا ایک منتر نقل کیا ہے۔ جس کو برہمن لوگ الہامی بتاتے ہیں۔ اور غور سے جانچئے تو ان چالاک لٹیروں اور دھرت ماروں نے اپنی پوری بحث اس منتر میں رکھ لی ہے۔ اب نہ ویدوں پر ہاتھ مارنا موجب نقصان ہے۔ نہ کسی اور کتاب پر۔ وہ منتر یہ ہے "جو کچھ برہمنوں کے منہ سے بات نکلتی ہے۔ وہ جانوں کہ ہوبہو پرمیشور کے منہ سے نکلی ہے"۔ (دیکھئے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۶۶)

یہ انکا ایسا عام قاعدہ تھا۔ کہ اس قاعدہ کے تحت میں وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ اور کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس قاعدہ پر اگر انکو دلی یقین تھا۔ تو وہ اپنے الہامات کو ویدوں میں بطور تتمہ شامل کرنا اعلیٰ نجات اور بجا سمجھتے ہونگے۔ ورنہ کم از کم اس قاعدہ سے تحریف وید میں بہت مدد ملتی ہوگی۔ خیال آتا ہے۔ کہ شاید انکو اس قاعدے پر یقین ہو۔ کیونکہ اپنے بزرگوں کی بے نظیر عظمتیں اور قدرتیں سن سنکر اپنی مقبولیت دیوگیت کا یقین ہو جانا قدرتی بات

تھی۔ اس لئے کہ وہ کم عقل اور جاہل تھے۔ کیا عجب ہے کہ اُنہوں نے اپنے ویدوں کے شہوت آمیز حصّوں کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا ہو۔ کہ شہوت پرستی و عیش پرستی تقدس وعاقبت کے خلاف نہیں ہے۔ بس جو کچھ نفسانی خواہشات یا اور قسم کے تخیّلات پیدا ہوتے ہوں وہ سب کو خاص الہام سمجھ کر ویدوں میں داخل کرتے ہوں۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ اپنی باتوں کو پرمیشور کی بات سمجھنے لگے تھے۔

اور آج اُنکے پیرو اُنہیں ویدوں کو قرآن شریف کے بالمقابل پیش کرتے ہیں ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ کہاں فراخات اور کہاں الہیات۔

ہم نفس مضمون سے بہت دُور نکل آئے ہیں۔ غرضیکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جو سب سے نمایاں خدمت اسلامی انجام دی وہ قرآن شریف کی باترتیب اشاعت ہے۔ مگر بعض مخالفین نے فہرست اعتراضات میں اسکو بھی شامل کر لیا ہے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ جب سے حضرت عثمان غنیؓ نے عمرو بن العاص کو مصر سے معزول کر کے اُنکی جگہ عبداللہ بن ابو سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا تھا اُسوقت سے بالخصوص اہالیانِ مصر خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے اس فیصلہ پر ناخوش ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ عام لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ آپ اپنے عزیز اقارب کی بہت رعایت کرتے ہیں۔

**واقعہ شہادت حضرت عثمانؓ** ۳۳ھ میں سعید بن عاص کوفہ کے عامل تھے۔ اُنہوں نے اہل کوفہ کے ایک گروہ کو یہ شکایت کرتے سُنا کہ حضرت عثمانؓ اپنے عہد خلافت میں انصاف نہیں کرتے خاصکر اپنے عزیز و اقربا سے تو رعایت کرتے ہیں۔ اور دوسروں کے حقوق کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

چنانچہ حضرت سعیدؓ نے اہل کوفہ کی اِن شکایات کی اطلاع خلیفۃ المسلمین یعنی حضرت عثمانؓ کو کر دی جس پر آپ نے لکھا کہ اس مفسد گروہ کو امیر معاویہ کے پاس شام میں بھیجدیا جائے تاکہ وہ اِن شکایات کا جواب دیکر اُن کو راضی کرے۔ چنانچہ سعیدؓ نے بموجب حکم شکایت کرنے

والوں کو امیر معاویہ کے پاس روانہ کردیا۔ سعد نے انکو بہتیرا سمجھایا لیکن اس مفسد گروہ نے کچھ نہ مانا۔ مجبوراً ان لوگوں کو عبدالرحمٰن بن خالدؓ کے پاس بھیجدیا گیا۔ عبدالرحمٰن بن خالد اسوقت عامل حمص تھے۔ ان کے رعب میں آکر ان مفسدین نے معافی مانگی اور عبدالرحمٰن نے انکو رہا کردیا۔

جب یہ لوگ کوفہ میں پہنچے تو وہاں انہوں نے اور بھی ہاتھ پاؤں پھیلائے اور بہت سے لوگ بانیان فساد کی تحریک سے اس گروہ میں شامل ہوگئے۔ غرضیکہ ان مفسدین نے یہانتک زور پکڑا کہ حاکم کوفہ سعید بن العاص کو بھی ترچھی آڑھی سنانے لگے۔ آخرکار سعید بن العاص ان مفسدین سے تنگ آکر کوفہ سے دارالخلافت مدینہ شریف میں حاضر ہوئے اور خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوفہ کی بغاوت کے تمام حالات عرض کرکے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ اہل کوفہ ابو موسیٰ الشعری کو اپنا عامل بنانا چاہتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے یہ حالات سُنکر اس نااتفاقی کو مٹانے کی غرض سے اہل کوفہ کی منشار کے مطابق حضرت ابو موسیٰ الشعری کو وہاں کا عامل مقرر کرکے روانہ فرمایا۔

ابو موسیٰ نے خلیفۃ المسلمین کے حکم کے مطابق تمام لوگوں کو جامع مسجد میں بلا کر خطبہ سُنایا جس میں حضرت عثمانؓ کی اطاعت کی تاکید کی گئی تھی۔ اگرچہ تمام لوگوں نے زبانی آمنّا وصدقنا کہا۔ لیکن انکی دلی کدورت صاف نہ ہوئی۔

دراصل مفسدین کی یہ عداوت غلط فہمی پر مبنی تھی جسکو اتفاقیہ واقعات نے اور بھی پختہ کردیا تھا۔ ادھر تو اہل کوفہ حضرت عثمانؓ سے بدظن ہوگئے تھے۔ اُدھر عبداللہ بن ابوسرح کو جب خلیفۃ المسلمین نے مصر کا عامل مقرر فرمایا۔ تو اہل مصر اس امر کے برخلاف ہوگئے۔ کیونکہ انکی رائے محمدؐ بن ابوبکرؓ کو عامل مصر بنانے کی تھی۔

ہلذا عبداللہ بن ابی سرح کو عامل مصر بنے ابھی دو ہی برس ہوئے تھے کہ اہل مصر ان کی شکایات لیکر دربار خلافت میں آئے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ نے اہل مصر کی شکایت پر عبداللہ بن ابی سرح کو اہالیان مصر کی شکایت کا حوالہ دیکر ایک تہدیدی نامہ لکھا لیکن عبداللہ

بن ابو سرح پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اُس نے شکایت کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں۔ اور بعض لوگ قتل بھی کر دیئے۔

اس ناقابل برداشت صدمات سے تنگ آکر اور آئندہ حالت کو مدنظر رکھ کر قریباً سات سو اہالیان مصر خلیفۃ المسلمین کے پاس عبداللہ بن ابی سرح کے مظالم کی فریاد لائے۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان مظلوموں کی فریاد کے مطابق اور حسب الارشاد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ و حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہ۔ عبداللہ بن ابو سرح کی بجائے محمد بن ابو بکرؓ کو عامل مصر مقرر فرما کر حکمنامہ لکھدیا۔

اہالیان مصر و دیگر اصحاب رسول صلعم محمدؐ بن ابو بکر کو ساتھ لیکر جب مصر کی طرف روانہ ہوئے ابھی یہ لوگ تیسری منزل پر ہی پہنچے تھے کہ ایک حبشی غلام بہت تیزی سے اپنی اونٹنی پر جاتا ہوا اُنکو دکھائی دیا۔ بعض اصحاب نے اُس حبشی غلام کو روک کر پوچھا ''اتنی جلدی کہاں جارہے ہو؟'' اُس نے جواب دیا۔ کہ میں خلیفۃ المسلمین کی طرف سے عامل مصر کے پاس انکا حکم نامہ دینے جاتا ہوں۔ اسکے جواب میں اصحاب نے اُس حبشی سے کہا ''عامل مصر تو ہمارے ہمراہ ہیں۔ لاؤ وہ حکم نامہ ہمیں اُنکو دیدو۔ اس پر اُس حبشی غلام نے محمدؐ بن ابو بکرؓ کو دیکھ کر کہا۔ نہیں یہ نامہ انکے نام نہیں ہے۔ آخر محمدؐ بن ابو بکرؓ نے اُس سے پوچھا۔ پھر وُہ نامہ کس کے نام ہے۔ اس سوال پر اُس غلام نے کسی قدر تردد کے بعد کہا۔ کہ عامل مصر عبداللہ بن ابی سرح کے نام۔

جب وُہ نامہ دیکھنے کیلئے اُس سے طلب کیا گیا۔ تو اُس نے انکار کر دیا۔ اس شک کو دُور کرنے کے باعث اُس غلام کی تلاشی لی گئی۔ اور وُہ نامہ اُس سے لیکر پڑھا گیا۔ تو اُس کا مضمون یہ تھا ''جب محمدؐ بن ابو بکرؓ اور دیگر اصحاب تیرے پاس آئیں تو اُنکو کسی بہانے سے قتل کر دیا جائے۔ نیز اُنکے پاس جو فرمان تم کو ملے اُسے غلط سمجھا جائے''

یہ مضمون دیکھ کر سب لوگ حیران ہو گئے اور اسی جگہ سے واپس ہوئے

دارالخلافت مدینہ شریف میں پہنچ کر ان لوگوں نے دیگر اصحاب کبار کو جمع کر کے خلیفۃ المسلمین کا وہ نامہ دکھا کر تمام قصہ بیان کیا۔ جس کو سنتے ہی تمام مسلمان حضرت عثمان رضؓ سے برگشتہ ہو گئے۔ اور بہت سے لوگوں نے تو اُسی وقت خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان ابن عفان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی یہ حالات سُنکر آپ کے گھر پر تشریف لائے آپ نے اُس حبشی غلام اور اونٹنی کو حضرت عثمانؓ کے پیش کر کے آپ سے دریافت کیا۔ "یہ غلام اور اونٹنی کس کی ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اونٹنی بھی میری اور غلام بھی میرا ہے۔ اسکے بعد آپکو وہ نامہ دکھایا گیا۔ اس پر آپ نے قسم کھا کر فرمایا۔ کہ نہ تو میں نے یہ نامہ لکھا ہے۔ اور نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ مجھے اس کی کچھ خبر ہے۔ اس سوال و جواب کے بعد حضرت علیؓ نے نامہ کی مُہر کی نسبت سوال کیا۔ کہ اس نامہ پر مُہر کس کی ہے؟ مُہر کو دیکھ کر حضرت عثمان نے فرمایا۔ یہ مُہر بھی میری ہے۔

چار سوالوں کے جواب سے تین کا اثبات اور صرف ایک سوال کی نفی۔ لوگوں کی نظروں میں یہ واقعہ اور بھی مشتبہ ہو گیا۔ چنانچہ سب نے یک زبان ہو کر یہی کہا۔ کہ باوجود اسکے کہ غلام بھی آپکا اُونٹنی اور مہر بھی آپ کی تو پھر یہ نامہ لکھنے والا کون تھا؟

اسلئے بہت جلد یہ فیصلہ کر لیا گیا۔ کہ بالضرور خط بھی آپ کا ہے محض ندامت کے خوف سے اس کا اقرار نہیں کیا گیا۔

کسی امر کا فیصلہ کرنے کیلئے جسقدر ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ اُس پر عقلیہ قیاس اور کا احتیاط کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر عام مسلمان اپنے شک کیمطابق اپنے فیصلہ میں جلدی نہ کرتے تو یقیناً اُنہیں عقلی دلائل سے کافی مدد ملتی۔

لیکن یہ قاعدے کی بات ہے۔ کہ سوئے ظن کا ارتکاب جلد بازی پر ہی منحصر ہے یہی وجہ ہے کہ دلی شک میں احتیاط کو عملاً دخل نہیں۔

علاوہ اسکے اگر تقدیری معاملات کو واقعات سے وابستہ کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے

کہ اتفاقیہ واقعات کا دوسرا نام تقدیر ہے۔

لہذا اس بناء پر واقعہ کا تعلق اگرچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تقدیر کے نام سے منسوب کیا جائے تو پھر احتیاط اور غور و فکر پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس واقعہ ہائلہ کے متعلق اس بات کی تحقیق نہایت ضروری ہے کہ اس واقعہ سے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ کو کہاں تک تعلق تھا۔ اور اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وُہ اس الزام سے پاک تھے۔

افسوس ہے۔ کہ کسی اسلامی مؤرخ نے اس پر بحث نہیں کی۔ اس لئے ہم یہاں صرف عقلیہ دلائل کو کام میں لاتے ہیں۔

واقعہ متذکرۃ الصدر میں سب سے زیادہ اس شبہ کو دخل ہے "ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے مقرر کردہ عامل مصر یعنی عبداللہ بن سرح کو ہی مصر کا عامل رکھنا چاہا ہو۔ اور انکی شکایت کرنیوالوں اور اُنکے منتخب عامل محمد بن ابوبکر کو سزا دینے کیلئے یہ نامہ لکھا ہو" اسکا جواب غور و فکر کا محتاج ہے کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر اہل کوفہ اور اہل مصر کے منظور شدہ عاملوں کی شکایت پر خلیفۃ المسلمین کو توجہ کرنی اگر منظور نہ ہوتی تو آپ اہل مصر کی پہلی شکایت پر کیوں توجہ کرتے اور عبداللہ بن ابی سرح کو اپنے نامہ میں کیوں تنبیہ کرتے۔ وبگر بحیثیت خلیفۃ المسلمین۔ اگر وُہ یہی چاہتے۔ کہ عبداللہ بن ابی سرح کو ہی عامل رہنے دیا جائے۔ تو وُہ ظاہر طور پر بھی شکایت کرنے والوں کی مخالفت کر سکتے تھے[ص۱]۔ یہ کیا ضرور تھا۔ کہ وُہ در پردہ خلاف اسلام ایسی کارروائی کرتے جو اُنکے اتقاء اُنکی شان اُنکی پارسائی کے سراسر خلاف تھی۔

اب رہا اُنکے منتخب کردہ عاملوں کا طرزِ عمل اسکے متعلق حضرت عثمانؓ پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کسی شخص کے ذاتی افعال کو کسی کی ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

آخر میں اگرچہ وہ تحریر مروان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ثابت ہوئی۔ لیکن اس میں بھی حضرت عثمان کے تعلق کا شک لوگوں کے دلوں میں قائم رہا۔

ص۱ جیسے کہ حضرت عمرؓ نے خالد کو معزول کرتے وقت کہا تھا

مروان کو اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محاصرہ کرنیوالوں کے سپرد کر دیتے تو ضرور تھا۔ کہ وہ قتل کر دیئے جاتے چونکہ آپ رحمدل تھے۔ اور آپ نے سوائے شرک و بدعت کے کسی قصور پر اپنے عہد خلافت میں اس قدر جلدی کسی کو بھی قتل نہ کرایا تھا۔ اس لیئے آپ نے قصاص لینے والوں کے سپرد مروان کو نہیں کیا۔

اس بات سے عام مسلمانوں کو اور بھی شک ہوا بعض اصحاب تو آپ کو صادق القول سمجھ کر آپکے مکان سے واپس لوٹ آئے لیکن بعض کے دلوں سے آپکی نسبت شک دور نہ ہوا۔ اور اُنہوں نے پورے طور آپ کے گھر کو محاصرہ میں لے لیا۔

چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ گھر کے اندر محصور ہو گئے۔ بلکہ آپ کے گھر میں پانی کا پہنچنا تک بند کیا گیا۔

مگر حضرت علیؓ نے بڑی مشکل سے آپکو پانی پہنچایا۔ لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی کہ حضرت علیؓ کی اجازت سے اُنکے دونوں صاحبزادے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم آپ کی گھر کے باہر حفاظت کر رہے ہیں۔ تو حضرت علیؓ سے کہلا بھیجا۔ کہ اگر مروان کو ہمارے سپرد نہ کیا گیا تو ہم حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالیں گے۔

اگرچہ بہت سے اصحاب کبار بالخصوص حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کے فرزند بھی آپ کی حفاظت پر مامور تھے لیکن مفسدین میں سے دو شخص آپکو شہید کرنے کیلئے کسی طرح گھر کے اندر پہنچ گئے۔ جنہوں نے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

آپ کی شہادت سے جب گھر میں کہرام بپا ہو گیا۔ تو دیگر مسلمان دوڑ کر اندر آ گئے اور سب اصحاب کبار نے اس واقعہ ہائلہ پر سخت افسوس کیا۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے کچھ وقت پہلے مغیرہؓ بن شعبہ نے آپ سے عرض کیا۔ کہ "آپ باوجود خلیفۃ المسلمین ہونے کے اس مصیبت میں خود بخود کیوں مبتلا ہیں۔ تین باتوں میں سے ایک بات کو قبول کر لیجیئے۔

(۱) یا تو باہر نکل کر مفسدین کا مقابلہ کیجئے۔

(۲) یا کسی طرح آپ یہاں سے نکل کر مکّہ شریف میں چلے جایئے۔

(۳) یا مُلک شام میں تشریف لے جایئے۔

لیکن آپ نے ان تینوں باتوں کا یہ جواب دیا۔

(۱) مجھ سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ خلیفۃ المسلمین ہو کر مسلمانوں کا خون بہاؤں۔

(۲) مکّہ شریف میں مجھے اسلئے جانا پسند نہیں کہ میں نے رسول کریم صلعم سے سُنا ہے کہ جو لوگ بیت اللہ شریف میں فساد برپا کریں گے۔ اُن پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔

(۳) اب رہا شام کی طرف ہجرت کرنا۔ یہ بھی مجھے منظور نہیں کہ میں دیارِ مصطفےٰ کو چھوڑ دوں۔

غرضیکہ آپ تقریباً اسی سال کی عمر شریف اور ۳۵ھ میں شہید ہوئے اور جنت البقیع میں سب سے اوّل دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## ۳۶ھ تا ۴۰ھ

**خلیفہ چہارم حضرت علی رضؓ**

**عہد خلافت ۴ سال ۹ ماہ کچھ دن کم تاریخ وفات ماہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ سن مبارک تریسٹھ سال**

شہادت عثمانؓ کے بعد اب یہ اختلاف پیدا ہوا۔ کہ اُنکا جانشین کون ہو۔ مصر کے رہنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اور بصرہ والے حضرت طلحہؓ کو اسی طرح کوفہ کے باشندے زبیرؓ بن العوام کو خلیفہ بنانے کے متمنی تھے۔

مُلکِ شام کے اکثر مسلمان چونکہ بنی اُمیہ میں سے تھے وُہ یہ چاہتے تھے۔ کہ خلافت حضرت عثمانؓ کے خاندان میں ہی رہے۔

اب رہے مدینہ والے اُنکی مرضی بھی یہی تھی کہ حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوں۔ کیونکہ جس زمانہ سے حضور پرنور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں ہجرت کی تھی۔ مدینہ والے

اس وقت سے اہل بیت نبوی کے خیر طلب اور مدد گار رہتے آئے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ اسی خیال پر قائم تھے۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ کے صبر و رضا قابلیت، شجاعت بردباری کے لحاظ سے قوم ربیعہ اور یمن والے بھی مدینہ والوں کے ہم خیال ہو گئے تھے۔ اس لئے اگرچہ تمام گروہوں کے بالمقابل حضرت علیؓ کے ہواخواہوں کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی۔

تاہم اتنی خرابی بھی تھی۔ کہ وہ سب لوگ مختلف قبائل اور ممالک ہونے کی وجہ سے بمشکل ایک خیال پر قائم رہ سکتے تھے۔ سب سے زیادہ تعداد مدینہ والوں کی تھی۔ جو حضرت علیؓ کے سوا کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا نہ چاہتے تھے۔

مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں میں یوں تو قدیم زمانہ سے چشمک چلی ہی آتی تھی۔ لیکن زمانہ اسلام کے بعد اس کی بنیاد اور بھی مستحکم ہوگئی تھی۔ یہ اس لئے کہ ہجرت کے بعد جبکہ مدینہ والوں نے مسلمانوں کی مدد کی تو انہوں نے مکہ پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا۔ اور مدینہ مسلمانوں کا دارالخلافت بنا۔ اس لحاظ سے تجارت کا رخ مکہ سے پھر کر مدینہ کی جانب ہو گیا۔ اور اہل مدینہ کا اثر اور اقتدار روز بروز ترقی پذیر ہونے لگا۔

ان اسباب سے مکہ والے اور بھی خار کھانے لگے۔ لہذا جبکہ مدینہ کے باشندوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کر کے ان کو اپنا خلیفہ بنایا[۱]۔ تو حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے بھی چار و ناچار ان سے بیعت کی۔ چونکہ یہ دونوں اصحاب کبار اپنے اپنے عہدوں سے سبکدوش کر دیئے گئے تھے۔ اسلئے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کو ساتھ لے کر مدینہ شریف سے مکہ شریف میں چلے گئے۔

ادھر حضرت معاویہؓ کو خلافت کا خیال آیا۔ تو انہوں نے خلیفہ سوئم حضرت عثمانؓ

---

[۱] حضرت علیؓ خلیفہ ہوتے ہی حضرت عثمانؓ کے مقرر کئے تمام عامل معزول کر دیئے جن میں حضرت طلحہؓ و زبیرؓ بھی تھے عامل اضلاع خراسان، سیستان، کرمان کے عامل تھے انکے معزول ہوتے ہی ان علاقوں میں بغاوت پھیل گئی۔

کا خون آلودہ کرتہ دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کو دکھا کر شہید خلیفہ کا بدلہ لینے پر اُبھارا یہ اس لئے کہ حضرت عثمانؓ حضرت معاویہ کے عزیزوں میں سے تھے۔ اور اپنی غلط فہمی سے وُہ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ حضرت علی اور اُن کے معتقدین نے ہی حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے۔ گویا ادھر تو حضرت معاویہ اور سارا دمشق و مصر حضرت علیؓ کے مخالف ہو گیا۔ اور اُدھر طلحہؓ و زبیرؓ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو مخالفین نے حضرت علیؓ سے بدظن کر دیا۔

حضرت علیؓ صبر و شکر کا مکمل نمونہ تھے۔ انہیں مُلکی چالوں اور حکمرانی کی تدبیروں سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ جب یہ اختلاف بڑھا۔ تو آپ نے کوئی ایسی چال چلنی مناسب نہ سمجھی جو اس طوفانِ مخالفت کو روکتی۔

بلکہ ان دنوں میں ہی مغیرہ بن شعبہؓ نے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت علیؓ کو یہ صلاح دی کہ آپ حضرت معاویہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور دوسرے عاملوں کو فی الحال اُنہیں کے عہدوں پر قائم رہنے دیں۔ جن پر کہ وُہ لوگ حضرت عثمان کے عہدِ خلافت سے مقرر ہیں۔ پھر جب آپ کا پوری طرح تسلط ہو جائے اور آپ کی بیعت پر سب کے دل متفق ہو جائیں۔ اور یہ اختلاف فرو ہو جائے۔ تو اُسوقت جو چاہے کیجئے گا۔

لیکن حضرت علیؓ نے ایسی پالیسی اختیار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ جب مکہ شریف پہنچے تو مکہ والوں نے مدینہ والوں کی شوکت مٹانے کیلئے اِن دونوں اصحاب کو اُکسایا۔ تو اُنہوں نے اہالیانِ عراق کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ یہ لوگ ابھی بصرہ کے قریب پہنچنے بھی نہ پائے تھے۔

کہ اُدھر حضرت علیؓ کے معتقدین نے خلیفہ چہارم کو یہ اطلاع کر دی کہ طلحہؓ و زبیرؓ و ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اگر وُہ عراق تک پہنچ گئے۔ تو سارا عراق بھی اُن کے ساتھ ہو جائیگا۔ اسلئے اُنکو راستے

میں روک لینا چاہیئے - تاکہ وہ آگے نہ بڑھنے پائیں۔

چنانچہ حضرت علیؓ بھی اپنی فوجوں کو ساتھ لے کر طلحہؓ و زبیرؓ کے تعاقب میں نکلے اور بصرہ کے قریب مقام جمل پر آپس میں خونریز جنگ ہوئی۔

**جنگ جمل ۳۶ھ** غالباً مسلمانوں میں یہ پہلی باہمی جنگ ہے جس میں تقریباً ۱۲ ہزار مسلمانوں کے ساتھ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ حسکہ بن عتاب قبطی اپنے ہم مذاق ساتھیوں کو لیکر میدان جمل سے فرار ہوا۔ ان سب لوگوں نے ممالک مشرق کی راہ لی۔ اور سفر کرتے ہوئے سیتان پہنچ گئے۔ یہاں کے سب لوگ عامر کے معزول ہوتے ہی باغی ہو چکے تھے اور ایسے وقت کسی جدید عربی فوج کے پہنچنے کی چونکہ اُن کو اُمید نہ تھی۔ اُن کے خلاف جو ان مفرورین کا یہ چھوٹا سا گروہ اُن کی سرزمین میں داخل ہوا۔ تو عربوں سے مقابلہ کرنے کے گذشتہ مصائب کی تصویر اُنکی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ غرضیکہ سیتان والوں نے بلا تامل حسکہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔ ان عربی پناہ گزینوں کو یہ عمدہ موقعہ ہاتھ آیا۔ اور اُنہوں نے فوراً شہر زرنج پر قبضہ کر کے تمام سیتان کے علاقہ پر متصرف ہو گئے۔

خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے عبدالرحمٰن بن جرو طائی کو اُن کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ مگر وہاں معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا۔ عبدالرحمٰن جو مجرموں کو سزا دینے آئے تھے۔ حسکہ کے مقابلہ میں تو وہیں شہید ہو گئے اور اُن کی فوج کو شکست دے کر حسکہ نے اور بھی قوت کے ساتھ سیتان پر حکومت کرنا شروع کی۔ حضرت علیؓ نے جب یہ خبر سُنی تو وہ سخت پریشان ہوئے۔ اور عبداللہ بن عباسؓ کو جو اُن دنوں عامل بصرہ تھے لکھا کہ کسی بہادر افسر کو چار ہزار فوج پر سردار مقرر کر کے سیتان کو اُن لوگوں کے تسلّط سے آزاد کراؤ۔

چنانچہ ابن عباسؓ نے ربعی بن کاس عنبری کو چار ہزار آدمیوں کے ساتھ سیتان روانہ کیا۔ اُن کے ہمراہ حصین بن ابی الحر عنبری نے بھی سیتان کی راہ لی۔ جو ایک زبردست سپاہی تھے۔ یہ فوج جب سیتان کے قریب پہنچی۔ تو حسکہ نے شہر زرنج سے نکل کر پھر مقابلہ کیا۔ مگر اب اُس کی حکومت کا زمانہ پورا ہو گیا تھا۔ چنانچہ حسکہ نے میدان جنگ میں بڑی بہادری سے اپنی جان دی۔ اُس کے بعض ہمراہی تو مارے گئے اور بعض فرار ہو گئے۔

**سندھ پر پہلا حملہ ۳۸ھ**

اس کے بعد حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں یعنی ۳۸ھ کے آخیر میں سندھ پر ایک مستقل اور سخت حملہ کیا گیا۔ یہی وہ پہلا حملہ ہے۔ جو خشکی کی طرف سے سرزمین سندھ پر ہوا تھا۔ دراصل یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو کہ جناب امیر مرتضیٰ حضرت علی رضؓ کے عہد خلافت کی اس کمی کو پورا کر دیتا ہے۔ جو اُن کے عہد میں کسی غیر مُلک پر جہاد نہیں ہوا۔ یہ حملہ اس طریقے سے ہوا کہ تغار بن صغیر حدود ہند پر فوج کشی کرنے کیلئے مامور کئے گئے اُنکے ہمراہ نامور اور شریف عربوں کی ایک منتخب اور بہادر جماعت تھی جس میں حارث بن مرہ عبدی بھی تھے۔

حارث نہایت ہی تجربہ کار اور سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ اس فوج نے اپنے ضروری سامان فراہم کر کے ۳۸ھ کے آخر میں بہرج اور کوہ پایہ کے راستے سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ اور یہ لوگ کامیابی کے پھریرے اڑاتے ہوئے کوہستان قیقان پر جا کر حملہ آور ہوئے۔ یہاں دشمنوں سے ایک سخت مقابلہ کی نوبت آئی۔ اسلئے تقریباً بیس ہزار قیقانی کوہستانیوں کی فوج انکی مزاحم ہوئی جس نے تمام درّوں اور راستوں کو روک لیا

عربوں نے اپنے حملے میں اس زور سے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ کہ غیر معمولی اور ہیبتناک آواز پہاڑوں میں گونج اٹھی۔ اور قیقانیوں کے کلیجے دہل گئے۔ بعض تو گھبرا کر مسلمانوں کے پاس خود بخود چلے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور باقی ماندہ لوگوں نے راہ فرار اختیار کی اس

طرح مسلمانوں نے غلبہ حاصل کر کے خوب اچھی طرح مال غنیمت لوٹا اور کامیاب ہو کر واپس آئے۔
اس کامیابی نے کچھ ایسا حوصلہ بڑھایا کہ حارث بن مرہ عبدی نے پھر دوبارہ اطراف ہند پر حملہ کیا۔ مگر اس حملہ میں اُنکی قسمت خاک ہند میں اُنکو سپرد کرنے کیلئے لائی تھی۔
غرضیکہ دوسرے حملہ میں جبکہ وہ بلاد قیقان پر حملہ آور تھے۔ کہ ادھر سے امیر معاویہ کے طوفان مخالفت کے باعث حارث کو افسردہ کر دیا۔ اور ۴۲ھ میں کچھ ایسی افتاد پڑی۔ کہ سرحا خراساں کے قریب جانباز اسلام حارث بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔
جنگ جمل کے بعد خلیفہ چہارم حضرت علیؓ اس جنگ میں فتح پانے کے بعد تقریباً ۵ روز بصرہ میں تشریف فرما رہے۔ اس کے بعد کوفہ میں چلے گئے۔ اور دارالخلافت بھی وہیں منتقل ہو گیا۔ دارالخلافت کا یہ انتقال اچھا نہ ہوا۔ کیونکہ مدنی ہوا خواہوں کو چھوڑ کر اہل عراق پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ اعتماد کیا۔
یہ واقعات خلافت حضرت علیؓ کے پہلے ہی سال کے ہیں۔ گویا منصب خلافت قبول کرنے کے ۷ ماہ بعد یعنی ۵ جمادی الآخر ۳۶ھ میں جنگ جمل واقع ہوئی۔
جنگ جمل میں حضرت معاویہؓ نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ انکا خیال تھا۔ کہ یہ دونوں اصحاب کبار یعنی حضرت طلحہؓ و زبیرؓ ہی حضرت علیؓ سے نپٹ لیں گے۔ مگر جب طلحہؓ اور زبیرؓ دونوں شہید ہو گئے۔ اور اس جنگ میں حضرت علیؓ کو فتح ہوئی۔ تو حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمان کے خون کا معاوضہ لینے کا لوگوں میں احساس پیدا کرنا چاہا۔ اور اس امر کے متعلق انہوں نے عرب کے ایسے اعلیٰ درجہ کے پالیٹشن لوگوں سے امداد لی۔ جو دنیا بھر میں ممتاز تھے
عمرو بن العاص بڑے بہادر مدبر۔ اور بلیغ و فصیح تھے۔ اُنکی ذہانت عقلمندی قوتِ بازو کا سکہ ہر شخص کے دل پر بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن خلیفہ سوئم حضرت عثمانؓ نے اُنکو مصر کے عہدۂ عمل سے سبکدوش کر دیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے ایسے مدبر شخص کو بھی مصر کی حکومت کا وعدہ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔

غرضیکہ ایسے بہادران اسلام کو ساتھ ملا کر حضرت معاویہؓ نے خلیفہ چہارم حضرت علیؓ سے اعلانِ جنگ کر دیا۔

خلیفہ چہارم حضرت علیؓ جنگ جمل کی فتح کے بعد یہی سمجھے ہوئے تھے۔ کہ اب ان کا کوئی مخالف نہیں رہا۔ لیکن انہیں یہ خبر نہ تھی۔ کہ ملک شام میں بڑا ذی اثر شخص موجود ہے جو اپنی ذات کیلئے لوگوں سے بیعت کی آرزو رکھتا اور خلافت کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہے۔ یعنی امیر معاویہ بن ابی سفیان۔

جس وقت حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے اُس وقت امیر معاویہؓ ملک شام کے امیر تھے۔ اور قریش کے بہت سے چیدہ چیدہ سردار اُن کے پاس جمع تھے۔ جو جان و دل سے امیر معاویہ کے مددگار تھے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ قریش کی برادری میں بنی اُمیّہ کی قوت اور تعداد زمانہ جاہلیت ہی سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اور منصب نبوت کا بنی ہاشم کے خاندان میں جانا اُنہیں بہت شاق گذر رہا تھا۔ اس لئے وہ اور بھی اندرونی عداوت رکھتے تھے۔ جس زمانہ میں مسلمانوں نے مکّہ سے ہجرت کی اور بنی ہاشم جو بنی اُمیّہ کی طرف تھے۔ قریب قریب مکہ سے نکل ہی گئے۔ پھر تو ریاستِ امارت کا میدان بنی امیّہ کے لئے خالی رہ گیا۔ مسلمانوں سے جو لڑائیاں ہوئیں۔ ان سبھوں میں عام فوجی افسری بنی اُمیّہ کے ہاتھوں میں ہی رہنے لگی تھی۔ چنانچہ جنگ بدر وغیرہ کی مشہور لڑائیوں میں امیر معاویہؓ کے والد ابوسفیانؓ ہی فوج کفار کے افسر ہوتے رہے۔ اسکے بعد جب یہ لوگ مذہب اسلام میں داخل ہو چکے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ان لوگوں کو جہاد میں جانا پڑا۔ تو رفتہ رفتہ کارگذاریاں دکھانے لگے۔ تو بنی اُمیّہ میں سے ابوسفیان کے بڑے بیٹے یزید ملک شام کے حاکم بھی مقرر ہو گئے جن کے فوت ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں اُنکے دوسرے بھائی حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان اُنکے قائم مقام مقرر ہوئے تھے۔ خلیفہ سوئم حضرت عثمان نے بھی اُن کو شام کی امارت پر قائم رکھا تھا۔

غرضیکہ اس اقتدار و مناسبت کے لحاظ سے امیر معاویہؓ نے خلیفہ چہارم حضرت علیؓ سے جنگ کرنیکی ٹھانی تھی۔ غرضیکہ مقام صفین پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ اور وہیں لڑائی شروع ہو گئی۔

**جنگ صفین ۳۷ھ** شیر خدا حضرت علیؓ کی قوتِ خداداد کے آگے کس کی طاقت تھی جو ٹھہر سکتا آپ نے اس جنگ میں مخالفین کے منہ موڑ دیئے۔ قریب تھا۔ کہ امیر معاویہؓ شکست کھا کر ہمیشہ کیلئے امارت و خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔

عین اسی حالت میں جبکہ خوب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی حضرت عمرو بن العاص نے ایک ایسی چال چلی جس نے خلافت کو اہلبیت نبوی سے نکالکر بنی اُمیہ کے قبضہ میں کر ہی دیا۔ وہ چال یہ تھی۔ کہ عمرو بن العاص نے لڑائی کا رنگ بگڑتا دیکھ کر امیر معاویہؓ کو مغلوب ہوتا پا کر اُنہیں حکم دیا۔ کہ قرآن شریف کے اوراق کو نیزوں کی انیوں میں اُڑس کر بلند کریں۔ اور اس طرح سے کچھ کہنے سُننے کیلئے لڑائی کو روکنے کا اشارہ کریں۔

چنانچہ حضرت علیؓ کی فوج اِس کارروائی سے دھوکا کھا گئی۔ ہر چند اُنکو حضرت علیؓ نے سمجھایا۔ کہ یہ دشمن کا فریب ہے۔ میدان تمہارے ہاتھ دیکھ کر وہ التوائے جنگ کی درخواست کر رہے ہیں۔ تم تھوڑی دیر کے لئے اسطرف خیال نہ کرو۔

مگر فوج نے حضرت علیؓ کا کہنا نہ مانا۔ بلکہ نہایت اصرار کے ساتھ حضرت علیؓ کو جنگ کے بند کر دینے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر حضرت نے مان لیا۔ اور جنگ بند ہو گئی۔

باہمی گفتگو سے یہ قرار پایا۔ کہ دونوں صاحب اپنے اپنے صالح مقرر کریں۔ اور جو کچھ صالح فیصلہ کر دیں اُسے دونوں گروہ خوشی سے مان لیں۔

غرضیکہ دونوں فریقوں نے ایک ایک شخص کو اپنی جانب سے حکم مقرر کیا جن میں سے ایک شخص تو حضرت عمرو بن العاص تھے۔ جو امیر معاویہؓ کی جانب سے منتخب ہوئے۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنا حکم مقرر کیا

عمروبن العاصؓ اور ابی موسیٰ الشعری میں فطرت ذکاوت کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق تھا۔کیونکہ ابو موسیٰ ایک سیدھے خدا پرست آدمی تھے۔مگر ابن العاص معاملہ فہم اور مدبر بھی تھے جب دونوں فریق اس امر پر راضی ہو گئے کہ یہ دونوں صاحب جو کچھ فیصلہ کر دینگے وُہ سب کو منظور و مقبول ہوگا۔تو عمروبن العاص نے ابو موسیٰ سے ایسی پالسی اختیار کی کہ انکو بالکل اپنے قابو میں کرلیا یعنی ابو موسیٰ کو یہ سمجھا دیا۔کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کو خلافت سے علیٰحدہ کر دینا چاہیئے۔اور عام مسلمانوں کے انتخاب سے خلیفہ مقرر ہونا چاہیئے۔ابو موسیٰ کو اس مفید مشورہ کے قبول کرنے میں کوئی قباحت معلوم نہ ہوئی۔اور وُہ اس بات پر راضی ہو گئے۔مگر عمروبن العاص کو اپنی تدبیر پورا کرنے کیلئے ابھی ایک اور ترکیب چلنی باقی تھی۔جو اُنہوں نے اس طرح پوری کی۔کہ ابو موسیٰ کو اپنے سے زیادہ مرتبہ والا اور عمر میں بڑا ہونیکی حیثیت سے قابل تعظیم جتا کر اُن سے کہا۔کہ پہلے آپ نے جو کہا ہے کہدیں۔تو پھر میں بھی اپنا خیال ظاہر کر دونگا۔ابو موسیٰ دھوکا کھا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے عام مسلمانوں کے سامنے باواز بلند کہا۔"لوگو! ہم نے اس اُمت کے بارہ میں بہت کچھ غور کیا۔مگر ہم کو اسکی بہتری اور فلاح کیلئے اس بات سے بڑھ کر اور کوئی تجویز معلوم نہیں ہو سکی جس پر میری اور عمروبن العاصؓ دونوں کی رائے متفق ہو گئی ہے۔وُہ تجویز یہ ہے کہ ہم حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیں۔اور عام مسلمانوں کو اس بات کا اختیار دیں۔کہ ان دونوں کی علیحدگی کے بعد وہ جسے چاہیں اپنا حاکم بنالیں۔لہٰذا تم لوگ بخوبی سُن لو کہ میں نے حضرت علیؓ کو عہدہ خلافت سے علیٰحدہ کر دیا ہے۔اب تم اپنا کام خود سنبھالو۔اور جسے خلافت کے لائق سمجھو۔اُسے اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔"ابو موسیٰ الشعری اسقدر کہہ کر جب بیٹھ گئے تو عمروبن العاصؓ نے اُٹھ کر کہا۔"اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ ابو موسیٰ نے کہا۔وُہ تم سب لوگ سُن چکے ہو یعنی اُنہوں نے اپنے ساتھی حضرت علیؓ کو خلافت سے علیٰحدہ کر دیا ہے۔اور میں بھی انکو اس عہدہ سے ویسا ہی برطرف کرتا ہوں۔جیسا کہ خود اُنکے حکم نے کہا ہے لیکن میں اپنے دوست

امیر معاویہؓ کو خلافت پر قائم کرتا ہوں۔ وہ اس لئے کہ امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے ولی اور اُنکے خون کا معاوضہ چاہنے والے ہیں۔ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر مرتبہ پانے کے حقدار ہیں"۔

عام مسلمانوں نے جب یہ گفتگو سُنی تو اُنہیں پُورا یقین ہو گیا کہ یہ سب فریب ہے۔ عمرو بن العاص کی پالیسی کامیاب ہو گئی۔ ہم نے غلطی کی جو اس چال میں پھنس گئے"۔

کاش اس کارروائی کا اثر اگر صرف اسی قدر ہوتا۔ کہ اگر معاویہؓ ہی خلیفہ مقرر ہو جاتے لیکن افسوس تو یہ ہے۔ کہ اس بات نے خود حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے تو حضرت علیؓ کو اس فیصلہ کیلئے حکم قبول کرنے پر ملامت کی اور وُہ لوگ ناراض ہو کر اُنکے حکم سے نکل گئے جن کا نام خوارج ہوا۔ اس طریقہ پر حضرت علیؓ دو دشمنوں میں گھر گئے یعنی ایک تو امیر معاویہ مدعی خلافت دوسرے اُنکے نافرمان ساتھی اس اختلاف نے یہاں تک طول پکڑا کہ حضرت علیؓ کی خلافت معرض زوال میں آگئی۔

بعض شخص خود مختار آزاد اور بے خوف ہو گئے بعض نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی۔ اور بعض نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔

یہ طوفان مخالفت برابر دو سال رہا۔ اور بعض شرارتی لوگوں کو شرارتیں کرنے کا خوب موقع ملا۔ غرضیکہ ایسے ہی لوگوں میں سے تین شخصوں نے جن کے نام بھی بعض مورخوں نے لکھے ہیں۔ (ایک عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی۔ دوسرا برک بن عبداللہ التیمی تیسرا۔ عمر بن بکیر التیمی۔) یہ ارادہ کیا۔ کہ حضرت علیؓ۔ امیر معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ ان تینوں کو قتل کر دینا چاہیئے۔ تاکہ یہ تمام اختلافات دور ہو جائیں۔ اور کسی کو کسی کا خوف نہ رہے۔

## شہادت خلیفہ چہارم حضرت علیؓ ۴۰ھ

چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو اور برک نے امیر معاویہ کو بکیر نے عمرو بن العاص کو قتل کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور اس ناپاک قرار کے مطابق۔ کہ تینوں حضرات ایک ہی رات میں قتل کر دیئے جائیں۔ ان تینوں ظالموں نے اُس اُس شہر کی راہ لی جہاں جہاں ان بدبختوں کے مقتول موجود تھے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کوفہ میں قیام پذیر تھے۔ ان کا بدبخت قاتل ابن ملجم کوفہ میں پہنچا۔ اور حضرت علیؓ کے شہید کرنے کا موقعہ سوچتا رہا۔

غرضیکہ ایک روز یعنی ۱۷ ماہ رمضان سنہ ۴۰ھ ہجری کو جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مکان سے لوگوں کو نماز ادا کرنے کیلئے جگاتے ہوئے نکلے ویسے ہی بدبخت شقی القلب ابن ملجم نے آپکے چہرۂ مبارک پر تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ آپکی کن پٹی تک کٹ کر دماغ تک پہنچ گئی۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھتے ہی اس بدبخت قاتل پر لوٹ پڑے۔ اور اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ اس زخم سے جان بر نہ ہو سکے۔ صرف ایک روز جمعہ کا زندہ رہے ہفتہ کے دوسرے روز آپ نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ اِنا للہِ واِنا الیہ راجعون۔

امام حسنؓ و حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے آپکو غسل اور امام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دارالامارۃ کوفہ میں آپ دفن کئے گئے۔

## حضرت امام حسنؓ عہد خلافت ۶ ماہ۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۴۹ھ میں زہر سے شہید کئے گئے

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مطیع اور پیروکار اصحاب نے آپکے بڑے صاحبزادے امام حسنؓ سے بیعت کی لیکن امیر معاویہ اس وقت تک برابر اپنے لئے خلافت کا مطالبہ کر رہے تھے۔

چنانچہ امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ کے ساتھ بھی جنگ کرنی چاہی۔ اگرچہ حضرت امام حسنؓ باہمی نزاع اور جنگ کو پسند نہ کرتے تھے لیکن آپ کے ساتھیوں میں بعض بہادر لوگوں نے آپکو مقابلہ کیلئے تیار کیا۔ اور حضرت امام حسنؓ نے قیسؓ بن سعد بن عبادہ کو بارہ ہزار لشکر کے ساتھ امیر معاویہؓ کے مقابلے کو روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ امیر معاویہؓ کے لشکر کو کوفہ کی طرف بڑھنے سے روکیں۔

اس کے بعد حضرت امام حسنؓ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچے جب امیر معاویہؓ

اور امام حسنؓ کی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ تو حضرت امام حسنؓ نے عام لوگوں کا رجحان امیر معاویہؓ کی طرف دیکھ کر امیر معاویہؓ کے پاس ان شرائط کے ساتھ پیغام صلح بھیجا۔

(۱) میرے اہل بیت کی بسر اوقات کیواسطے عراق اور کوفہ کا خزانہ ہمارے ساتھ کر دیا جائے

(۲) کوفہ کی سالانہ آمدنی ہمارے اخراجات کے واسطے قائم رکھی جائے۔

(۳) آپ اپنے بعد اپنا جانشین خود نامزد نہ کریں بلکہ عام لوگ جس کو چاہیں اپنا حاکم بنائیں

غرضیکہ امام حسن علیہ السلام نے ان تینوں شرائط کے منظور کرانے پر امیر معاویہؓ سے یہ بھی اقرار کر لیا۔ کہ میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤنگا۔

امیر معاویہؓ تو یہی چاہتے تھے انہوں نے حضرت امام حسنؓ کی ان تینوں شرائط کو غنیمت سمجھ کر منظور کر لیا۔ آخر صلح ہو گئی۔ بلکہ حضرت امام حسنؓ نے خلافت سے دست بردار ہو کر امیر معاویہ کی خلافت تسلیم کر لی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو یہ صلح سخت ناگوار گذری کیونکہ اُنکے دلمیں بہادری کا جذبہ جوش زن تھا۔ لیکن اپنے بڑے بھائی کا ادب ملحوظ خاطر رکھ کر اس وقت خاموش ہو گئے۔

غرضیکہ حضرت امام حسنؓ چھ ماہ کے عرصہ میں ہی خلافت راشدہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔

## اُمور مملکت سلطنت اسلامی و خلافت راشدہ کا خاتمہ

اسلامی حکومت کا ۱ھ میں مدینہ شریف میں آغاز ہوا۔ ان دنوں مسلمان صرف صحابہ رضوان اللہ اجمعین تھے۔ جن کی تعداد چند دہائیوں سے زیادہ نہ تھی ان میں سے کچھ تو مہاجر تھے۔ اور تھوڑے سے انصار اسلئے اُنہوں نے اسلامی حکومت کی بنیاد۔ مساوات۔ برادرانہ برتاؤ۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہنے پر رکھی۔

ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ حضور پُر نور آنحضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مابین بھائی چارے کی رسم قائم کی تھی۔ اور اس رشتہ برادری کی مضبوطی یوں فرمائی تھی کہ تمام

مسلمانوں کا مال اور اُنکے کاروبار ایک کر دیئے گئے تھے۔ اِس طرزِ عمل سے تمام لوگوں کے کاروبار کو ایک کر دینا اتحاد کا عملی سبق تھا۔ اور اِن دنوں حکومت کے تمام کاروبار صرف ہادیٔ اسلام آنحضرت صلعم کی ذات ستودہ صفات پر ہی منحصر تھے۔ حکومت، انتظام مُلک۔ اور دین۔ صرف یہی تین چیزیں اسوقت حکومت اسلامی کی بنیاد تھیں۔

چنانچہ مسلمانوں نے سب سے پہلے نماز۔ زکوٰۃ اور دیگر مذہبی فرائض پر عمل کیا۔ اور اسکے جو نتائج مابعد میں ظاہر ہوئے ہیں۔ وہی تاریخ اسلام ہے۔

خوشنودی خدا کے علاوہ باجماعت نماز ادا کرنے کا نفع دنیا میں باہمی اتحاد کا بڑھنا اور امام کی اطاعت کا عادی ہونا تھا۔ زکوٰۃ حکومت کی بیخ بنیاد اور اُسکے کاروبار کی اصل ہے۔ وُہ اسلئے کہ بیت المال اسی سے قائم تھا۔

یہ امر مخفی نہیں کہ سلطنتوں کے انتظامات مختلف طریق پر ہوتے ہیں جن میں مُلکی۔ جمہوری مطلق اور مقید۔ چار قسم کی حکومتیں پائی جاتی ہیں۔ اور ہر سلطنت کے قواعد وضوابط دوسری حکومت کے آئین وقوانین سے جدا ہوتے ہیں جن کا بیان کرنا مشکل ہے۔

لیکن جس قدر حکومتیں ہیں۔ وُہ سب آخر کار دو بنیادی باتوں میں مشترک پائی جاتی ہیں۔ وُہ دو باتیں یہ ہیں۔ (۱) مال۔ (۲) سپاہ۔ سلطنت خواہ کوئی سی ہو۔ اُسکے قواعد وقوانین چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اِس میں مال اور سپاہ کا وجود ضرور ہوگا۔ کیونکہ بغیر ان دونوں چیزوں کے سلطنت کا وجود قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ اور اکثر صورتوں میں تو یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ قیام حکومت کی ابتدائی حالت میں بہ نسبت حالت مابعد ان دونوں باتوں کا وجود زیادہ ضروری پایا جاتا ہے۔

اسلامی حکومت کے اوائل میں ہر ایک مسلمان سپاہی تھا۔ در نماز کے ذریعہ انکا اتحاد اور اُنکے باہمی برادرانہ تعلقات فوجی نظام تھے۔ اور زکوٰۃ سے وُہ مال مراد ہے۔ جو فوج کو قائم رکھنے کیلئے لازم ہوتا ہے۔ لہذا اسلامی سلطنت کے بنیادی اُمور صرف قرآن

شریف کی اِس آیت میں درج ہیں "وَاَقِیموا الصَّلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین"۔
زکوٰۃ سے اِس رشتہ اتحاد کا مزید استحکام مقصود تھا۔ جو اسلام کی بنیاد ہے۔ وہ اسطرح کہ مالدار مسلمانوں سے کچھ رقم اُن کے زائد مال میں سے لیکر غریب مسلمانوں کو دیدی جاتی تھی۔ گویا کہ لینے میں زکوٰۃ اور دینے میں صدقہ کے طور استعمل ہوتی تھی۔

چنانچہ ہادی اسلام نبی کریم حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"تم عنقریب ایک صاحب کتاب قوم کے پاس پہنچو گے۔ اُنکو اس بات کی گواہی دینے کی طرف بلانا۔ کہ پرستش کے قابل کوئی معبود بغیر اللہ کے نہیں ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خُدا کے رسول ہیں۔ اگر وُہ لوگ اس بات کو مان لیں تو اُن کو بتا دینا۔ کہ خداوند پاک نے رات اور دن میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ اس بات کو بھی تسلیم کریں تو پھر یہ کہنا۔ کہ حق تعالےٰ نے مالداروں پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے۔ جو اُن سے لیکر اُنہیں کے غربا میں تقسیم کی جاتی ہے۔ بس جسوقت وُہ لوگ اس امر کی بھی اطاعت کریں تو خبردار اُن کے مال دولت سے تعرض نہ کرنا۔ اور مظلوم کی آہ سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم کی آہ اور جناب باری تعالیٰ کے مابین کوئی حجاب نہیں ہے۔"

حضور پُرنور صلعم کے یہ ارشادات پڑھتے ہی زکوٰۃ و نماز و شرح اسلام کا فلسفہ حل ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ کو مالداروں پر واجب قرار دینے اور محتاج و مسکین لوگوں کو تقسیم کرنے میں ایک قابل قدر حکمت مخفی ہے۔ اسلئے کہ یہ بات غربا کو راضی کرنے والی ہے۔ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خاص کر ایام جاہلیت میں جو کہ ظلم اور خودنمائی کا زمانہ گذرا ہے۔ ایسا برتاؤ ہونا اور بھی مناسب تھا۔

اسلام کمزور کی امداد اور اُسے طاقتور کا ہم پلّہ بنا دینے کیلئے دنیا میں آیا۔ اور اُس نے اپنا یہ عمل پورا کیا۔

اس وجہ سے جو لوگ ہادی اسلام آنحضرت صلعم کے دشمن تھے وہ سب سرداران قوم تھے۔ جن کو یہ بات بُری لگتی تھی۔ کہ اپنی قوم کے غریب لوگوں کو اپنا مال و دولت کا حصہ دار بنائیں۔ اور وہ مسکین اُن کے بھائی بنیں۔

جنگ بدر کبریٰ کے بعد ۲ھ میں غنائم اور جزیہ کی آمدنی میں اور بھی اضافہ ہوا۔ اس وقت سے حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت تک سلطنت کے کاروبار کا انحصار زکوٰۃ پر ہی رہا ہے۔ جو کہ مالدار مسلمانوں سے لیکر غربا میں تقسیم کی جاتی تھی۔ اور جنگ و جہاد سے حاصل شدہ مال غنیمت مجاہدین کے مابین بانٹا جاتا تھا۔ اور ذمی یعنی یہود و نصاریٰ میں سے جو مسلمانوں کی زیر حفاظت تھے۔ ان پر جزیہ وغیرہ محاصل کا مقرر کرنا۔ ان تمام کاموں کے والی اور افسر خود نبی کریم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اُن کے خلیفہ ہوتے تھے نبی کریم صلعم اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جسقدر مال کہیں سے آتا تھا وہ تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

چھوٹے بڑے آزاد۔ غلام مرد۔ عورت کا کوئی امتیاز و تفریق نہ تھی۔

لیکن اگر مال غنیمت ہوتا تھا۔ تو اس میں سے خلفا بھی اپنا حصہ لیا کرتے تھے۔ مگر اسی قدر جسقدر ایک غریب سے غریب مسلمان کے حصہ میں آتا تھا۔

اس تقسیم کا قاعدہ یہ تھا۔ کہ جس وقت باہر کے ملکوں سے مال و متاع مدینہ شریف میں آتا تو مسجد نبوی صلعم میں لا کر رکھا جاتا تھا۔ اور نبی کریم صلعم یا خلیفہ اُسے بلا کسی قید اور ضابطہ کے اپنی مرضی کے مطابق لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے یہاں تک کہ اس مال غنیمت میں ایک پائی تک باقی نہ رکھتے تھے۔

مگر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جبکہ فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ اور نئے نئے ملک مسلمانوں کے قبضے میں آنے لگے۔ اہل عرب رومیوں اور فارسیوں سے ملنے جلنے لگے۔ تو اُنکی آمدنیاں بڑھ گئیں۔ اور یہ کیفیت ہوئی۔ کہ چاروں طرف سے مال و

دولت پھٹ پڑا اسلئے خلیفہ دوم مجبور ہوئے کہ اُسے ضبط و قید میں رکھیں۔ اور آمد و خرچ کی تعین کریں۔ حضرت عمرؓ نے سوچا۔ کہ آمدنیوں کو دفتروں میں ضبط کیا جائے اور اسمیں سے ہر سال لوگوں کو بقدر استحقاق وظیفہ دینے کے بعد جو رقم باقی بچے اُسے وقت ضرورت کے لیئے محفوظ رکھا جائے۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۶ھ میں یہ انتظام شروع کرنیکے اس عمل کو دیوان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب اپنے گرد و پیش کے مسلمانوں پر غور کی نظر ڈالی تو اُنکے کئی طبقے اور درجے پائے۔ جو حکومت اسلامی کے قیام و توسیع میں اُنکے مؤثر ہونیکے لحاظ سے قائم ہوتے تھے۔ اسلئے اُنکو مناسب معلوم ہوا کہ انمیں سے ہر شخص کا وظیفہ اُس کی خدمات کے لحاظ سے مقرر کریں۔ مگر ساتھ ہی اسکے اُنہوں نے قرابت نبوی صلعم کا بھی خیال رکھا اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو ایک خاص طرز پر ممتاز بنایا دفتروں کی درستی اور ترتیب میں ایک محرر مقرر کیا جو اُنکی دیکھ بھال اور حساب و کتاب میں مشغول رہتا تھا۔

پھر جس زمانہ میں مدینہ شریف میں بکثرت مال آنے لگا۔ تو اس وقت حضرت عمرؓ نے ایک خزانہ یا بیت (گھر) بھی تعمیر کردیا جس کا نام بیت المال رکھا گیا۔

بیت المال کا قائم کرنا حضرت عمرؓ کی اولیات میں سے ہے۔

خلافت راشدہ کے عہد میں سلطنت کے عہدہ دار حسب ذیل تھے۔ خود خلیفہ رضؓ اعمال (منتظم شہروں کے) کاتب (جو خطوط کا محافظ تھا) خزانچی (جو بیت المال کا نگراں ہوتا تھا) قاضی (جو مقدمات کا فیصلہ کیا کرتا تھا)۔

غرضیکہ کوئی سلطنت کوئی قوم خلافت راشدہ کے طرز تمدن طریق حکومت۔ عدل و انصاف جرأت استقلال۔ اتقا و زہد۔ غربا پروری کا مقابلہ نہیں کر سکی۔ اور نہ کر سکتی ہے۔

خلفائے راشدین کا طریقہ جو ان مقدس اصحاب نے انتخاب خلفا کے معاملہ میں برتا۔

ان تمام طریقوں سے افضل تھا جو آجتک کی متمدن قوموں نے بڑی کوششوں اور کاوشوں کے ساتھ اختیار کئے ہیں۔ خلفاء راشدہ کا طرز عمل جمہوری شاہی شوریٰ تینوں طریقوں کا جامع تھا۔

جمہوری اس طرح پر تھا کہ خلیفہ کا انتخاب عام اہل قریش میں سے بلا کسی حصہ اور تعین کے ہوتا تھا اور

شوریٰ اس طرح کہ انتخاب عام مشورہ سے ہوتا تھا اور مطلق العنان حکمرانی اسمیں یوں پائی جاتی تھی کہ جب کوئی خلیفہ منتخب ہوکر کاروبار مملکت کی باگ پر قابض ہو جاتا تھا۔ تو وہ بلا قید بندش جو چاہے کر سکتا تھا۔ لہذا جب ان امور مذکورہ بالا پر چاروں شرطیں بھی اضافہ کردی جائیں جو ہم نے ابھی بیان کی ہیں تو یہ حکومت بلاشبہ تمام اقسام حکومت سے افضل و اعلےٰ پائی جائیگی۔ اس لئے کہ جب مطلق العنان حاکم منصف ہو اور اسی کے ساتھ۔ علم و لیاقت۔ انتظام۔ اور سلامت حواس سے بہرور ہو تو پھر کاروبار سلطنت کے ترقی دینے اور اُسکا دائرہ وسیع کرنے اور اپنی رعایا کو موافق رکھنے میں اس سے بڑھکر کوئی حاکم صاحب قدرت نہیں ہو سکتا۔ یہ سب دنیاوی خصوصیات ہیں علاوہ اِسکے خلفاء میں تقویٰ زاہدانہ زندگی صبر و ضبط رحم انصاف کی صفات اُنکے گذشتہ حالات میں ہمنے بیان کردیئے ہیں

تمت

# کتب خانۂ دین محمدی کی شہرۂ آفاق کتابیں

محمد حسین ... نویس

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| تفسیر موضح القرآن اردو | ے | ہندستان کی شہزادیاں | ۸ر | کتاب التعویذات | ۶ر | خلاصۃ النکاح | ۳ر | دیوان حافظ |
| تفسیر سورہ یوسف اردو | ۸ر | تاریخ شاہان اسلام | ۱۲ر | مسدس حالی | ۶ر | توبہ نامہ | ۳ر | قصہ احمد جامی چھاپہ ک |
| قرآن مجید ۲۲۔۲۹ چوب | | تعلیم نسواں کی پہلی | ۲ر | قرابادین قادری | عہ ر | یکی ردنی کلاں | ۳ر | بدایع منظوم فارسی |
| نہ سعید کلاں | ے | تعلیم نسواں کی دوسری | ۳ر | الف لیلہ | عہ ر | مسی ردنی معہ معراج نامہ نعتیہ | ۴ر | بول چال فارسی |
| قرآن مجید ۲۰۔۳۰ ۱/۴ | | تعلیم نسواں کی تیسری | ۴ر | داستان امیر حمزہ | عہ ر | شرح نجات المومنین | ۱۲ر | تحفہ نصایح |
| چوب قلم | ے | تعلیم نسواں کی چوتھی | ۵ر | طوطا مینا | ۶ر | درمجالس | ۵ر | نحو میر فارسی |
| قرآن مجید ۲۲۔۲۹ ۱/۸ | | قاعدہ اسلام سے لیکر | | حاتم طائی | ۲ر | مجموعہ سلطانی | ۴ر | انشائے صفدری فارسی |
| سعید ۱۵ سطور | عہ ر | اسلام کی ساتویں تک | عہ ر | انوار سہیلی | ۶ر | تنبیہ الغافلین | ۸ر | کتب نامہ فارسی |
| قرآن مجید ۲۲۔۲۹ ۱/۸ | | رفیق نسواں | ۸ر | گلستان چوب قلم | ۱۲ر | شرع محمدی | ۵ر | مصدر فیوض |
| مترجم شاہ رفیع الدین | ے ر | سوانحمری چہار یار | ۱۲ر | بوستان چوب قلم | عہ | ضرورت المسلمین | ۳ر | صرف میر |
| نماز حنفی مدلل حصہ اول | عہ | صبح کا ستارہ | ۲ر | قصہ ڈھول بادشاہ | ۵ر | مقاصد الصالحین | ۴ر | انگلش ٹیچر |
| ایضاً حصہ دوم | عہ ر | میلاد اکبر | ۲ر | میزان الطب اردو | ۲ر | پیغمبروں کے حالات | ۵ر | تحفۃ العشاق |
| جواہر القرآن | ۴ر | رکن دین | ۸ر | خطبات دین محمدی | عہ ر | دلیوں کے حالات | ۵ر | مولود شریف شہید |
| دلائل الخیرات | ۸ر | مصباح الصلوٰۃ | ۲ر | سیپارث شاہ کلاں | عہ ر | تعلیم نامہ | ۲ر | زیور ایمان |
| اقوال الاولیاء | ۸ر | زیور ایمان | ۵ر | سیف الملوک | عہ ر | ادیب نسواں | ۵ر | خدا کی رحمت |
| اقوال الرسول | ۸ر | گلزار حسین | ۴ر | ہنسی کا گول گپا | ۴ر | انشاء نسواں | ۴ر | مولود شریف جدید |
| عناصر الشہادتین | ۱۲ر | رقعات غالب | ۲ر | بنگال کا جادو | ۴ر | زنانہ خط وکتابت | ۵ر | مولود رحمت الرحیم |
| سوانحمری رسول مقبول | عہ ر | مولانا شبلی کے تاریخی | | راہ جنت | ۴ر | انتظام خانہ داری | ۴ر | ریاض اکبر |
| بہشتی زیور کامل معہ | | مضامین | ۲ر | فضائل بسم اللہ | ۱۰ر | کھانا پکانا | ۴ر | محفل گیارہویں |
| بہشتی گوہر | عہ ر | بابو نذیر احمد کے علمی | | ترکیب الصلوٰۃ | ۳ر | ہنر آموزی | ۴ر | مناجات مقبول |
| مسائل دین محمدی | ۸ر | مضامین | ۶ر | ترتیب الصلوٰۃ | ۵ر | پردۂ نسواں | ۴ر | مجموعہ اعجاز عیسوی |
| احکام دین محمدی | ۳ر | گلزار اکبر | ۳ر | فضائل الشہور والصیام | ۴ر | رفیق نسواں | ۸ر | طلسم روحانی |
| قصص الانبیاء کلاں | عہ ر | نہال روضۂ اکبر | ۴ر | سرمایۂ آخرت | ۶ر | لیڈی ڈاکٹر یا طبیب النساء | ۳ر | گنجینۂ عملیات طلسمی |
| قصص الانبیاء خورد | ۱۲ر | عملیات غوثیہ | ۴ر | تحفۃ الزوجین | ۳ر | بہشتی حوریں | ۴ر | اعجاز محمدی |
| تذکرۃ الاولیاء | عہ ر | عملیات چشتیہ | ۴ر | احکام العیدین | ۰۲ر | خورشید جہاں | ۴ر | حرز سلیمانی |
| کیمیائے سعادت اردو | ے ر | عملیات صابریہ | ۴ر | مفتاح الجنت | ۵ر | سوانحمری زیب النساء | ۳ر | دولتمند بننے کی چالیس |
| وڈی احوال الآخرت | | عملیات علی ہجویری | ۴ر | ترجمہ اردو کنز الدقائق | عہ ر | سگھڑ سہیلی | ۲ر | ترکیبیں |
| بزبان پنجابی | ۵ر | کنز الحسین اردو | ۱۲ر | صراط الاسلام | ۳ر | حکایات لطیف | ۲ر | تین سپاہی حصہ اول |
| آداب الاستاد والوالدین | ۵ر | کتاب التعویذات | ۶ر | زینت القاری | ۳ر | ابواب الصرف | ۳ر | تین سپاہی حصہ دوم |

ملنے کا پتہ ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب لاہور کشمیری بازار

سرورق وتصاویر در زینتھ پریس بل روڈ لاہور طبع شد